ازدواجی زندگی
کے آداب
(مترجم)
تصنیف
مولانا علامہ شیخ خالد عبدالرحمن العکؒ
ترجمہ
مولانا محمد عمران انور نظامی
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)
۳۸۔ اردو بازار لاہور

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی

(عربی) آدابُ الحیاۃِ الزوجیۃ

ازدواجی زندگی کے آداب

(مترجم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

منگنی کے احکام، جوان لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور کرنا حرام ہے، کیا لڑکا نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھ سکتا ہے؟ مہر کے مسائل، رخصتی کا بیان اور دلہن کے لئے ضروری ہدایات، تعدد ازدواج اور اس کے فوائد، پردہ تشریعی اور تاریخی لحاظ سے، اولاد کے حقوق اور ان کی تربیت، اسلام نے عورت کو کیا حقوق دیئے ہیں؟ باہمی اختلافات اور ان کا حل، طبی اور نفسیاتی مسائل صحبت اور طہارت کے مسائل پر فاضلانہ گفتگو

تصنیف

مولانا علامہ شیخ خالد عبدالرحمن العک

ترجمہ

مولانا محمد عمران انور نظامی

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فہرست

ازدواجی زندگی

عرضِ مترجم

دینِ اسلام ایک ٹھوس نظریۂ زندگی کی ایک محکم اساس، ایک مضبوط لائحہ عمل، ایک مکمل ضابطۂ حیات اور فطرت کی ایک اٹل دعوت ہے۔

دینِ اسلام زندگی کے ہر گوشے کو سنوارنے اور خوبصورت بنانے کا ڈھنگ سکھلاتا ہے۔ فطرت کے ہر عنصر کو تہذیب و تمدن کے نور سے منور کرتا ہے اور صحیح انسان بننے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ دینِ اسلام کی راہنمائی کو اگر پسِ پشت ڈالا جائے تو انسان، انسان نہیں رہتا بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ اسلام ہی وہ زیور ہے جسے زیبِ تن کر کے انسان اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جو خواہشات، تمنائیں اور دلچسپیاں رکھی ہیں ان کی اصلاح کے لیے اور ان کو راہِ راست پر ڈالنے کے لیے دینِ اسلام کے سنہری اصول بھی عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقصدِ تخلیق کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات:۵۶)

اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن و انس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد یہ ذکر فرمایا کہ میں نے ان کو اپنی عبادت کے لیے ہی تخلیق فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور راہبوں کی طرح زندگی گزارنا شروع کر دے، گویا اس کا دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی ہر چیز کو استعمال کرتے ہوئے اور ہر نعمت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرے، جس کی سب سے اعلیٰ مثال اور بہترین نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے کہ جن کی حیاتِ طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے مشعلِ راہ اور مینارہ نور ہے۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں جو لذات، خواہشات اور

محبتیں رکھ دی ہیں' ان سے لطف اندوز ہونے کا جائز طریقہ بھی بتا دیا ہے کہ انسان جس پر عمل پیرا ہو کر معراجِ انسانیت کی بلندیاں حاصل کر لیتا ہے۔

انسانی فطرت میں رکھی گئی محبتوں اور چاہتوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ (آل عمران:۱۴)

آراستہ کی گئی لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے و چاندی کے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت' یہ سب کچھ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے ○

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی گئی فطری محبتوں اور خواہشات کا ذکر فرمایا ہے اور قرآن مجید کی دوسری آیت میں ان فطری محبتوں کا مقصد بھی ذکر فرمایا' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ (الکہف:۷)

بے شک جو کچھ زمین رہے ہم نے اسے زمین کے لیے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائش میں ڈالیں (اور یہ ظاہر کریں) کہ ان میں سے کون سب سے اچھے کام کرنے والا ہے ○

ان مذکورہ بالا آیاتِ بینات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں جو خواہشات رکھی ہیں' وہ انسان کے لیے آزمائش ہیں۔ اگر انسان ان فطری خواہشات کو دینِ اسلام کے احکامات کے مطابق بروئے کار لاتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے اور اگر انہی دنیوی و فطری خواہشات کی رو میں بہہ کر خالقِ حقیقی کو فراموش کر دیتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں ناکام ہے۔

بیویوں' بچوں' مال و دولت اور اسبابِ زینت سے جائز طریقے سے مستفید ہونا اسلام میں روا ہے اور اس میں حد سے تجاوز کر جانا اور افراط و تفریط سے کام لینا ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہش رکھی ہے اور جائز طریقے سے اس کی تسکین کا

سامان بھی مہیا فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ (الکہف:۷)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت و رحمت رکھ دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔ (صحیح مسلم)

دینِ اسلام میں نکاح کرنے کی خوب تلقین کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خود کئی نکاح فرمائے اور نکاح کرنا سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا' خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے حاصل ہو“۔ (بیہقی)

نکاح کے بے شمار فائدے اور حکمتیں ذکر کی گئی ہیں' لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ نکاح کرنا نسلِ انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے۔ نسلِ انسانی کا بڑھنا اور زیادہ ہونا اللہ تعالیٰ کو بھی پسند اور محبوب ہے اور رسول اکرم ﷺ کی بھی خوشنودی کا باعث ہے۔ جس طرح کھانا بقائے وجود کا سبب ہے اسی طرح نکاح بقائے اصلِ وجود کا سبب ہے۔ حق تعالیٰ نے انسان میں شہوت اسی لیے رکھی ہے کہ وہ نکاح کرے اور نسلِ انسانی کی زیادتی ہو۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نکاح کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی موجب ثواب اور عبادت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ عملِ مجامعت کرنا بھی صدقہ ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص محض اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عمل کرے تو بھی اس کو اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر وہ حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا؟ سو اسی

طرح اگر وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم)

اس سے پتہ چلا کہ انسان اگر اپنی فطری خواہشات کی تسکین اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کرے گا تو اس کا یہ فعل بھی عبادت ہوگا۔

بہرکیف انسان کی زندگی کا مجموعی طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو اس کی زندگی کا زیادہ وقت ازدواجی زندگی کی حیثیت سے گزرتا ہے' خواہ مرد ہو یا عورت اور یہی ازدواجی زندگی جس کو نصف دین کہا گیا ہے' اس کی اہمیت ہر حوالے سے زیادہ ہے۔ انسان چاہے کوئی مرد ہو یا عورت' جونہی ازدواجی زندگی میں قدم رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کو مال کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ پھر نکاح کے بعد روزمرہ کی ضروریات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ رشتہ داری بڑھ جاتی ہے' پھر اولاد پیدا ہوتی ہے۔ انسان ان کی پرورش اور تربیت کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ انسان کے معاملات' تعلقات بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی کا یہ پہلو جو اس کی اکثر زندگی پر حاوی ہے' اس کے متعلق بھی دینِ اسلام نے قدم قدم پر راہنمائی فرمائی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ازدواجی و عائلی زندگی کے حوالے سے کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی مکمل راہنمائی کرتی ہے۔ اس کتاب میں منگنی سے لے کر شادی تک اور بچوں کی پیدائش اور تربیت کے حوالے سے مکمل وضاحت کی گئی ہے۔ ازدواجی زندگی کے ہر مسئلے کے حل کے لیے قرآنی آیات' احادیث طیبات' آثارِ صحابہ اور اقوالِ علماء پیش کر کے صحیح اسلامی نقطۂ نظر واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ازدواجی و عائلی زندگی کے حوالے سے مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے۔

ڈاکٹر خالد العک نے بڑی محنت سے یہ کتاب مرتب کی ہے اور اس میں جید علماء' دانشوروں' محققین اور اطباء کے مضامین اور ان کی تحقیقات کا نچوڑ یکجا کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر مومن مرد اور مؤمنہ عورت کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس کے مطالعے سے ہر مرد اور عورت اپنی ازدواجی و عائلی زندگی صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکتا ہے۔ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو انسانیت کے لیے نفع بخش بنائے' اس کے لکھنے والوں' اس کو پڑھنے والوں اور اس کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے آپ تک پہنچانے والوں کو دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران فرمائے اور بندۂ ناچیز کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ﷺ

محمد عمران انور نظامی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ان الحمد للّٰہ تعالٰی وحدہٗ نحمدہٗ ونشکرہٗ ونستغفرہٗ ونتوب الیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ﷺ .

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ . (آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا اور (خبردار) نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو○

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا○ (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس کا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں) اور ڈرو اللہ سے وہ اللہ مانگتے ہو تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) جس کے واسطہ سے اور (ڈرو) رحموں (کے قطع کرنے) سے بے شک اللہ تم پر ہر وقت نگران ہے○

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا○ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا○ (الاحزاب:۶۹۔۷۰)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کہا کرو○ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا، اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے

کامیابی بہت بڑی O

وبعد! ازدواجی زندگی' انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے' جو ایک مرد اور عورت اکٹھے گزارتے ہیں' یہ عورت اور مرد کی زندگی کے زیادہ حصے پر محیط ہے۔ اگر یہ ازدواجی زندگی مرد اور عورت کے درمیان سچی محبت' مکمل ہم آہنگی اور کامل انڈرسٹینڈنگ پر قائم ہو تو یہ خوش بختی' امن' سکون اور اطمینان کی علامت ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال میں میاں بیوی دونوں اپنی اولاد کی صورت میں ایک عظیم اور مہذب نسل کی تربیت کر سکتے ہیں' جو زندگی کی قدروں سے واقف ہوگی اور مستقبل کی ذمہ داریوں سے خوب آگاہ ہوگی' اس لیے پرسکون ازدواجی زندگی ترقی یافتہ قوم کا ستون ہے۔

پوری انسانی زندگی میں اس موضوع کی اہمیت اور حد درجہ ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کتاب میں ازدواجی زندگی کے ہر شعبے پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے علماء' فقہاء' محققین' سپیشلسٹ حضرات کی کتب کا مطالعہ کیا اور ان کے قلم سے نکلے ہوئے حقائق کو پیش کیا ہے' تاکہ یہ کتاب ہر حوالے سے مکمل' جامع اور تمام ضروری موضوعات پر مشتمل ہو اور اس کے مطالعے سے ایک نوجوان لڑکا اور لڑکی دونوں اپنی منگنی سے لے کر شادی تک کے مراحل کو اور پھر شادی کے بعد کے ازدواجی تعلقات کو اور پھر اپنی اولاد کے بارے میں ہر قسم کی معلومات قرآن وسنت کی روشنی میں جان سکیں۔

دینِ اسلام نے ازدواجی زندگی کے طویل عرصے میں باہمی تعلقات کے متعلق جو ہدایت وراہنمائی کی ہے' میں نے اس ازدواجی زندگی کے ہر گوشے کے متعلق قرآن پاک' سنتِ مطہرہ' صحابہ کرام اور تابعین کے عمل' سلف صالحین اور علماء مجتہدین کے اقوال سے حاصل ہونے والی معلومات کو اکٹھا کیا ہے' کیونکہ یہ ایسا اسوۂ حسنہ ہے جس سے انسان کی انفرادی' خاندانی اور معاشرتی زندگی منور اور روشن ہو جاتی ہے۔

دنیا کے دیگر مذاہب میں سے دینِ اسلام ہی وہ کامل واکمل دین ہے' جو انسانی زندگی کا ایک مکمل نظام فراہم کرتا ہے اور ہر مشکل کا حل بتلاتا ہے' یعنی انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں پیدا ہونے والے ہر مسئلے کا حل تجویز کرتا ہے' جس سے معاشرے میں سعادت' امن اور سکون کی فضا قائم ہوتی ہے' دین اسلام نے لوگوں کے درمیان پائے جانے والے تمام تعلقات کو ایک فریم ورک مہیا کیا ہے۔ انسان کے باہمی تمام تعلقات میں سب سے بڑا اور

اہم تعلق ازدواجی زندگی کا تعلق ہے۔پس اسلام نے اس کے متعلق ایسے سنہری اصول عطا کئے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

جب ازدواجی زندگی اسلام کے بتلائے ہوئے راہنما اصولوں پر قائم نہ کی جائے تو پھر باہمی اختلافات میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے' جس کا نتیجہ بالآخر طلاق کی صورت میں نکلتا ہے اور ماں باپ کے باہمی اختلافات کے زہر کا شکار ان کی اولاد ہوتی ہے۔اس سے خاندانوں اور قبیلوں کے درمیان رنجش اور غم وغصہ پیدا ہوتا ہے' جس سے مسائل اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عائلی زندگی کا نظام روز بروز تباہ ہوتا جا رہا ہے۔

بے شک اسلام ایسا مکمل' منظم' مستقیم دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی اور اُخروی زندگی کی اصلاح کے لیے نازل فرمایا ہے۔جب ہم اسلام کے اس ارفع و اعلیٰ مقصد کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دینِ اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کی راہنمائی فرمائی ہے' اسی طرح مرد اور عورت کی فطری اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا بھی جائز اور مؤثر راستہ بتلایا ہے اور یہ ازدواجی زندگی اختیار کرنے سے متعلق ہے۔

طبرانی نے حدیثِ مرسل' حضرت ابو نجیح سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مرد مسکین ہے' مسکین ہے' مسکین ہے جس کی بیوی نہ ہو' اگرچہ وہ بڑا مال دار ہی ہو۔ پھر فرمایا: وہ عورت مسکینہ ہے' مسکینہ ہے' مسکینہ ہے جس کا شوہر نہ ہو اگرچہ وہ بڑی مال دار ہی ہو۔(مجمع الزوائد ج۴ص۲۵۲)

حضرت ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت عبید بن سعد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری فطرت کو پسند کیا' اسے چاہیے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے اور نکاح کرنا میری سنت ہے۔(مجمع الزوائد ج۴ص۲۵۲)

حضرت ابو نجیح سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صاحب حیثیت ہو' اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے' پھر بھی اس نے نکاح نہ کیا تو وہ میری امت سے نہیں۔

(مجمع الزوائد ج۴ص۲۵۱)

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دنیا متاع ہے اور اس دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

اس حدیث کو مسلم' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں سعادت (خوش بختی) کی علامت ہیں: نیک بیوی وسیع گھر نیک پڑوسی اور پرسکون سواری اور چار چیزیں شقاوت (بدبختی) کی علامت ہیں: بُرا پڑوسی بُری بیوی بُری سواری اور تنگ گھر۔

(الترغیب ج ۳ ص ۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جسے صالح بیوی عطا فرمائی تحقیق اس کے آدھے دین پر مدد فرمائی پس اُسے باقی آدھے دین کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (الترغیب ج ۳ ص ۴۲)

اس طرح دینِ اسلام نے شادی کو سعادت سکون اطمینان اور محبت و الفت کا مصدر قرار دیا ہے کیونکہ شادی سے مردانہ اور زنانہ فطری ونفسیاتی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے اور میاں بیوی اس زندگی سے سکون اور راحت محسوس کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم: ۲۱)

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات) بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں ○

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ: ۱۸۷)

وہ (عورتیں) تمہارے لیے پردہ زینت و آرام ہیں اور تم ان کے لیے پردہ زینت و آرام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ بالا دونوں آیات میں ازدواجی زندگی کے بارے میں ''سکن'' (سکون) ''لباس'' ''مودت'' (شدید محبت) اور ''رحمت'' کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ جب ازدواجی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگی تو واقعی وہ سکون و اطمینان اور خوش بختی و سعادت کی علامت ہوگی۔

یہاں پر ہم پورے وثوق اور یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام میں خاندانی نظام ایک نظام ربانی ہے' جس میں انسانی فطرت کی حاجات وضروریات اور بشری تقاضوں کی رعایت کی گئی ہے۔

دین اسلام میں شادی کے احکام سے متعلق ایک مکمل نظام دیا گیا ہے' جس میں عبادت کے ساتھ فطری جذبات کی تسکین کا جائز طریقہ بھی ہے۔یہی وہ طریقہ ہے جسے اللہ بھی پسند کرتا ہے تا کہ اس جائز طریقے سے مرد اور عورت جب اکٹھے رہیں تو وہ ایک شریف اور نیک خاندان کی بنیاد رکھ سکیں۔

میں نے جو کتاب مرتب کی ہے' اس کا نام ''قرآن وسنت کی روشنی میں ازدواجی زندگی کے آداب'' رکھا ہے۔اس میں میں نے اس فیلڈ کے ماہر علماء اور نابغۂ روزگار شخصیات کے مضامین جمع کیے ہیں' تا کہ یہ کتاب جو انسان کی ازدواجی و عائلی زندگی کے متعلق مکمل راہنمائی دیتی ہے' یہ ہر گھر' ہر خاندان' ہر میاں بیوی بلکہ ہر انسان کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا یہ نیک عمل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے' میری خطائیں اور لغزشیں معاف فرمائے' مجھے اور تمام اہلِ اسلام کو اپنی اطاعت وعبادت کرنے کی توفیق دے' بے شک وہ حمید و مجید ہے اور تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں' جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے اور تبدریج درجۂ کمال تک پہنچانے والا ہے۔

خالد عبدالرحمٰن العک

مستقل پُرسکون زندگی میں قدم

پہلی بحث: اسلام میں شادی بیاہ اخلاص ومحبت اور وفا ہے

دوسری بحث: شادی بیاہ اُمورِ حیات میں سے اہم کام

تیسری بحث: شادی بیاہ عبادت وفطرت کے لحاظ سے

چوتھی بحث: نکاح کے فوائد

پانچویں بحث: ازدواجی زندگی قرآن کی نظر میں

پہلی بحث :

اسلام میں شادی بیاہ‘ اخلاص ومحبت اور وفا ہے

قرآن مجید کی تعلیمات میں شادی بیاہ صرف نوع انسانی کی حفاظت کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کا مقصد اس سے بلند تر ہے۔ یہ شادی بیاہ نفسیاتی اطمینان‘ دلی سکون اور جذباتی تسکین کا ذریعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ (الروم:۲۱)

اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو اُن سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت و رحمت کے جذبات۔

قرآن مجید اس صریح عبارت سے محبت بھری‘ خوشگوار اور پر سکون زندگی کی بنیادیں متعین کرتا ہے۔ پس بیوی شوہر کے لیے راحت کدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ رزق کے حصول میں دن بھر کی محنت کے بعد اپنی بیوی کی طرف مائل ہوتا ہے اور محنت مشقت‘ کوشش اور جاں فشانی کے بعد اپنے دل کو بہلانے کے لیے اس کا سہارا لیتا ہے اور اپنی تھکن کو ختم کرنے کے لیے اپنی بیوی سے لذت حاصل کرتا ہے یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی زوجہ اس سے فرحاں و شاداں‘ ہنستی اور مسکراتی ہوئی ملے اور اس وقت اپنی بیوی سے اس بات کا طلب گار ہوتا ہے کہ وہ اس کی بات سنے اور اس سے پیار ومحبت سے بات کرے اور اس کو ہر طرح سے راضی کرے۔ اسی ضمن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے‘ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پختہ ارادے اور فولادی عزم والے خلیفہ عادل اور مومن کامل ہیں کہ وہ جس راہ پر چلتے تھے شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا (ہم ان کے لیے یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں)۔ کیا ہم انہیں اس سے ماورا سمجھتے ہیں کہ ان کی بیوی ان کے ساتھ زیادتی کرتی ہوگی؟ لیکن ہم یہاں ان کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے ازدواجی تعلقات کا پاس کیا ہے اور یہ ان کے اس جاہ وجلال‘ سنجیدگی اور اس سکون قلبی کا باہمی ربط

ہے۔ ہوا یوں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنی بیوی کی بداخلاقی کی شکایت لے کر آیا اور جب وہ آیا تو کیا دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی ان پر زبان درازی کر رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ جب آپ نے مڑ کر اس آدمی کو دیکھا تو اسے بلایا اور پوچھا کہ میرے بھائی کیا مسئلہ ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ جناب میں تو اپنی بیوی کی زبان درازی کی شکایت لے کر آپ کے پاس آیا تھا پس میں نے آپ کی زوجہ کو بھی آپ پر ایسے ہی زبان درازی کرتے ہوئے سنا ہے تو آپ نے جواب دیا: ''میں نے اسے ان حقوق کی وجہ سے برداشت کیا جو اس کے مجھ پر ہیں۔ یہ میرے لیے کھانا تیار کرتی ہے' روٹی پکاتی ہے' میرے کپڑے دھوتی ہے اور میرے بچوں کی پرورش کرتی ہے حالاں کہ یہ اس پر واجب نہیں ہے اور اس طرح اس کی طرف لگاؤ کی وجہ سے میرا دل حرام کام سے دور رہتا ہے''۔ اس آدمی نے عرض کی: جناب میری بیوی بھی ایسے ہی ہے تو آپ نے فرمایا: اے میرے بھائی! تب تو تمہیں چاہیے کہ تم اس کو برداشت کرو کیونکہ یہ زندگی تھوڑی سی ہے اور وعدہ قریب ہی ہے۔ پس بیوی اپنے شوہر کے لیے تسکین کا باعث ہے' وہ محبت اور پاکیزگی کے سائے میں رہتے ہوئے اپنی جنسی پیاس کو بجھانے کے لیے اپنی بیوی سے سکون حاصل کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل حرام کاری سے دور ہو کر اسی سے تسکین پوری کرتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح بری خصلت میں ملوث ہونے اور برائی میں پڑنے سے رک جاتے ہیں۔

اسلام میں حقوق زوجین

دین اسلام نے خاندان کو مضبوط چاردیواری میں محفوظ کیا ہے تاکہ اس سکون قلبی اور نفسیاتی اطمینان کو خاندان کے دائرہ میں بروئے کار لایا جائے' اس لیے اسلام نے بیوی کے لیے کچھ حقوق اور خاوند کے لیے کچھ حدود و قیود لازم قرار دی ہیں اور اسلام نے ایسے رستوں کی طرف رہ نمائی فرمائی ہے کہ جن پر چل کر بیوی اور خاوند میں سے کوئی بھی اسلام کے واجبات اور اس کے دائرہ اختیار سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ یہ واجبات اور حدود و قیود اسلام نے اس لئے متعین کیے ہیں تاکہ میاں بیوی کی زندگی کی کشتی اختلافات کی آندھیوں اور لڑائی جھگڑوں کے تھپیڑوں سے دور' رشتہ ازدواج کے سمندر میں کامیابی کے ساتھ رواں دواں

رہے۔میاں بیوی میں سے ہر ایک کے ایک دوسرے پر حقوق و فرائض ہیں جن کو وہ اپنے شریک حیات کے لیے ادا کرتا ہے۔جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو اس عورت نے ساری رات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گذاری جب تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو اس عورت کو اپنے خاوند کے پاس آ جانا چاہیے اگر چہ وہ عورت تنور پر بیٹھی ہو''۔(معجم الکبیر ج ۸ ص ۳۹۸' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۶) اسی طرح ایک اور ارشاد گرامی ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کر دیتی ہے تو خدا تعالیٰ اس عورت پر ناراض رہتا ہے جب تک کہ اس کا خاوند اس پر راضی نہ ہو جائے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازدواجی رضامندی کی جزا کے بارے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۲۲۷) ایک عورت حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں کہ یہ جہاد جو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا' اگر تو وہ مال غنیمت پالیں تو اجر پاتے ہیں اور اگر قتل ہو جائیں تو وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ہم عورتوں کا گروہ جوان مردوں پر زبان درازی بھی کر لیتا ہے اس کے بدلے ہم پر کیا وبال ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جس عورت کو ملو میری بات اس تک پہنچا دو کہ خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے حق کو تسلیم کرنا یہ جہاد ہی کے برابر ہے' حالاں کہ تم میں سے کم ہی ایسی عورتیں ہیں'' (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۵) جو خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔دین اسلام خاوند کو عزت عطا کرتا ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی بندے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔اسلام نے خاندان کی سربراہی' اس کی ضروریات کی کفالت اور خانگی امور کے نظم و نسق کا اختیار مرد کو سونپا ہے کیونکہ مرد ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے میں اور مسائل کو حل کرنے میں عورت سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور اسی طرح جسمانی بناوٹ کے اعتبار سے بھی عورت سے زیادہ مضبوط ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد کو جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ عقل کا کمال اور

رائے کی پختگی بھی عطا فرمائی ہے جب کہ عورت اپنی فطرت اور تخلیق کے اعتبار سے جسمانی طور پر نازک اور نرم دل ہے۔اس پر شفقت کا غلبہ ہوتا ہے۔عورت پر جسمانی کمزوری کے کچھ ایسے عوارض لاحق ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اس سے بعض اوقات عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔حیض اور نفاس کے دوران وہ نماز اور روزے سے بری ہوتی ہے۔انہی وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے خاندان کی سربراہی کے لیے مردوں کو مختص فرمایا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء:۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے بھی کہ وہ (مردان پر) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کو امامت کا' حکمرانی کا' فتویٰ دینے' جہاد کرنے اور وراثت میں زیادہ حصے کا حق دار ٹھہرایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ (البقرہ:۲۲۸)

البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے نیک عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''دنیا متاع ہے اور اس دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے'' (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۳۰۸۳) اور حضور ﷺ نے عورت کو مرد کے لیے پرہیز گاری کے بعد سب سے بڑی منفعت فرمایا ہے۔آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: ''بندہ مومن تقویٰ اور پرہیز گاری کے بعد سب سے اچھی چیز جس سے مستفید ہوتا ہے وہ نیک عورت ہے کہ جب خاوند اس کو کسی بات کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر اس پر قسم اٹھائے تو وہ اس کو پورا کرے اور جب وہ اس سے دور چلا جائے تو اس کی عدم موجودگی میں وہ عورت اپنی عزت اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے''۔(کشف الخفاء ج۲ص۲۳۶' مشکوٰۃ المصابیح ج۲ص۹۳۰۔رقم الحدیث:۳۰۹۵) رسول اللہ ﷺ نے عورت کے نیک' صالح ہونے کا معیار مال و دولت کی کثرت اور حسن و جمال کی زیادتی کو قرار نہیں دیا بلکہ عورت کے نیک ہونے کا معیار خاوند کی اطاعت اور اس کو خوش رکھنا ہے کہ خاوند اس میں کوئی برائی اور قبیح خصلت نہ دیکھے اور

اسی طرح عورت کے نیک ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب خاوند کام کاج کے سلسلے میں کہیں دور گیا ہو تو اس کی عدم موجودگی میں عورت اپنے دامن عفت کو داغدار نہ کرے' حالاں کہ کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی عدم موجودگی میں نگرانی نہ ہونے کے باعث موقع پا کر ایسے غلط راستوں پر چل نکلتی ہیں کہ جو ان کے خاوندوں کو پسند نہیں ہوتے۔ ایسی عورتوں کے لیے نہ تو ضمیر و دین رکاوٹ ہوتا ہے اور نہ ہی اخلاق مانع ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب خاوند کی رکاوٹ اور نگرانی نہ رہے تو فتنہ ظاہر ہوتا ہے اور برائی جنم لیتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ انھیں ایک خیمہ میں سے ایک عورت کی آواز آئی جو یہ شعر گنگنا رہی تھی:

"رات کتنی طویل اور تاریک ہے لیکن میرے پہلو میں میرا دوست (شوہر) نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو اس چارپائی کے کناروں کو ہلا کر رکھ دیتی لیکن میرے رب کا خوف' شرم وحیا اور میرے خاوند کی عزت وکرامت مجھے اس (بدکاری) سے روکتی ہے"۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ ایک مسلمان فوجی کی بیوی ہے اور اس کا خاوند کئی مہینوں سے میدان جنگ میں گیا ہوا ہے اور اسے اکیلے چھوڑ گیا ہے۔ یہ اپنے رب کے خوف سے اپنی عزت وناموس کی پاکیزگی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان جاری کر دیا کہ ایک خاص مدت سے زائد کوئی بھی فوجی میدان جنگ میں نہ رہے۔ وہ ایک خاص مدت کے بعد کچھ دنوں کے لیے اپنے اہل وعیال کے پاس آئے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرے پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ کر دین اور قرآن کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط. (النساء:۳۴)

تو نیک عورتیں اطاعت گذار ہوتی ہیں' حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں) کی غیر حاضری میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے۔

پس قرآن مجید کی روشنی میں صالح عورتیں وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کی مطیع اور فرمانبردار ہوں' ان کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرتی ہوں اور تعلق زوجیت کو گناہ اور گندگی

سے محفوظ رکھتی ہوں‘ خلوت میں ان کے اور ان کے خاوندوں میں ہونے والی بات چیت اور سرگوشیوں کی امانت دار ہوں اور کسی دوسرے کو نہ بتاتی ہوں اور شدید محبت اور خلوص کے ساتھ اپنے خاوندوں کی طرف ہی راغب رہتی ہوں اگرچہ ان کے خاوند ان سے دور ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآن مجید نے ان صالح اور مطیع عورتوں کی صفات ذکر کرنے کے بعد ان عورتوں کے احوال بھی ذکر کیے ہیں جو اطاعت سے نکل کر سرکشی اور گناہ کا ارتکاب کرتی ہیں اور قرآن مجید نے اس نافرمانی اور سرکشی کا علاج بھی بتایا ہے۔پس اگر ایسی صورت ہو کہ عورت گناہ کا ارتکاب کرتی ہو تو قرآن مجید کے حکم کے مطابق پہلے نمبر پر اس کو نرمی اور پیار کے ساتھ سمجھایا جائے۔اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اس کا بستر الگ کر دینا چاہیے۔اس طرح نفسیاتی طور پر وہ متاثر ہو گی۔اگر پھر بھی نہ سدھرے تو پھر اس کو سزا دی جائے۔قرآن مجید نے اس علاج میں تدریج اور ربط رکھا ہے۔پہلا درجہ نفسیاتی تجزیے کا وضع کیا ہے۔قرآن مجید نے انسانی طبیعتوں کو کھول کر بیان کیا ہے اور مختلف طبیعتوں اور مزاجوں کے فرق کو واضح کیا ہے۔جن طبیعتوں کا تعلق پہلے درجے سے ہے وہ دوسرے درجے سے موافقت نہیں رکھتیں اور جو اس درجے سے مختلف ہیں وہ تیسرے درجے سے مناسبت رکھتی ہیں۔پس ان مزاجوں اور طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے قرآن مجید نے اس کا صرف ایک علاج ہی نہیں بیان کیا بلکہ ہر مرض کے موافق دوا تجویز کی اور ہر نفس اور طبیعت کی مطابق سزا متعین فرمائی۔عورتوں کی نفسیات بھی مختلف ہوتی ہیں۔بعض عورتوں کو زبانی کلامی ڈانٹ ڈپٹ کی جائے تو وہ برائی سے رک جاتی ہیں اور فرمانبردار ہو جاتی ہیں۔دوسری قسم کی نفسیات والی جو عورتیں ہیں ان کو پیار اور آرام سے سمجھانا فائدہ نہیں دیتا۔انہی کے لیے شریعت نے نفسیاتی سزا متعین کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے بستر علیحدہ کر دیئے جائیں اور جنسی تعلق قائم نہ کیا جائے کیونکہ یہ چیز عورت کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ اس کا خاوند اس کے قریب نہ آئے اور اپنا بستر علیحدہ کر لے۔ایسی صورت میں کتنے ہی شکوک وشبہات جنم لیں گے اور کتنی ہی باتیں دل میں کھٹکیں گی اور تہمتیں لگائی جائیں گی‘ تو جب وہ اپنے خاوند کے لیے ہی مؤثر اور مرغوب نہ رہی تو اس کا فتنہ کم نہ ہو جائے گا؟ اور کیا اس کی جوانی‘ بانک پن اور نسوانی حسن ماند نہ پڑ جائے گا؟ اور کیا ازدواجی تعلقات میں عورت کے پاس نسوانیت کے سوا بھی کچھ ہے؟ تو جب

عورت کی نسوانیت ہی ناکارہ ہوگئی اور خاوند کے لیے مؤثر نہ رہی تو اب عورت کے پاس اور کون سا سامان اوز اسلحہ ہے جس کو استعمال میں لائے اور جب اسلحہ ہی نہ رہے تو مقابلہ کیسے ہوسکتا ہے پھر بامر مجبوری ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں اور اطاعت قبول کرنی پڑتی ہے۔ تیسری قسم کی نفسیات والی عورتیں کہ جن کے جذبات شدید ہوں اور خواہشات بے لگام ہوں ان کو یہ نفسیاتی سزا بھی فائدہ نہیں دیتی پس ان کی سزا اس سے سخت ہوتی ہے ان کو جسمانی سزا دی جاتی ہے۔

دوسری بحث :

شادی بیاہ امور حیات میں سے اہم کام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ (الرعد: ۳۸)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی۔

جب نوجوان کی مردانگی حد کو پہنچ جائے اور اس کا نفس شادی کی طرف رغبت کرے اور وہ اتنی طاقت رکھتا ہو کہ اپنا اور اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کر سکے تو اسے جلد شادی کر لینی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی ضمن میں ارشاد فرمایا:

''اے جوانوں کے گروہ! جو تم میں سے جماع کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ شادی کرلے کیونکہ شادی نظر کو بچانے اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے ہے اور جو جماع کی قدرت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لیے برائی سے رکاوٹ ہے''۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۳ صحیح مسلم ج اص ۲ النسائی ج ۴ ص ۱۶۹ مسند احمد ج اص ۳۸۷۔۴۲۴)

''باءۃ'' کی لغوی تشریح

مصباح المنیر میں لکھا ہے کہ ''باءۃ'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹ لوٹتا ہے پھر اس کا معنی گھر سے تعبیر کیا گیا ہے پھر یہ کنایۃً جماع کے لیے استعمال ہونے لگا۔

یعنی رسول اللہ ﷺ جوانوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ جب اپنے نفس میں عورت کی طرف

شدید میلان محسوس کریں اور اپنے گھر اور بیوی (اپنے اہل وعیال) کی مالی کفالت کی استطاعت رکھتے ہوں تو انہیں جلد شادی کر لینی چاہیے۔ یہ شریف النفس آدمی کی خصوصیات میں سے ہے اور نفیس اور عمدہ معاشرے کی پہچان ہے۔ قدیم عرب کے معاشرے اور موجودہ دور کے جدید معاشرے میں لڑکی اور لڑکے کو نکاح کے بغیر اکٹھے رہنے کی آزادی دی جاتی ہے اور اس قبیح عمل کو شخصی آزادی کا نام دیا جاتا ہے جس میں مرد کو مالی کفالت پر قادر ہونے کے باوجود یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ بغیر شادی کے زندگی گزارے اور اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے لیے جو ذریعہ میسر ہو اسی پر اکتفا کرلے یہ جنسی بے راہ روی ہے بعض نوجوان دولت بڑھانے اور شادی کی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اور کھانے پینے کے معیار اور لباس کے سٹینڈرڈ کو برقرار رکھتے ہوئے ایسی ہی جنسی بے راہ روی کا سہارا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ یہ نہیں چاہتے کہ اگر ان کی بیوی یا اولاد ہو تو وہ ان کے لیے قربانی دیں۔ ایسے لوگ اپنے بیوی بچوں کے لیے قربانی کا جذبہ نہیں رکھتے۔ جب ہم دین کے ان زریں اصولوں اور دین کی بتائی ہوئی پاکیزہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر ہم اس بے راہ روی اور عریانی و فحاشی کا سوال عقل اور معاشرتی فطرت سے پوچھتے ہیں تو ہم اس خود غرضی پر مطلع ہوتے ہیں جو روحانی اقدار کو پامال کرتی ہے اور مادی برتری قائم کرتی ہے۔ پس جب معاشرہ اپنے افراد کے لیے اس بات کو روا رکھے کہ مادی ترغیبات مقدس رشتوں سے زیادہ عزیز ہیں اور یہ کہ مال اور نفسانی خواہشات عزت و شرافت سے اعلیٰ ہیں تو پھر ایسے معاشرے سے کس خیر اور بہتری کی توقع کی جاسکتی ہے؟ جس معاشرے کے افراد نے خود غرضی کو اپنا معبود اور اللہ بنا لیا ہو وہ ایک دوسرے کے لیے کہاں بہتری چاہتے ہیں؟ ایسے معاشرے کے وہ لوگ جن کو عیش و عشرت اور شہوات نفسانی نے کمزور کر دیا ہو اور اس کمزوری نے ان کو دنیوی زندگی کی رغبت اور اس کی عبادت کے حوالے کر دیا ہو ان سے اپنے وطن کے لیے کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے؟ ان حالات میں اگر وطن پر حملہ ہو جائے تو نفسانی خواہشات میں ڈوبی ہوئی قوم پہلے حملے میں ہی پسپا ہو جاتی ہے۔ فرانس کی جرمنی کے سامنے شکست اور جرمن فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا بھی تو انہی شہوات نفسانی اور شخصی آزادی کے وجہ سے تھا حتیٰ کہ ان کے قائد بیٹن نے انہیں شکست کی صبح کہا تھا: تم اپنی خطاؤں کو ترازو میں تولو یہ بہت بھاری ہیں تم نے خاندانی زندگی سے روگردانی اختیار کی اور اولاد طلب نہ کی تم نے اخلاقی بلندی اور روحانی اقدار کو نظر

انداز کیا اور تم نے ہر جگہ شہوات نفسانی کی ہی پیروی کی۔ پس اب دیکھو کہ ان شہوات نفسانیہ نے تمہیں کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

آپ غور کریں کہ اسلام شادی کا حکم دیتا ہے اور اخلاقی برتری کی تلقین کرتا اور لوگوں میں فحاشی کے پھیلاؤ کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک بہترین فطرتی معاشرہ اسلام کے احکامات کے تحت ہی چل سکتا ہے۔ یہ بات بڑی افسوس ناک ہے کہ جنسی بے راہ روی کا یہ گھٹیا طریقہ ہمارے درمیان بھی چل نکلا ہے۔ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ایک آدمی بغیر نکاح کیے چالیس پچاس عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کر گزرتا ہے لیکن وہ برائی کا ارتکاب کرنے کے باوجود اپنے دل میں کسی قسم کا حیا محسوس نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو اور اپنے کیے پر افسوس کرے بلکہ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ معاشرہ بھی اسے برا نہیں کہتا اور نہ ہی اسے اس کے کرتوتوں پر شرم دلاتا ہے بلکہ معاشرے میں وہ ایک شریف شہری کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلم علماء میں سے علامہ امام ابن حزم کے نزدیک ہر مسلمان جو کفالت کی قدرت رکھتا ہو اس پر شادی فرض ہے اور جس نے شادی کو ترک کیا یا اس سے سستی کا مظاہرہ کیا تو وہ بندہ گناہ گار ہے کیونکہ اس نے فرائض اسلام میں سے ایک اہم فرض کو ترک کیا ہے۔ علماء کا ایک بڑا گروہ شادی کو واجب قرار دیتا ہے اور دلیل کے طور پر وہ رسول اللہ ﷺ کا وہ قول پیش کرتے ہیں کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا صرورة فی الاسلام. اسلام میں شادی اور حج سے روگردانی بالکل نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۲)

صرورۃ اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جس نے شادی سے راہ فرار اختیار کی ہو یا حج کرنے سے رک گیا ہو اس کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس نے اپنے مال کو بچا لیا اور اللہ کے راستے میں نہ نکلا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو مالدار ہو اسے شادی کرنی چاہیے پھر اگر اس نے شادی نہ کی تو وہ میری امت سے نہیں''۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۳)

پس جو اہل وعیال کی کفالت پر قادر نہ ہو اسے روزے رکھنے چاہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک روزہ طبعی حرارت اور جبلی فطرتی جوش سے تجھے باز رکھتا ہے۔

تیسری بحث:

شادی بیاہ عبادت وفطرت کے لحاظ سے

بے شک لوگ جنس مخالف کی طرف جذبات کے میلان سے خوب واقف ہیں۔ دونوں جنسوں کے درمیان پایا جانے والا یہ تعلق ان کے جذبات اور اعصاب کو مصروف رکھتا ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان پائے جانے والے میلانات اور مختلف قسم کے جذبات انہیں آگے بڑھاتے ہیں اور ان میں تحریک پیدا کرتے ہیں' لیکن کم ہی ایسے لوگ ہیں جو اس قدرت الٰہی کو یاد رکھتے ہیں جس نے ان کے لیے انہی میں سے جوڑے پیدا کیے اور ان کے دلوں میں یہ جذبات واحساسات ودیعت کیے اور اس باہمی تعلق میں قدرت نے طبیعت اور اعصاب کا سکون' جسم اور دل کا آرام' زندگی اور حیات کا قرار' روحوں اور دلوں کی محبت اور عورت ومرد کے لیے برابر اطمینان وسکون رکھ دیا ہے۔ قرآنی تعبیر ان تعلقات کی تصویر کشی یوں کرتی ہے کہ گویا یہ تصویر دل کی گہرائیوں اور احساس کی پہنائیوں سے لی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم:۲۱)

اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات) بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

یہ خالق کائنات کی حکمت اور کاری گری ہے کہ اس خالق نے دونوں جنسوں کو ایک دوسرے کے لیے موافق اور ایک دوسرے کی نفسیاتی' عقلی اور جسمانی فطرتی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہر جنس کو دوسرے کے موافق تخلیق فرمایا تاکہ وہ ایک دوسرے سے راحت' اطمینان اور قرار جان محسوس کریں اور اپنی اجتماعی زندگی میں سکون' محبت اور شفقت حاصل کریں کیونکہ ان دونوں جنسوں کی نفسیاتی' عصبی اور عضلاتی کشش ایک دوسرے کے لیے رغبت کا باعث ہوتی ہے جو بالآخر ان کے امتزاج اور ملاپ پر منحصر ہوتی ہے تاکہ ایسی

زندگی کی طرح ڈالی جائے' جو نئی نسل کے لیے مثال بن سکے۔ پس عورت کی تخلیق مرد کے ذات سے ہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ اس نے تمہارے نفسوں سے تمہارے لیے جوڑے بنائے۔ (النحل:۷۲)

یعنی وہ عورتیں تم سے ہیں' تمہارے جسم کا ٹکڑا ہیں' یہ کوئی علیحدہ مخلوق نہیں ہیں بلکہ تمہاری جانوں سے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا۔ وہ (خدا ہے) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ اطمینان حاصل کرے اس (جوڑے) سے۔ (الاعراف:۱۸۹)

یہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے ایک ہی نفس ہے اگرچہ مذکر اور مونث کے فرائض منصبی مختلف ہیں اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ خاوند اور بیوی ایک دوسرے سے سکون اور راحت حاصل کریں۔ یہی اسلام کا نقطہ نظر ہے۔ انسان کی حقیقت اور اس کی تخلیق میں ازدواجی تعلق کا یہی اسلامی نقطہ نظر ہے۔ اسی کامل اور سچے نظریے کو اسلام نے تقریباً چودہ سو سال پہلے پیش کیا۔ ان حالات میں جب پچھلے ادیان کو بدل دیا گیا تھا اور عورت کو انسانی مصائب و آلام کی جڑ تصور کیا جاتا تھا' عورت کو ایک لعنت سے تعبیر کیا جاتا تھا اور اسے پلید اور گھٹیا سمجھ کر اس سے نفرت کی جاتی تھی۔ اسلام سے پہلے کے بت پرست اور موجودہ دور کے بت پرست عورت کو معمولی اور گھٹیا مال تصور کرتے ہیں یا اس سے زیادہ ادنیٰ سی لونڈی خیال کرتے ہیں' جس کا مرد پر مطلقاً کوئی حق نہیں ہے۔ دراصل دونوں جنسوں کے ملاپ سے وہ سکون و اطمینان اور محبت جنم لیتی ہے جس کے سائے میں چھوٹی اولاد نشوونما پاتی ہے اور انسانی قیمتی سرمایہ پھلتا پھولتا ہے اور ایسی پرامن اور محبت بھری فضا میں ہی نسل انسانی تہذیب وتمدن کی میراث کو اٹھانے کی اہل ہوتی ہے۔ عورت اور مرد کا تعلق محض لذت اور عارضی وقتی جنسی تسکین کے لیے نہیں اور نہ ہی عورت اور مرد کے دائرہ اختیار اور فرض منصبی سے تعارض وتکرار کے لیے بنایا گیا ہے' جس طرح قدیم جاہلی معاشرے یہ سمجھتے تھے اور جب انسان نے

اپنے نفس میں غور وفکر کیا' وہ نفس جسے نہ تو انسان نے تخلیق کیا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں علم تھا' اس غور وفکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے انسان کو مطلع فرمایا کہ یہ نفس ایک ہی ہے اور یہ اپنی فطرت اور خصوصیات کے اعتبار سے بھی ایک ہی ہے اور یہ خصوصیات ہی اس کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ نفس اپنے افراد کوانہی خصوصیات کے دائرہ میں جمع کرتا ہے۔ یہ نفس انسانی تمام روئے زمین پر' تمام ادوار میں اور تمام نسل انسانی میں ایک ہی ہے اور اس کا جوڑا اسی ایک نفس سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا . (الاعراف:۱۸۹)	وہ خدا جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔

عمومی بشری خصوصیات میں عورت کی مطابقت مرد کے ساتھ ہے مثلاً مرد اور عورت کے بشری وجود کے بنیادی ڈھانچے میں مطابقت ہے۔ اسلام نے ایسا طریقہ مقرر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ عورتیں اور مرد اس پر چل کر ایک پاکیزہ خاندان کی بنیاد ڈالیں اور اس شادی کے راستے کو اپنا کر اپنی زندگی کو نظیف وطاہر بنائیں اور انسان پر اس کی آسانی اور نرمی کو کھول کر بیان کیا ہے جس سے وہ پاکیزہ اور طاہر زندگی گزار سکتے ہیں اور اسلام نے ایسے قوانین وضع کیے ہیں کہ جن پر خاندانی نظام کا بنیادی ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے' جس میں میاں بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ اسلام کے ان اساسی قوانین پر عمل کر کے پر امن معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق شادی بیاہ کرنا' مباشرت کرنا' اولاد پیدا کرنا اور اہل وعیال کے حقوق کے لیے ہر کام کرنا عبادت شمار ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی انوکھی کاریگری میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا' پھر اس کا نسب اور جوڑا بنایا اور مخلوق میں شہوت کا جذبہ رکھا جس کی وجہ سے وہ بیج بونے کی طرف مجبور ہوتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل کو قائم رکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نکاح کرنے کی تلقین فرمائی اور استحباباً اور حکماً اس پر ابھارا کیونکہ نکاح دین پر عمل کرنے میں مددگار رہے اور شیطان کی حقارت کا باعث اور اللہ کے دشمن کے مقابلے میں حفاظت کا ذریعہ ہے اور یہ نکاح امت کی کثرت کا ذریعہ ہے جس سے ہمارے آقا حضور سید المرسلین ﷺ دوسرے تمام انبیاء کی امتوں کی نسبت فخر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی طرف رغبت دلائی اور اس کا حکم دیا ہے، فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ. اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم

(النور:۳۲) میں سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ تو نہ منع کرو انہیں کہ نکاح کر لیں

اَزْوَاجَهُنَّ. (البقرہ:۲۳۲) اپنے خاوندوں سے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے نکاح سے روکنے کو منع فرمایا ہے اور اس پر نہی فرمائی ہے کہ تم کسی کو نکاح کرنے سے نہ روکو۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ اور بے شک ہم نے کئی رسول آپ

جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً. سے پہلے بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور

(الرعد:۳۸) اولاد بنائی۔

اور اولیاء کرام نے جو دعا میں نکاح کا سوال کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے، پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا اور وہ جو عرض کرتے رہتے ہیں کہ

مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ. اے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی

(الفرقان:۷۴) طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک مرحمت فرما۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نکاح کرنا میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے روگردانی اختیار کی اس نے مجھ سے روگردانی کی۔ (صحیح الجامع الصغیر ج۲ ص۱۱۵۱۔ رقم الحدیث:۶۸۰۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

جس نے میری سنت (نکاح) سے روگردانی اختیار کی وہ میری امت سے نہیں۔

(صحیح البخاری ج۷ ص۲، صحیح مسلم۔ باب النکاح:۵)

اسی طرح فرمایا: "اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو جماع کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسے شادی کر لینی چاہیے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ

یہ اس کو برائی سے روکنے کا باعث ہیں''۔(صحیح البخاری ج ۷ص ۳' صحیح مسلم ج ۱ص ۲)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جب تمہارے پاس ایسے رشتے آئیں جن کی دین داری اور امانت داری کو تم پسند کرتے ہو تو ان سے شادی کر لو اگر یوں نہ کیا تو ایسے گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے جو زمین میں فتنے اور بڑے فساد کا باعث ہو گا۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۶۶)

یہ بھی نکاح کی طرف ترغیب دینا ہے تاکہ فتنہ وفساد کا خوف نہ رہے۔

اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد ہے:''مرنے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے' نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرتی ہے الخ''(التمہید ج ۱ص ۲۱۳' صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۹۳) یہ سعادت بھی اسے حاصل ہوتی ہے جس نے نکاح کیا اور اولاد پیدا کی اور ان کی بہتر تربیت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''نکاح کرنے سے یا تو کمزوری روکتی ہے یا فسق و فجور روکتا ہے''۔

پس انہوں نے یہ بات واضح کر دی کہ دین اسلام نکاح سے روکتا نہیں بلکہ حکم دیتا ہے جبکہ نکاح سے روکنے والی یہ دو مذموم چیزیں ہی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نکاح کے بغیر عبادت گذار کی عبادت ہی مکمل نہیں ہوتی۔

یہ ظاہر بات ہے کہ ایک عبادت گذار اللہ تعالیٰ کے فرمان کا طلب گار ہوتا ہے۔جب شہوت کا غلبہ ہو گا تو وہ اپنا دل مکمل طور پر اس کے حوالے نہ کر سکے گا۔اب نکاح ہی ایسا طریقہ ہے جو اس کی شہوت کو کم کرتا ہے تو اس طرح جب دل نکاح کرنے کے باعث شہوت کے جذبات سے خالی ہو گیا' اب عبادت میں یکسوئی ہو گی اور عبادت مکمل ہو گی۔ایک صحابی جنہوں نے مستقل طور پر رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کر لی اور آپ کی خدمت کرنے لگے اور اپنی اس عادت کی وجہ سے رات بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس گذارتے تو ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں غریب ہوں' میرے پاس کچھ نہیں اور میں نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت پر مامور کر لیا ہے۔حضور ﷺ خاموش ہو گئے' پھر آپ علیہ السلام نے سوال دہرایا تو صحابی نے وہی جواب دیا۔اب صحابی نے کچھ دیر سوچا اور دل میں کہا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں

جو چیز دنیا و آخرت میں میرے لئے اچھی ہے اور جو چیز مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ہے۔ اب اگر آپ ﷺ نے مجھے تیسری مرتبہ پوچھا تو میں ضرور نکاح کر لوں گا' رسول اللہ نے تیسری بار پوچھا: کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ صحابی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری شادی کر دیجئے تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاں قبیلے میں جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کرو۔ صحابی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس تو حق مہر کے لیے بھی کچھ نہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کے لیے گٹھلی کے برابر سونا جمع کرو۔ پس صحابہ نے کچھ سونا جمع کیا اور اس کو لے کر اس قوم کے پاس گئے۔ پس انہوں نے اس صحابی کا نکاح کر دیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب ولیمہ کرو۔ پس صحابہ نے ایک بکری ولیمے کے لیے پیش کر دی۔ (تخریج احادیث الاحیاء ج ۲ ص ۲۳) یہ ساری وضاحت نکاح کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلی امتوں میں ایک شخص جس نے سب سے زیادہ عبادت کی اس کی عبادت کا ذکر اس وقت کے نبی کے سامنے کیا گیا' ان کے نبی نے ارشاد فرمایا کہ وہ بہترین آدمی ہوتا اگر وہ سنت کا تارک نہ ہوتا۔ یہ سن کر وہ عبادت گزار پریشان ہوا اور اس نے اپنے نبی سے اس سنت کے بارے میں پوچھا تو نبی نے فرمایا کہ تم سنت نکاح کے تارک ہو۔ اس عبادت گزار نے عرض کی کہ نکاح کو میں نے اپنے اوپر حرام نہیں کیا بلکہ میں غریب ہوں اور لوگوں کے سہارے پر ہوں تو ان کے نبی نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی سے کرتا ہوں' پس نبی نے اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا' معلوم ہوا کی نکاح انبیاء کی سنت واخلاق میں سے ہے' نکاح کے پانچ فائدے ہیں: (۱) اولاد (۲) شہوت کا توڑ (۳) گھر کی آبادی (۴) خاندان کی کثرت (۵) عورتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مجاہدۂ نفس۔

چوتھی بحث:

نکاح کے فوائد

پہلا فائدہ: اولاد ہے اور یہی اصل بنیاد ہے' اسی لئے نکاح کا حکم دیا گیا ہے تا کہ نسل انسانی باقی رہے۔

شہوت ہی اس کی طرف ابھارتی ہے اور برانگیختہ کرتی ہے‘اولاد کے حصول میں چار وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے اور یہی شہوات نفسانیہ کے فتنہ وفساد سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے حتیٰ کہ کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بغیر اہل وعیال کے مجرد پیش ہو‘اولاد کے حصول کی چار وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ:یہ بڑی دقیق ہے اور عام لوگوں کا خیال اس کی طرف نہیں جاتا حالاں کہ یہ بہت مضبوط اور اہم ہے۔اس کی مثال اس طرح دی گئی ہے کہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو کھیتی مہیا کرے‘اس میں چلانے کے لیے ہل دے اور بونے کے لیے بیج دے اور وہ غلام بھی کھیتی کاشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور جس چیز کا تقاضا کرے وہ بھی دے دی جائے تو پھر وہ غلام سستی کرے‘ہل خراب کر دے‘بیج ضائع کر دے اور جو کام اسے سونپا گیا تھا اسے نہ کرنے کے حیلے بہانے تلاش کرے تو پھر یہ غلام اپنے سردار کے طرف سے سزا کا مستحق ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مونث کو پیدا کیا اور مرد کی پشت میں نطفہ پیدا کیا اور اس نطفے کے رکھنے کی جگہ عورت میں بنائی۔عورت کے رحم کو اس نطفے کا ٹھکانہ بنایا اور عورت مرد دونوں میں شہوانی جذبات رکھ دیئے۔یہ تمام افعال اور آلات اپنے خالق کی کاریگری کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور ارباب عقل کو اس تخلیق پر تعریف کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تنا کحوا تکثروا. تم باہم نکاح کرو اس سے تم کثرت پاؤ گے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۰۳۹۱)

اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کی زبان اقدس سے اس بات کی تصریح نہ فرماتا تو پھر ان معاملات کی وضاحت کیسے ہو پاتی اور کیسے ان اسرار سے پردے اٹھتے؟ پس ہر وہ چیز جو نکاح سے روکتی ہے وہ کھیتی سے موڑنے والی ہے‘بیج کو ضائع کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو آلات تناسل تخلیق فرمائے ہیں ان کو بے کار کرنے والی ہے اور فطرت کے قانون اور حکمت سے منہ موڑنے والی ہے تو معلوم ہوا کہ جو شخص کھیتی یعنی عورت ہونے کے باوجود‘بیج یعنی نطفہ ہونے کے باوجود‘ آلات زراعت یعنی آلات تناسل ہونے کے باوجود اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا حکم نکاح اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نکاح کے باوجود نکاح نہیں کرتا وہ اپنے خالق کی طرف سے سزا کا مستحق ہے کیونکہ نکاح کرنا نسل انسانی کی تکمیل کے لیے ہے

اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ تکمیل ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام جن کی ابھی نرینہ اولاد نہ ہوئی تھی ان کے دل میں اولاد کی رغبت نے انگڑائی لی، وہی نرینہ اولاد کی فطری رغبت جو نفوس بشریہ میں پیدا ہوتی ہے، وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لیے وقف کر دیا ہوتا ہے اور اپنی جان کی نذر مان لی ہوتی ہے ان میں بھی یہ اولاد کی چاہت ہوتی ہے، تو حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (آل عمران:۳۸)

وہیں دعا مانگی زکریا نے اپنے رب سے عرض کی: اے میرے رب! عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے ۝

اسی طرح قرآن حکیم نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے فرمایا کہ انہوں نے یوں دعا کی:

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ (الانبیاء:۸۹)

اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے ۝

یہی وہ فطرت سلیمہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ نسل انسانی میں اضافہ ہو اور وہ نشو ونما پائے۔

دوسری وجہ: اولاد پیدا کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی اور آپ علیہ السلام نے خود اس سنت کو اپنایا۔ محبت رسول اللہ ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ حضور ﷺ کی رضا کے حصول کے لیے اولاد پیدا کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد زیادہ پیدا کرو تا کہ میں اپنی کثرت امت کی وجہ سے دوسرے انبیاء پر فخر کروں۔

تیسری وجہ: نیک اولاد انسان کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مرنے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کے، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے یا صدقہ جاریہ یا ایسا علم اس نے چھوڑا ہو جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں"۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۹۳)

کیونکہ جو مسلمان ہے وہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتا ہے اور اسے نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ الغرض مومن خواہ نیک ہو یا بد اس کی دعا اپنے والدین کے حق میں مفید ثابت ہوتی

ہے اور مرنے والے کو اس کا ثواب ضرور ملتا ہے جب کہ اولاد کی برائیوں پر والدین سے مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کسی ایک کے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالے گا۔
اس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ. (الطور:۲۱)

ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے عملوں میں ذرہ بھر۔

یعنی ہم نے اعمال میں کمی نہیں کی بلکہ ان کی اولاد کی نیکیوں کے باعث ان کے ثواب میں اضافہ کیا ہے۔
چوتھی وجہ: اگر بچہ والدین سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ والدین کی شفاعت کرتا ہے جس طرح حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ وہ مرنے والا چھوٹا بچہ والدین کا کپڑا پکڑے گا جس طرح ابھی میں نے تمہارا کپڑا پکڑا ہوا ہے''۔ (مسلم)
اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمان عالی شان ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان بچوں کو کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ' پس وہ کہیں گے: ہم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے والدین جنت میں داخل نہ ہوں' پس حکم دیا جائے گا: تم اپنے والدین کو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (نسائی)
صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی' عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے تین بچے فوت ہو گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے دوزخ کے آگے اپنے لیے مضبوط رکاوٹ بنالی ہے۔
اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے ہوں اللہ تعالیٰ ان بچوں کی وجہ سے اس پر رحمت فرماتے ہوئے اس کو جنت میں داخل کرے گا' عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! اگر دو بچے فوت ہوئے ہوں تب بھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! دو بچے ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا۔
(متفق علیہ)

نکاح کا دوسرا فائدہ: نکاح کا دوسرا فائدہ شیطان سے بچاؤ' شہوت کے فتنے کا توڑ' نگاہ کا پردہ اور شرم گاہ کی حفاظت ہے۔ حضور ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جس نے نکاح کیا اس نے نصف دین کو محفوظ کر لیا' اب اسے دوسرے نصف کے لیے اللہ سے ڈرنا چاہیے"۔ (اتحاف المتقین ج ۵ ص ۳۰۰' العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۱۲۲' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۲)

اولاد انسان کا فطری تقاضا ہے اور شہوت اس پر ابھارتی ہے۔ شہوت کے فتنے سے چھٹکارا دلانے کی وجہ سے نکاح دین میں اہمیت کا حامل ہے۔ شہوت کے غلبے کے وقت جب اس پر قابو نہ پایا جائے تو انسان بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا ہے:

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۗ (الانفال: ۷۳)	اگر تم ان احکام پر عمل نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا O

اگر کوئی شخص شہوات نفسانیہ کو تقویٰ اور پرہیز گاری سے لگام دے تو وہ زیادہ سے زیادہ اپنے اعضاء و جوارح کو بدکاری کے ارتکاب سے بچا سکتا ہے۔ وہ اپنی نظر نیچی کرے گا اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے گا لیکن دل کو وسوسوں سے محفوظ رکھنا اس کے بس میں نہیں ہے بلکہ اس کے دل میں برے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اکثر اوقات شیطان بھی اس کے دل میں برے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ کبھی یہ خیالات نماز کی حالت میں بھی دل میں آ جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات ایسے ایسے برے خیالات بھی آ جاتے ہیں کہ اگر ان کا ذکر کسی بداخلاق شخص کے سامنے بھی کیا جائے تو وہ بھی اس سے شرما جائے' لیکن اللہ تعالیٰ دل کی ہر بات پر مطلع ہے' دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے ہی ہے جس طرح لوگوں کے سامنے زبان کی یعنی جس طرح لوگوں کے سامنے بات کی جائے تو وہ اس پر مطلع ہوتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ دل کے ہر خیال پر مطلع ہے۔ آخرت کی راہ پر چلنے والے سالک کے لیے اس کا دل سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات بھی اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: عبادت گذار کی عبادت نکاح کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ بنی نوع انسان کے خلاف شیطان کا سب سے مضبوط ہتھیار شہوت ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے ارشاد فرمایا: اے عقل اور دین میں ناقص عورتو! میں نے تم سے زیادہ مردوں کی عقلوں پر غلبہ پانے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے' حضور ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: "اے اللہ! میں اپنی سماعت، بصارت' دل اور نفس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ (سنن الترمذی رقم

الحدیث:۳۴۹۲،سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۵۶،مسند احمد ج۳ص ۴۲۹)معلوم ہوا جس کے شر سے اللہ تعالیٰ کے رسول پناہ مانگتے ہیں اس سے کسی دوسرے کوستی برتنا کیسے جائز ہے۔ درحقیقت بیوی کا ہونا دل ونگاہ کی پاکیزگی اور طہارت کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ تم میں سے جو بھی کسی عورت کو دیکھے اور اس کا نفس اس عورت کی طرف رغبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کر لے۔ (مسند احمد) کیونکہ ایسا کرنا اس کے دل سے وسوسوں کو ختم کر دے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راویت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا تو آپ علیہ السلام ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی حاجت کو پورا کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت بے پردہ ہوکر شیطانی صورت میں تمہارے سامنے آئے اور تم میں سے کوئی اس عورت کو دیکھے اور وہ عورت اس کو اپنی طرف رغبت دلائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آجائے کیونکہ جو کچھ اس عورت کے پاس ہے وہی اس کی اپنی بیوی کے پاس ہے۔ (رواہ مسلم وترمذی)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسی عورتوں کے پاس نہ جایا کرو جن کے خاوند ان کے پاس نہ ہوں کیونکہ شیطان تم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ میں بھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھ میں بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے، جس سے میں اس کے حملوں سے محفوظ ہوں۔ (اس کو ترمذی اور مسلم نے روایت کیا ہے)

نکاح کا تیسرا فائدہ: نکاح کرنے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ نفس راحت پاتا ہے۔ بیوی کے ساتھ بیٹھنے اور اسے دیکھنے سے دل بہلتا ہے اور اس کے ساتھ ملاعبت کرنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں مرد کو عبادت کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ انسان کا نفس عبادت وغیرہ سے جلد اکتا جاتا ہے کیونکہ یہ اس کی طبیعت کے خلاف ہوتی ہے تو اگر اس کو ہمیشہ ناپسندیدہ چیز پر مجبور کیا جائے تو وہ سخت سرکش ہو جاتا ہے اور جب نفس کو کسی چیز کے ساتھ بعض اوقات آرام وسکون ملے تو وہ سرگرم اور مضبوط ہوتا ہے۔ بیوی کے ساتھ دل بہلانے سے وہ سکون حاصل ہوتا ہے جو ہر قسم کی رکاوٹ کو دور کرتا ہے اور دل کو آرام دیتا ہے اور نیک لوگوں کو حلال چیزوں سے بھی دل کا سکون حاصل کرنا چاہیے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا:

لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ (الاعراف:۱۸۹) کہ وہ اپنی بیوی سے سکون حاصل کرے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دلوں کو کچھ دیر آرام دو کیونکہ جب انہیں مجبور کیا جائے تو یہ بے بصیرت ہو جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر کام کرنے والا محنت و مشقت بھی کرتا ہے اور راحت بھی حاصل کرتا ہے تو جس نے میری سنت سے راحت حاصل کی وہ ہدایت پا گیا۔ (ترمذی)

نکاح کا چوتھا فائدہ: شادی کرنے سے انسان امور خانہ سے بے نیاز ہو کر اپنی پوری توجہ کاروبار اور کسب معاش پر دیتا ہے۔ گھر کا کام مثلاً کھانا پکانا' برتن دھونا' صفائی کرنا' دیگر امور خانہ داری سے دل و دماغ فارغ ہوتے ہیں جس وجہ سے وہ دوسرے کام احسن انداز میں انجام دے سکتا ہے اور اگر وہ یہ تمام امور خانہ داری بذات خود انجام دے تو اس کا سارا وقت انہیں کاموں میں صرف ہو جائے گا اور اس کے پاس علوم و فنون حاصل کرنے کا اور کام کاج کرنے کے لیے وقت نہیں بچے گا' پس نیک عورت جو گھر کے کاموں کو اچھے انداز میں سر انجام دے وہ دین کے راستے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے اور وہ گھر کو جنت بنا دیتی ہے' لیکن اگر گھر کے تمام کام ادھورے ہوں تو یہ دل و دماغ کی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں جس سے زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوسلیمان الدارانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''نیک عورت تمہیں دنیا کے کاموں سے ہی فارغ نہیں کرتی بلکہ آخرت کے لیے سامان بھی مہیا کرتی ہے اور دنیا کے کاموں سے آخرت کے لیے فارغ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور خانہ انجام دینے کے ساتھ تمہارے شہوانی جذبات کی تسکین بھی مہیا کرتی ہے''۔

نکاح کا پانچواں فائدہ: شادی کا ایک فائدہ مجاہدہ نفس ہے' یعنی انسان کی اخلاقی تربیت۔ وہ اس طرح کہ اہل و عیال کی صورت میں اس کو رعایا میسر آتی ہے اور ان پر اس کو اقتدار دیا جاتا ہے۔ اب اہل و عیال کے حقوق کو پورا کرنے کی ذمہ داری اس پر لاگو ہوتی ہے۔ عورتوں کے اچھے برے اخلاق پر صبر کرنا' ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرنا اور ان کی اصلاح اور دین کی طرف راہنمائی کے لیے کوشش کرنا' اہل و عیال کے لیے

حلال رزق کمانا اور اولاد کی اچھی تربیت کرنا یہ تمام فضیلت والے عظیم کام ہیں کہ انسان کو اہل وعیال کی صورت میں رعایا میسر آتی ہے اور ان پر اس کو ولایت دی جاتی ہے تو اس طرح وہ اپنے اہل وعیال کی اچھی تربیت کر سکتا ہے اور وہ شخص جو صرف اپنی ذات کی اصلاح کرتا ہے اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو اپنی ذات کے ساتھ دوسروں کی اصلاح بھی کرتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنے آپ کو آرام اور راحت میں رکھتا ہے اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی تکالیف پر صبر کرتا ہے۔ یقیناً وہی انسان افضل ہے' جو اپنی ذات کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح بھی کرتا ہے اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل وعیال کی ذمہ داریاں پوری کرنا جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آدمی جو مال اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے اور بے شک آدمی کو ہر اس لقمے کا اجر دیا جائے گا جو وہ اپنے اہل وعیال کو کھلاتا ہے"۔ (متفق علیہ)

اسی طرح حضرت ابن المبارک اپنے بھائیوں کے ساتھ میدان جنگ میں تھے' تو انہوں نے پوچھا کہ اے میرے بھائیو! کیا تم ایسے کام کو جانتے ہو جو ہمارے اس جہاد کے کام سے افضل ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ فرمایا: میں جانتا ہوں' انہوں نے پوچھا: وہ کون سا عمل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ایک نیک آدمی جو صاحب اولاد ہو' رات کو اٹھے اور دیکھے کہ اس کے بچے سوئے ہوئے ہیں' اس حال میں کہ ان کے اوپر کپڑا نہیں ہے' پس وہ انہیں کپڑے سے ڈھانپے تو اس آدمی کا یہ عمل ہمارے اس کام سے افضل ہے جو ہم کر رہے ہیں۔

پانچویں بحث :

ازدواجی زندگی قرآن کی نظر میں

بے شک قرآن کریم جب شادی اور خانگی زندگی کے احکام بتاتا ہے تو انسان کے دل کو اس بات کا شعور دلاتا ہے کہ وہ انسانی زندگی کے لیے خدا تعالیٰ کے وضع کردہ راستوں میں سے ایک راستے کو اختیار کر رہا ہے اور ایسے اصول کی پیروی کر رہا ہے جس سے اسلامی نظام کی راہیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں میں ایسا نظام زندگی پروان چڑھے جو اس کے ارادے کے مطابق ہو۔ اسی نظام زندگی کے مطابق عمل کی

صورت میں انسان کی سزا و جزا کا تعین ہوگا اور خدا تعالیٰ کی رضا اور غضب کا مستحق ٹھہرے گا۔انسان شروع سے ہی اس کی اہمیت اور سنگینی سے واقف ہے کہ جس طرح انسان اس بات کا تصور رکھتا ہے کہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت کارفرما ہوتی ہے خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں اس کا عظیم درجہ ہوتا ہے۔اس کائنات میں زندگی کو قائم رکھنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے' اسی طرح مسلم خاندان کی نشوونما کے لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر رہنمائی فرمائی ہے۔اسی وجہ سے قرآن مجید نے ازدواجی زندگی کی اہمیت بیان کی ہے اور ازدواجی زندگی کو سعادت کے باغ محبت کا پھلتا ہوا سایہ قرار دیا ہے۔

ازدواجی زندگی: دین اسلام لوگوں کے قلوب و اذہان میں خاندانی نظام زندگی کی بنیاد ڈالتا ہے۔انسان کی روح میں محبت کا بیج بوتا ہے اور خالص محبت اور شفقت کی روح پھونکتا ہے۔ انسانوں کے قلوب و اذہان میں یہ محبت اور خلوص اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ وہ اس سے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے آداب متعین کریں اور اپنے دلوں سے بغض اور کینے کی گندگی دور کریں کیونکہ انسان قانون و شریعت سے مدد حاصل کرنے سے پہلے اپنے اندر پائے جانے والے آداب رفیعہ سے مدد حاصل کرتا ہے۔یہ بات حقیقت ہے کہ اعلیٰ تہذیب و تمدن' اچھے اخلاق اور بہتر معاملات اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب معاشرے میں ایک دوسرے کے لیے رحمت و الفت کے جذبات ہوں گے۔دین اسلام نے ناز نخرہ اور غرور و تکبر کو ناپسند کیا ہے بالخصوص اس بات سے روکا ہے کہ شوہر اپنی بیوی یا بیوی اپنے شوہر پر غرور و تکبر اور ناز و نخرے کا اظہار کرے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم سب ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی و انکساری سے پیش آیا کرو اور کوئی شخص دوسرے پر نہ زیادتی کرے اور نہ ہی دوسرے پر فخر کا اظہار کرے۔(مسلم، ابوداؤد)

دین اسلام انسانی طبیعتوں کو ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ انسانی طبیعتیں متکبرین کو ناپسند کرتی ہیں' ناز و نخرے دکھانے والوں سے نفرت کرتی ہیں اور فخر و مباہات کرنے والوں سے تنگ ہوتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسانی طبیعتیں ایسے لوگوں سے نالاں رہتی ہیں اور ان سے غیظ و غضب سے پیش آتی ہیں' اگرچہ متکبرین کسی دوسرے کے ساتھ کوئی برائی نہ بھی کریں لیکن ان کا محض متکبرانہ رویہ ہی دوسروں پر منفی اثرات چھوڑتا ہے اور دوسروں کو اس بات پر ابھارتا ہے

کہ وہ ان سے نفرت کریں اور ان پر لعن طعن کریں۔

دین اسلام چونکہ تکبر اور بڑائی کو ناپسند کرتا ہے اس لیے اسلام نے وہ چیزیں حرام قرار دیں ہیں جو انسان کی عزت اور احساسات کو ٹھیس پہنچائیں اور ایسی باتوں سے منع فرمایا ہے جن سے کسی کے جذبات اور قدریں مجروح ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ٹھٹھہ مذاق کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ دین اسلام دین فطرت ہے' اسی لیے یہ انسانی طبیعت کے نازک احساسات کا بھی احترام سکھاتا ہے۔ اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ محبت اور الفت کے جذبات اور اچھی بات کرنے کی دعوت دی ہے' فرمان عالی شان ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ (الاسراء:۵۳)

آپ حکم دیں میرے بندوں کو کہ وہ عمدہ باتیں کیا کریں۔

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ برائی کے مقابلے میں نیکی کی جائے جس کی وجہ سے خاندان' گھر اور معاشرے کی فضا میں محبت اور سعادت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (حم السجدہ:۳۴)

برائی کا تدارک اس (نیکی) سے کرو جو بہتر ہے۔

اسی طرح کسی کی زیادتی سے درگزر کرنے' غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پانے اور نفس کو بجائے غیظ و غضب کے عفو و درگذر پر ابھارنے کو اسلام نے پسند کیا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ (الشوریٰ:۳۷)

اور جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں O

اسلام نے مردوں پر لازم کیا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اگر چہ وہ عورتیں ناپسند ہی ہوں' ایسی حالت میں بھی اسلام نے حسن سلوک کا درس دیا ہے تا کہ آدمی اپنی بیوی پر ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا تعلق اپنی بیوی سے مضبوط تر ہوگا جس سے وہ ناواقف ہے اور بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو ناپسند کر رہا ہوتا ہے حقیقتاً اس میں اس کے لیے خیر اور بہتری ہوتی ہے۔ اسی طرح خانگی زندگی میں بھی بعض اوقات شوہر کچھ وجوہات کی بنا پر اپنی بیوی سے نالاں ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اللہ رب العزت

نے اسی بیوی میں اس کے لیے بہتری اور خیر رکھی ہوتی ہے' ارشاد خداوندی ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۱۹)

اور عمدگی سے اپنی بیویوں کے ساتھ زندگی بسر کرو پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر رکھ دی ہو ○

ایسی صورت میں مرد کا عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے اور شدت غضب سے سکون کا سامان ہے اور ناپسندیدگی کی آگ کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کر کے انسان اپنے نفس کو اطمینان دیتا ہے جس سے اس کا ازدواجی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اسی تعمیل حکم کی وجہ سے انسان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے جو سب سے مضبوط اور باقی رہنے والا ہے۔ دین اسلام گھر میں امن وسکون اور سلامتی دیکھنا چاہتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان محبت اور الفت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس بندھن میں محبت اور پیار کے جذبات رکھے ہیں اور یہ اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ خاوند کو تلقین کرتا ہے کہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کرے:

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۱۹)

پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر رکھ دی ہو ○

یعنی اگر تم ان عورتوں کو ناپسند کرتے ہو جسم کے بھدا ہونے کی وجہ سے یا ان کی بداخلاقی کی وجہ سے جب کہ وہ کسی فحش کام میں اور بدکاری میں ملوث نہ ہوں تو اس صورت میں تمہیں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی مومن مرد کسی مومنہ عورت کے اخلاق کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اس پر غضبناک نہ ہو' شاید اس عورت کی کوئی دوسری خصلت اس کو پسند ہو۔ (مسلم)

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے اتنا غصے نہ ہو کہ یہ غصہ ان کے درمیان علیحدگی ڈال دے یعنی اسے غضبناک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کی اچھائیوں کی وجہ سے اس کی برائیوں سے

صرف نظر کرنا چاہیے تاکہ یہ ازدواجی تعلق تھوڑی سی بات پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہو بلکہ اچھی باتوں اور اچھی عادات کو پیش نظر رکھ برائیوں کو بھول جانا چاہیے تاکہ یہ بندھن مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے اور محبت والفت میں اضافہ ہو۔ اس بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے کہی جو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ وہ اس کو پسند نہیں تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہلاکت ہے تیرے لیے کہ تو اپنی ناپسندیدگی کی وجہ سے گھر آباد نہیں کرتا' تو پھر شفقت و الفت اور عزت نفس کہاں ہے؟

اگر اسی پسند و ناپسندیدگی کی وجہ سے جوڑ توڑ ہوتا رہے تو خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہی حکم دیا ہے:

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۝ (النساء:۱۹)	پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر رکھ دی ہو O

بے شک بندہ مومن کا عقیدہ اور ایمان اس کو نفسانی' حیوانی اور بہیمی خیالات سے بلند کر دیتا ہے اور اسے یہی تلقین کرتا ہے کہ یہ چند روزہ زندگی امن وسلامتی سے گذارے لیکن اگر صورت حال اتنی پیچیدہ ہو جائے کہ میاں بیوی کا اکٹھے رہنا ناممکن اور محال ہو جائے اور کوئی دوا کارگر ثابت نہ ہو تو اس صورت میں اسلام نے علیحدگی کی اجازت دی ہے لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا پورا پورا حق مہر ادا کیا جائے اور اس کے علاوہ جو بھی اس کا مال وراثت ہے وہ بھی اس کو دیا جائے۔ ان میں سے کسی چیز کا واپس لے لینا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝ (النساء:۲۰)	اور اگر تم ارادہ کر لو کہ بدلو ایک بیوی کو پہلی بیوی کی جگہ اور دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو اس مال سے کوئی چیز (واپس) نہ لو' کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے O

بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ○ (النساء:۲۱)

اور کیوں کر واپس لیتے ہو تم مال کو حالاں کہ مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے اور وہ لے چکی ہیں تم سے پختہ وعدہ ○

یعنی تم اکٹھے رہتے رہے ہو اور وہ عورت تمہاری ہر طرح کی ضرورت پوری کرتی رہی ہے' تمہاری خدمت کرتی رہی ہے اور تمہارے کام آتی رہی ہے۔ اب تم اس سے وہ مال واپس نہ لو جو تم نے اس کو دیا ہے۔ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں محبت والفت کے جذبات رکھ دیئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ (الروم:۲۱)

اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرمادیئے تمہارے درمیان محبت ورحمت کے جذبات' بے شک غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○

لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ دونوں جنسوں کا آپس میں کتنا گہرا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کس بہتر انداز میں فرمائی ہے لیکن کم ہی ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اسے یاد کر کے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔ میاں بیوی کا اس تعلق میں نفیس سکون ہے' اعصاب کا آرام ہے' دل کا قرار ہے اور روح کا اطمینان ہے۔ قرآن مجید نے اس نازک تعلق کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے' فرمایا:

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ (الروم:۲۱)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت ورحمت (کے جذبات) رکھ دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اس میں بہت بڑی حکمت ہے تاکہ مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے موافق ثابت ہوں اور ایک دوسرے کے لیے راحت وآرام مہیا کریں اور پرسکون زندگی

بسر کریں۔ جسمانی حاجت سے بڑھ کر مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے کہ جو محبت والفت اور راحت وسکون مرد عورت سے اور عورت مرد سے حاصل کر سکتی ہے وہ نہ مرد مرد سے حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی عورت عورت سے حاصل کر سکتی ہے' اس لیے مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں۔ اگر مرد عورت سے مطمئن نہ ہو اور عورت مرد سے مطمئن نہ ہو اور وہ ایک دوسرے کے لیے راحت جان نہ بنیں تو ان کی معاشرتی وسماجی زندگی بے سکونی کا شکار رہتی ہے اور دین دنیا کا کوئی کام صحیح طریقے سے انجام نہیں دے سکتے۔ اسی طرح مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے سے محبت والفت کے علاوہ گفتگو بھی نرمی اور پیار سے کرنی چاہیے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۝ (الاسراء:۵۳)

آپ حکم دیجئے میرے بندوں کو کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہت عمدہ ہوں' بے شک شیطان ان کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرنا چاہتا ہے یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۝

اس آیت کریمہ میں مطلقاً نرم اور عمدہ بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ جو بھی لڑائی جھگڑا ہوتا ہے وہ باتوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اور شیطان میاں بیوی کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور دونوں کو لڑائی پر ابھارتا ہے تا کہ ان کے درمیان پھوٹ پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مومنوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا کہ شیطان تمہارے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے لہٰذا اے مومنو مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ جب بھی بات کرو تو عمدہ طریقے سے اور نرم لہجے میں کرو تا کہ تمہارے درمیان نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ اچھی بات اور نرم بات پہلے سے پیدا شدہ غلط خیالات کو ختم کر دیتی ہے اور دلوں پر ہونے والے زخموں کے لیے مرہم کا کام کرتی ہے۔ جس گھرانے اور خاندان میں نرمی اور عمدگی کے ساتھ بات کی جاتی ہے وہاں کے افراد میں ایک دوسرے کے لیے محبت والفت زیادہ ہوتی ہے اور اس نرمی اور محبت کا مثبت اثر بچوں پر پڑتا ہے جو اس گھر میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں اور نتیجتاً سارا خاندان ہنسی خوشی اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے تعلق کو ایک اور انداز میں بیان فرماتا ہے اور اس کی

تصویر کشی یوں فرماتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط . (البقرہ:۱۸۷) وہ عورتیں تمہارے لیے پردہ، زینت و آرام ہیں اور تم ان کے لیے پردہ، زینت و آرام ہو۔

یہ وہ تعلق ہے جو جسم اور روح کا آپس میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ ''لباس'' ذکر فرمایا۔لباس انسان کے جسم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔لباس انسان کے جسم کو ڈھانپتا اور چھپاتا ہے۔لباس انسان کو زیب و زینت مہیا کرتا ہے۔لباس انسان کو سردی گرمی سے بچاتا ہے اور لباس ہی انسان کو راحت و آرام دیتا ہے۔مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عورتیں مردوں کے لیے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیے لباس ہیں۔اس کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اسی طرح میاں بیوی بھی ایک جسم کی مانند ہیں۔وہ بھی ایک دوسرے کے رازوں اور ایک دوسرے کے لیے زیب و زینت اور عزت کا باعث ہیں۔وہ بھی ایک دوسرے کو لوگوں کی باتوں سے اور طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور ایک دوسرے کو راحت و آرام پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ میں کتنے وسیع معانی سمو دیے ہیں۔میاں بیوی کا تعلق اس سے بھی گہرا اور وسیع ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد کے کاندھوں پر جو بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا محافظ اور منتظم بنایا ہے یعنی عورت کی ہر طرح سے حفاظت، اس کی نگرانی اور اس کے لیے نان و نفقہ کا انتظام مرد کے ذمے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ . (النساء:۳۴) مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر۔

یعنی اہل و عیال کے جملہ امور کی ذمہ داری مرد کو سونپی گئی ہے۔اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر خطرے سے عورت کی حفاظت کرے اور عورت کی رہائش اور کھانے پینے کی تمام ضروریات کی کفالت کرے تاکہ عورتیں گھر میں رہتے ہوئے بچوں کی بہتر تربیت کر سکیں، اچھے طریقے سے بچوں کی پرورش کریں، ان کو نہلائیں، کپڑے پہنائیں، ان کے لیے کھانا تیار کریں اور گھر کے دوسرے کام کریں، ہاں! اگر وہ گھر کے جملہ امور سلیقے سے سرانجام دینے کے علاوہ باہر جا کر کام کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اللہ تعالیٰ نے خاندان کا سردار اور

جملہ امور کا نگران مرد کو ہی متعین کیا ہے۔ مرد کو یہ اختیارات دینے سے عورت کی عزت اور احترام میں فرق نہیں آیا بلکہ عورت پہلے سے زیادہ محفوظ، پرامن اور باہر کی ذمہ داریوں سے مبرا ہوگئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ . (البقرہ:۲۲۸)

اور ان عورتوں کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

یعنی حقوق وواجبات میں دونوں برابر ہیں اوران دونوں کے ایک دوسرے پرایک جیسے ہی حقوق ہیں لیکن مردوں کو عورتوں پرایک درجہ فضیلت دی گئی ہے وہ اس وجہ سے کہ مردوں کو عورتوں کا منتظم وکفیل بنایا گیا ہے کیونکہ خاندان کی جملہ ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار مرد ہی ہے۔ زندگی میں میاں بیوی اگر ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرویات پوری کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو آرام وراحت پہنچانے کی پوری کوسعی کرتے ہیں تو وہ گھر اور خاندان سعادت منداور خوش بخت ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہے۔ اسلام میں جو عورت کو حقوق اور وقار دیا گیا ہے اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے: حضرت ام ھانی سے جنگ کے دوران مسلمانوں کے دشمن نے پناہ مانگی۔ انہوں نے اس کو پناہ دے دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت ام ھانی نے حضرت علی کو اس کے قتل سے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرایا، پس آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا: ''اے ام ھانی! جس کو تو نے پناہ دی ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں''۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ عورت اگر کوئی وعدہ یا معاھدہ کر لیتی ہے تو مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے وعدے کا پاس کرے اگر چہ وہ دشمن اسلام کو بھی پناہ دے دے تو اس کو نافذ کیا جائے۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم اور اسلام کا بہترین نظام جو امن و سلامتی پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

موافق رشتے کا انتخاب، منگنی اور شادی

یہ فصل مندرجہ ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: مناسب رشتے کا انتخاب

شادی کرنا سنت ہے، دین اسلام نے اس کی ترغیب دلائی تاکہ آدمی برائی سے بچے اور اپنے نصف دین کو محفوظ کر لے۔ قدیم زمانہ سے ہی لوگوں کی اخلاقی بے راہ روی اور کم ہمتی

نے انہیں حقائق کے پہچاننے اور اعلیٰ اخلاق سے قاصر رکھا ہے پس انہوں نے شادی کو ایسے کاموں کا ذریعہ بنایا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

(۱) کچھ لوگوں نے تو شادی کو شہوت کے حصول اور خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنایا اور انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ حسین وجمیل عورت سے ہی شادی کرینگے۔

(۲) کچھ لوگوں نے شادی کو مال و دولت کے حصول کا ذریعہ بنایا اور یہ شرط رکھی کہ عورت زیادہ سے زیادہ مال لے کر آئے۔

(۳) کچھ لوگوں نے شادی کو عزت اور جاہ ومنصب کے حصول کا ذریعہ سمجھا اور ایسی عورت سے شادی کرنا پسند کرتے تھے جو اعلیٰ خاندان کی ہوتا کہ اس طرح انہیں عزت وعظمت حاصل ہو۔ یہ ایسے مقاصد ہیں کہ عقل اس بات کا انکار کرتی ہے کہ ان کو عقد نکاح میں شرائط کے طور پر مانا جائے۔ دین اسلام جو کمال انسانیت اور اعلیٰ اخلاق کا دین ہے اس دین نے شادی میں یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ شادی کی بنیاد اچھی صفات اعلیٰ اخلاق اور بہتر عادات پر رکھو بے شک عورت بھی انسان ہے۔ انسانوں میں عورت اچھی صفات اور اعلیٰ انسانیت کی مالک ہے۔ عورت کو ان محبوبانہ صفات کے ساتھ ساتھ حسن و جمال بھی عطا کیا گیا ہے۔ اگر عورت کے ان خصائل حمیدہ سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اور صرف اس کے ظاہری حسن یا مال و دولت پر ہی نظر رکھی جائے تو یہ کج فہمی اور زندگی کے حقائق سے روگردانی کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے لیے زندگی تب ہی سعادت مند اور بہترین ہو سکتی ہے جب ہم اسے اس کے حقائق سلیمہ کے مطابق پہنچائیں اور ہم کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور غیر فطری ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اس وقت پچیس برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی لیکن یہ شادی ہر لحاظ سے موافق اور کامیاب تھی کیونکہ یہ شادی اخلاق کریمہ اور عقل کی پختگی کی بنا پر تھی۔ میاں بیوی دونوں حقیقت انسانی اور فطرت کے مطابق زندگی گزارتے تھے پس ان میں سے ہر ایک نے دوسرے میں اعلیٰ اخلاق اور پختگی عقل کو پسند کیا کیونکہ ان کے پیش نظر صرف ظاہری حسن و جمال کوئی معیار نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے جو زندگی گزاری اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر سے خوش ہوتے۔ان کے زمانے کو یاد کرتے اور جو بھی ان کی سہیلی یا ان کا کوئی رشتہ دار ملتا اس کی عزت کرتے تھے۔پس عورت خوبصورت تخلیق کا نمونہ ہے اگرچہ اس کے علاوہ شہوت نفسانی کے دیگر معیار بھی ہیں لیکن یہ اپنی خلقی خوبیوں کی ہی بنا پر اس بات کی حق دار ہے کہ یہی شادی کا معیار ہونی چاہئیں۔یہ مفہوم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے:

(۱) مال کی وجہ سے (۲) خاندان کی وجہ سے (۳) حسن و جمال کی وجہ سے (٤) اور دین کی وجہ سے۔تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، دین دار عوت سے نکاح کرو۔

(صحیح الجامع الصغیر ج۱ص۵۷٦۔رقم الحدیث:۳۰۰۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۳۰۸۳، مختصر صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۹۸)

حضور ﷺ کی بارگاہ مبارک میں ایک آدمی آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اچھے خاندان والی اور حسن و جمال والی ایک عورت ملی ہے لیکن وہ بچے نہیں جنتی، کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ تو حضور ﷺ نے جواب دیا: نہیں۔پھر دوسری مرتبہ وہی شخص آیا اور سوال کیا، آپ ﷺ نے اسے منع فرمایا۔پھر وہ شخص تیسری مرتبہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو کیونکہ بے شک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔(صحیح الجامع الصغیر ج۱ص۵٦٦)

اس حدیث شریف کی رو سے اسلام جو کہ دین حنیف ہے اپنے ماننے والوں کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ شادی کا مقصد حسن و جمال اور حسب و نسب ہی ہو بلکہ نسل انسانی میں اضافہ اور محبت و الفت کی صفات کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔علمائے کرام نے فرمایا کہ اس مذکورہ حدیث میں ''ودود'' سے مراد وہ عورت ہے جو حسن اخلاق کی مالکہ ہو اور خاوند کے ساتھ محبت کرنیوالی ہو۔بے شک رسول اللہ ﷺ نے صراحۃً اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی باطل مقاصد کے لیے شادی کرے، پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم عورتوں کے حسن کی وجہ سے ان سے شادی نہ کرو شاید ان کا حسن انہیں راہ راست سے بھٹکا دے اور تم عورتوں کے مال کی وجہ سے بھی ان سے شادی نہ کرو، شاید ان کے مال انہیں سرکش بنا دیں بلکہ تم دین داری کی وجہ سے شادی کرو اور پھٹے ہوئے کان والی، کالی مگر دیندار لونڈی افضل ہے۔پس مومن کے شایان شان نہیں کہ وہ اپنے افعال و اعمال میں ناحق

چیز کو اپنا مقصد بنائے' پس حق ہی عزت والا ہے جس سے انسان اپنی زندگی میں عزت حاصل کرتا ہے۔ جس نے حق سے اعراض کیا اور اپنی شادی اور دیگر کاموں میں ناحق چیز کو مقصد بنایا تو اس کے اعمال ضائع ہو گئے اور اس کی شادی میں برکت ختم ہو گئی' جس طرح کہ آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں دیکھا' اب اس طرح کی ایک اور حدیث شریف ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی عورت کی عزت کی وجہ سے اس سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جس شخص نے کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے فقر و فاقے میں اضافہ کرے گا اور جس شخص نے کسی عورت سے اس کے عمدہ خاندان کی وجہ سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گھٹیاپن میں اضافہ کرے گا لیکن اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس وجہ سے شادی کی تا کہ اس کی نظر اور شرم گاہ محفوظ رہے اور وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی کو ایک دوسرے سے برکت عطا فرمائے گا۔

شوہر کا چناؤ

یہ بات عقل اور دین کے خلاف ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی ایسے بندے سے ہی کرے جو بہت زیادہ حق مہر دے یا وہ ایسے بندے سے کرنا چاہتا ہے جو اعلیٰ جاہ و منصب والا اور مالدار ہو اور دینداری و اخلاق حسنہ کو پیش نظر نہیں رکھتا۔ یہ ایسا کام ہے جو انسان کو مال و دولت اور جاہ و منصب کا پجاری بنا دیتا ہے۔ یہ لوگوں کی کم فہمی اور زندگی کے حقائق سے کم علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ بیٹی کوئی مال تجارت تو نہیں اور نہ ہی عقد نکاح کوئی کاروباری سودے بازی ہے۔ یہ تو جیسے ہم نے کہا کہ اچھی صفات کو اچھی صفات کے ساتھ ملانا ہے' پس آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے اچھی صفات کا حامل شوہر تلاش کرے کیونکہ اس کی بیٹی کی سعادت مندی اسی میں ہے اور زندگی کا سکون بھی اچھے اخلاق کی فضا میں ہی ہے نہ کہ مال و دولت میں۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تمہارے پاس ایسے لڑکے کا رشتہ آئے جس کی دین داری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو گویا تم نے زمین میں فتنہ اور فساد

ڈالا ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۸٦٦)

صحابہ کرام نے پوچھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تمہارے پاس ایسے لڑکے کا رشتہ آئے جس کی دین داری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کردو تین مرتبہ یہی دہرایا۔

اسلام تمام امور کے حقائق کی طرف نظر رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے شادی میں لڑکے کی برابری کا معیار مال و دولت اور جاہ و منصب نہیں رکھا بلکہ برابری کا معیار اس کے اخلاق اور دین داری میں کمال کو قرار دیا ہے۔اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ . تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ (الحجرات ۱۳)

پس رشتہ طے کرنے میں پہلی ترجیح دینداری اور اخلاق میں برابری ہونی چاہیے لیکن جو ہمارے عام معاشرے میں رشتہ طے کرنے کے لیے مال و دولت اور حسب ونسب کا معیار مقرر کیا جاتا ہے یہ کسی صورت میں بھی درست نہیں۔اگر اس چیز کو دینی اور اخلاقی خصوصیات پر مقدم کیا جائے تو یہ مادہ پرستی کی بدترین مثال ہوگی اور یہی وہ بڑا فتنہ وفساد ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے پچھلی حدیث میں اشارہ فرمادیا ہے۔

شوہر کے انتخاب میں عورت کی آزادی

عورت اگرچہ کنواری ہو یا غیر کنواری اس کو اس بات میں مکمل آزادی دی گئی ہے کہ جس مرد کا رشتہ اس کے لیے آیا ہے وہ چاہے تو اسے قبول کرلے چاہے تو انکار کردے۔اس کے باپ اور ولی کو اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ لڑکی کو اپنے ارادے پر مجبور کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم غیر کنواری عورت کا نکاح کرو تو اس سے مشورہ کرلو اور کنواری کا نکاح کرو تو اس سے اجازت لو۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۸۴)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کنواری لڑکی سے اجازت لے لو تو میں نے عرض کی کہ اگر کنواری لڑکی سے اجازت لی

جائے اور وہ بتانے سے حیا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی کی خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۸۵)

پس معلوم ہوا کہ اگر بیوہ کی شادی اس سے مشورہ کئے بغیر کی تو یہ عقد باطل ہے اور اگر کنواری (باکرہ) کی شادی اس سے اجازت لیے بغیر کی تو اس کو اختیار ہے چاہے تو قبول کر لے چاہے تو رد کر دے۔ بیوہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا عمل یہ ہے کہ خنساء بنت حذام کا نکاح ان کے باپ نے کر دیا درآں حالیکہ وہ بیوہ تھیں' پس انہوں نے یہ نکاح ناپسند کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

اور کنواری باکرہ کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ ایک کنواری دوشیزہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دوشیزہ کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اس نکاح کو قبول کر لے چاہے تو رد کر دے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف ہے:

''ایک نوجوان لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: بے شک میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تا کہ میری وجہ سے اس کی مجبوری دور کی جائے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معاملہ کا اختیار اس کو دے دیا۔ وہ کہنے لگی کہ جو فیصلہ میرے باپ نے کیا ہے وہ مجھے منظور ہے لیکن میں عورتوں کو یہ بات بتانا چاہتی ہوں کہ اس (نکاح) کے معاملے میں باپ کو اختیار نہیں ہے''۔

(سنن نسائی۔ کتاب النکاح: ۳۶' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح: ۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اسلام نے عورت کو دی ہے۔ اسلام نے شادی بیاہ کے معاملے میں عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کا حق دیا ہے اور اس معاملے میں آزادی دی ہے کہ وہ چاہے تو قبول کر لے اور چاہے تو کسی رشتے کو رد کر دے لیکن موجودہ دور میں شخصی آزادی کو حیوانات کی آزادی سے ملا دیا گیا ہے۔ وہ عزت و کرامت کی بات نہیں بلکہ انسانی ذلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوانوں کے مقابلے میں کرامت عطا فرمائی ہے۔ انسان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حیوانوں کی طرح آزادی کے ساتھ جس سے چاہے ناجائز جنسی تعلقات قائم کرتا رہے۔ اسلام نے انسان کو عزت و وقار کے ساتھ تمام حقوق عطا کیے ہیں۔

دوسری بحث: شادی میں حسن انتخاب

دین اسلام خاندانی زندگی کو پسند کرتا ہے اور بندہ مومن پر اپنے گھر اور خاندان کی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا گھر مسلم جماعت کی پہلی اینٹ ہے۔ ایک اسلامی گھر وہ خلیہ ہے جو دوسرے خلیوں سے مل کر اسلامی معاشرے کے جسم کو مکمل کرتا ہے۔ ہر گھر اسلامی عقائد و اعمال کے حوالے سے ایک قلعے کی مانند ہے اور قلعے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اندر سے مربوط اور مضبوط ہو۔ اندر رہنے والا ہر فرد اس قلعے کے دروازوں اور دروں کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر حفاظت نہ کی جائے تو پھر حملہ آور کے لیے اس قلعے پر حملہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر مومن پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اس اسلامی عقائد و اعمال کے قلعے کی حفاظت کرے اور اس کے دروازوں اور دروں کی دیکھ بھال کرے تا کہ کوئی غیر مسلم اس کے اس قلعے پر حملہ نہ کر سکے' پس ضروری ہے کہ ماں بھی دین اسلام پر عمل پیرا ہو کیونکہ اگر صرف باپ ہی ایسا کرتا ہے تو وہ اکیلا اس قلعے کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ ماں اور باپ دونوں دیندار ہوں تا کہ وہ اپنی اولاد کی اسلامی نہج پر تربیت کر سکیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے احکام نازل ہوئے ہیں اور قرآن پاک نے گھر کو منظم کرنے اور اس کو اسلامی طرز پر چلانے کی تلقین فرمائی ہے۔ قرآن مجید نے جس طرح انسان کو اپنے انجام کی فکر کرنے پر ابھارا ہے اسی طرح اپنے اہل و عیال کے انجام کی فکر بھی دلائی ہے' جس طرح ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ (التحریم:٦)

اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی آگ سے)۔

ہر داعی اسلام کو چاہیے کہ وہ اس نکتے کو اچھی طرح سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گھر کی طرف توجہ دے۔ اپنی بیوی کو اسلامی اصولوں پر کاربند رہنے کا درس دے' پھر اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے اور پھر اپنے خاندان اور عام لوگوں کو اس کا پیغام دے۔ اسلامی گھر کی تشکیل کے لیے نیک عورت کا اہتمام کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر اسلامی ذہن رکھنے والی عورت ہوگی تو ہر گھر مسلم معاشرے کے پنپنے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مسلم معاشرے اور مسلم امہ کی تشکیل میں تاخیر ہو جائیگی جس سے مسلم امہ

کی عمارت کمزور رہ جائے گی۔اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے عورت اور مرد کو اپنا جیون ساتھی اختیار کرنے کے لیے بنیادی قواعد بتائے ہیں۔اگر انسان ان پر عمل کرے تو اس کے لیے شادی کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور اسلامی خاندان بھی وجود میں آتا ہے۔حضور نبی رحمت ﷺ نے ان مردوں کی راہنمائی فرمائی جو شادی کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں چاہیے کہ وہ اور دیندار عورت کو ترجیح دیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عورت سے چار وجوہ کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے اس کے حسب ونسب کی وجہ سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کے دین کی وجہ سے تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کو ترجیح دو۔

اسی طرح لڑکی والوں پر بھی یہ بات لازم ہے کہ وہ ایسا لڑکا تلاش کریں جس کا اخلاق اور دین پر عمل اچھا ہو تا کہ وہ اچھے طریقے سے خاندان کا نظام چلا سکے اور بہتر طریقے سے شریعت اسلامی کے مطابق اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کر سکے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا شخص آئے جس کے دین سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو۔اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں سخت فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیلے گا۔اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے''۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۶۶) اسلامی خاندان اور معاشرے میں اس سے بڑھ کر فتنہ اور فساد کیا ہوگا کہ ایک مسلم نیک صالح لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کر دیا جائے جو بے دین اور ملحد ہو اور جسے شرافت عزت اور غیرت کا ذرا بھی پاس نہ ہو وہ فاسق و فاجر شخص اس صالح مسلم لڑکی کو بے پردگی اور مردوں کے ساتھ میل جول پر مجبور کرے اور اسے شراب پینے اور رقص کرنے کی ترغیب دے اور اس لڑکی کی پاکیزگی اور دینداری کا مذاق اڑائے اور زبردستی اسے دین اور اسلامی اقدار سے دور رکھے۔پس کتنی ہی ایسی لڑکیاں ہیں جو عفت و پاکیزگی اور ایمان کا مظہر تھیں جب ایسے بے دین گھروں اور فاسق و فاجر شوہروں کے پاس آئیں تو وہ بھی دین سے دور اور عقائد اسلامیہ سے باغی ہو گئیں پھر نہ شرافت رہی اور نہ ہی فضیلت باقی رہی اور جو اولاد ایسے فسق و فجور میں پرورش پاتی ہے وہ بھی دین کی منکر اور اخلاق وقوانین کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے جو زمین میں فساد کا باعث بنتی ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' پس ان کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔(حدیث صحیح)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ بچے کا اپنے باپ پر کیا حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے' اس کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن پاک کی تعلیم دلائے۔

شیخ محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اچھی بیوی کا اختیار کرنا اہم ترین معاملات میں سے ہے جس پر گھریلو خوش کن زندگی کا انحصار ہے۔ عورت کی طرف رغبت دلانے والی بہت سی وجوہات ہیں' جو لوگوں کے مختلف ذوق اور مختلف طبیعتوں پر منحصر ہیں۔ کچھ لوگ مال و دولت کی وجہ سے کسی عورت سے شادی کرتے ہیں۔ بعض لوگ حسن و جمال کی وجہ سے شادی کرتے ہیں' بعض لوگ حسب و نسب اور عمدہ خاندان کی وجہ سے شادی کرتے ہیں' پس شادی کرنے میں خاندانی وجاہت اور شان و شوکت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو شادی میں دینداری اور پرہیز گاری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ بے شک علماء کرام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق مذکورہ امور میں سے جس کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ بہترین عورت وہ ہے جس کی دین داری' تقویٰ' پرہیز گاری اور اللہ رسول کے ساتھ تعلق کی بنا پر شادی کی جائے۔ ایسی عورت شوہر کی آنکھ کی ٹھنڈک ثابت ہوتی ہے۔ اپنی عزت اور شوہر کے مال کی محافظ ہوتی ہے۔ بچوں کی پرورش احسن انداز میں کرتی ہے۔ بچوں کو دودھ پلانے اور کھانا کھلانے کے ساتھ ان کو اچھے اخلاق اور ایمان کی غذا بھی فراہم کرتی ہے اور بچوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر لوریاں دیتی ہے' جو بچوں میں تقویٰ' پرہیز گاری اور دین کی محبت بھر دیتی ہے' جو مرتے دم تک ان میں جاگزیں رہتی ہے کیونکہ والدین کی بے شمار صفات بچوں میں منتقل ہوتی ہیں اور اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ نیک والدین یا نیک چچا ماموں کی وجہ سے بچوں میں بھی تقویٰ و پرہیز گاری کا ملکہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرف متنبہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن عدی اور ابن عسا کر نے روایت کیا ہے' فرمایا: تم اپنے نطفے کے لیے بہتر رحم کا انتخاب کرو۔ پس بے شک عورتیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کے مشابہ بچے پیدا کرتی ہیں۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۳۱۵-۳۳۱۶) پس اے مومنو! مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ شادی

کرنے کے سلسلے میں اچھی عورت کا انتخاب کرنے میں اپنے نبی ﷺ کے ارشادات کی پیروی کرو۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو توجہ سے سنو اور ان پر عمل کرو کسی اور طرف دھیان مت دو کیونکہ ہمارے آقا ﷺ نبیوں کے امام ہیں اور خیر و فلاح کی دعوت دینے والے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں سے چند خصوصیات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے: ان کے حسن و جمال' مال و دولت' اخلاق اور دین داری کی وجہ سے' پس تم پر ضروری ہے کہ تم دین داری کی وجہ سے نکاح کرو''۔(مسند احمد)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک عمدہ خاندان اور مال و منصب والی عورت ملی ہے لیکن اس کے اولاد نہیں ہوئی (وہ بانجھ ہے)' کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے منع فرمایا' پھر وہ آدمی دوسری مرتبہ آیا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر منع فرمایا' پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی ہوں' بے شک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔(ابوداؤد' نسائی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بندہ مومن کے لیے تقویٰ کے بعد جو سب سے بہتر چیز ہے وہ نیک عورت ہے جس سے وہ استفادہ کرتا ہے۔اگر وہ اس کو کوئی بات کہتا ہے تو وہ اس کی پیروی کرتی ہے اور جب وہ اسے دیکھتا ہے تو وہ اسے خوش کرتی ہے اور اگر اس پر کوئی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس کو پورا کرتی ہے اور اگر وہ کہیں جاتا ہے تو وہ اپنی عزت اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔(ابن ماجہ)

امام مسلم اور نسائی نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا لطف اندوز ہونے کی جگہ ہے اور اس کی بہترین نفع مند چیز نیک عورت ہے۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کوڑے پر اگے ہوئے سبزے سے بچو۔صحابہ

کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس کا کیا مفہوم ہے؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ایسی عورت جو بظاہر حسین و جمیل ہو لیکن اس کا باطن گندا اور برا ہو۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ. (التوبہ:۳۴) اور وہ جو کہ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی۔

نازل ہوئی تو ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر پر تھے تو بعض صحابہ کرام نے کہا کہ یہ تو سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم وہ حاصل کرتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر چیز ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور مؤمنہ عورت ہے جو آدمی کے ایمان کی پختگی میں اس کی مددگار ثابت ہو اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو چار چیزیں عطا کی گئی ہیں، اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا ہوئی ہے۔

وہ چار چیزیں یہ ہیں: (۱) شکر کرنے والا دل (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) تکالیف پر صبر کرنے والا جسم (٤) وہ بیوی جو اپنی ذات اور اپنے شوہر کے مال میں حد سے تجاوز نہ کرتی ہو۔ اس حدیث شریف کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ امام احمد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے آدمی کی سعادت اور تین چیزوں کی وجہ سے آدمی کی بدبختی ہے، وہ تین چیزیں جن سے آدمی کی سعادت ہے وہ یہ ہیں: نیک عورت، پاکیزہ رہائش، اچھی سواری۔ وہ چیزیں جن سے آدمی کی بدبختی ہے۔ وہ بری عورت، بری رہائش اور بری سواری ہیں۔ یہ ہمارے رسول ﷺ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی ہے اور جاننا چاہیے کہ بہتر ہدایت رسول اللہ ﷺ کی ہی ہدایت ہے۔

قرآن مجید ایک امت کی بنیاد ڈالتا ہے تاکہ یہ امت زمین میں دین کی امانت کو اپنے کندھوں پر اٹھائے اور زندگی گزارنے کا صحیح نظم و نسق اپنائے، ہر مسلمان اس جماعت کا فرد ہے جس کے بارے میں اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ وہ منظم، مربوط اور اجتماعی سوچ رکھنے والی جماعت ہے، جس میں ہر فرد کا اپنا اپنا کردار ہے۔ ہر مسلم فرد کے ضمیر اور عمل میں یہ منہج الٰہی کارفرما نظر آتا ہے جس کی وجہ سے مسلمان ایسے معاشرے میں زندگی گزارتا اور پھلتا پھولتا

ہے جس پر حکم الٰہی کی چھاپ ہوتی ہے۔معاشرہ خاندانوں کے مجموعے کا نام ہے'پس خاندان اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔اسلام اگرچہ ہر فرد کے علیحدہ علیحدہ حقوق وفرائض بتاتا ہے لیکن یہ ایسا مذہب نہیں کہ جو افراد کو ایک دوسرے سے دور رکھے کہ لوگ علیحدہ علیحدہ رہیں اور علیحدہ علیحدہ عبادت کریں'ایسا ہرگز نہیں'اسلام تو دلوں کو ملاتا ہے اور اسلام نے ہی حقیقی انسانی زندگی کو متعارف کروایا ہے۔اسلام ہر حوالے سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی نشوونما اور ترقی پر زور دیتا ہے۔انسان الگ الگ نہیں بلکہ جماعت کی شکل میں رہتے ہیں۔اسلام نے اسی اجتماعی زندگی کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔اسلام نے تمام قواعد' آداب اور قوانین اسی اجتماعی بنیاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈھالے ہیں اور ہر فرد کے ذہن میں اجتماعی زندگی کا تصور ڈالا ہے۔پہلے ہی دن سے جب توحید کی دعوت دی گئی'ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آیا جس کی قیادت رسول اللہ فرما رہے تھے۔جو معاشرہ افراد پر اجتماعی ذمہ داریاں عائد کرتا تھا اور ایسی خصوصیات کا حامل تھا جو اسے دوسرے معاشروں سے ممتاز کرتی تھیں اور اس معاشرے کا ہر فرد اجتماعی زندگی گزارنے کے آداب سے مزین تھا۔ایسا منظم اسلامی معاشرہ مدینہ المنورہ میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے تشکیل پا چکا تھا بلکہ اسی اسلامی معاشرے کے قیام کی وجہ سے ہی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

ایک خاندان ہی معاشرے کی ترقی اور نشوونما کی بنیاد ہوتا ہے اور مسلم خاندان' اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی اساس ہے پس مسلم خاندان قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نیک مرد اور صالح عورت کو اختیار کیا جائے۔

تیسری بحث: شوہر کے انتخاب میں عورت کا حق

گھر پناہ اور سکون حاصل کرنے کی جگہ ہے۔اس سکون کے سائے میں بچے پروان چڑھتے ہیں اور گھر کے ماحول سے بچوں کی طبیعتیں وجود میں آتی ہیں اور گھر کی فضا میں بچے سکون کا سانس لیتے ہیں۔کتنے ہی ایسے واقعات اور حادثات اس معاشرے میں رکاوٹ ہیں جو تاریخ پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ان واقعات وحوادث کے اسباب گھریلو زندگی کے اثرات میں پوشیدہ ہیں۔

وہ شخص جو گھریلو زندگی میں سکون سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ ہرگز سکون کی قدر و قیمت

کو نہیں جانتا اور نہ ہی وہ سکون کے ساتھ رہ سکتا ہے' وہ ہر لمحہ پریشان رہتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں اضطراب کی کیفیت رہتی ہے۔ اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان ایسا تعلق پیدا کیا ہے جس سے ان میں محبت' شفقت اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں جس سے ایک شخص دوسرے کے لیے سکون اور قرار کا باعث ہوتا ہے اور جس سے محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اسلام نے اسی پیار اور محبت کے تعلق کو ضروری اور لازمی قرار دیا ہے۔ دین اسلام کے قوانین اور تشریعی امور انہی تعلقات کو ترویج دیتے ہیں جن سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارا بن سکتا ہے۔ ایسے تعلقات قائم کرنے کے لیے پہلی چیز رضامندی ہے۔ پس ضروری ہے کہ عورت کی شادی اس کی اجازت اور رضامندی حاصل کیے بغیر زبردستی نہ کی جائے۔ صحیح مسلم میں ہے: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیر کنواری اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کا والد اجازت لے اور اس کا خاموشی اختیار کرنا ہی اس کی اجازت ہے اور شاید یہ فرمایا کہ اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے۔

امام نووی اس حدیث شریف کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ ''احق'' مشارکت کے لیے ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس لڑکی کو نکاح کے معاملے میں اپنی ذات پر حق حاصل ہے اور اس کے ولی کو بھی حق حاصل ہے لیکن لڑکی کا حق اپنے ولی سے زیادہ ہے۔ اگر اس کا ولی اس کی شادی کرنا چاہے اور وہ لڑکی اس کو منع کر دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ لڑکی اپنے ہم پلہ لڑکے سے شادی کرنا چاہے اور اس کا ولی اسے منع کرے تو ولی کو لڑکی کی مرضی کے مطابق مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ ولی اپنی مرضی سے شادی کرنے پر مصر ہو تو قاضی اس لڑکی کی شادی کر دے۔ یہ بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شادی بیاہ کے معاملے میں لڑکی کو اپنے بارے میں زیادہ حق حاصل ہے' پس رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان:

ولا تنكح البكر حتى تستامر. کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے کرو۔

اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' ابن لیلیٰ' احمد' اسحٰق' اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کنواری لڑکی سے اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے' پس اگر ولی باپ یا دادا ہو تو ان کے لیے کنواری لڑکی سے اجازت لینا مستحب ہے اور اگر باپ اور دادا لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کر دیں تو یہ صحیح ہوگا کیونکہ باپ اور دادا میں شفقت زیادہ ہے بہ

نسبت دوسرے ولیوں کے اور اگر باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی کنواری لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے تو اس پر لڑکی سے اجازت لینا واجب ہے۔لڑکی سے اجازت لیے بغیر ان کا نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا لیکن امام اوزاعی امام ابوحنیفہ علیہما الرحمۃ اور دیگر کوفی فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر کنواری بالغہ لڑکی سے اجازت لینا واجب ہے۔وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

فی البکر اذنھا صماتھا. کہ کنوارای کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔

اس کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔یہ حدیث ہر کنواری اور ہر ولی کے بارے میں عموم کا حکم رکھتی ہے اور لڑکی کی مطلقاً خاموشی ہی کافی ہے یہی صحیح ہے۔

محمد رشید رضا مرحوم کہتے ہیں کہ اسلام نے شادی کے بارے میں لڑکی کے حق اور اس کے ولی کے حق کو اس بات میں جمع کیا ہے کہ لڑکی جس سے شادی کرنے میں رضامند ہے اسے قبول کیا جائے اور جس سے ناخوش ہو اس سے شادی نہ کی جائے پس اسلام نے لڑکی کے ولیوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں یا بہنوں کو ان کی مرضی اور رضامندی کے بغیر کسی سے شادی کرنے پر مجبور کریں۔لڑکیوں پر شادی بیاہ کے معاملے میں جبر کرنا زمانہ جاہلیت کا ظلم ہے کیونکہ جاہلیت کے زمانہ میں ہر قوم میں یہی رواج تھا کہ والدین اپنی لڑکیوں کو ایسے لوگوں سے شادی کرنے پر مجبور کرتے تھے جن کو وہ لڑکیاں پسند نہیں کرتی تھیں کیونکہ ایسا کرنے میں شقاوت اور فساد ہے۔

دین اسلام نے اسی طرح عورتوں کو بھی اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے باپ دادا بھائی وغیرہ کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں شادی کریں کیونکہ عورتوں کا ایسا کرنا دو قبائل میں محبت اور الفت کی بجائے دشمنی اور عداوت پیدا کرے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کنواری لڑکی سے شادی کے بارے اجازت لینے کے بارے میں پوچھا۔پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ اگر کنواری لڑکی سے شادی کے بارے اجازت لی جائے اور وہ حیا کی وجہ سے خاموش رہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کنواری لڑکی کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔حضرت خنساء بنت حذام الصاریۃ سے

روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کی شادی ان کی اجازت کے بغیر کر دی حالانکہ وہ غیر کنواری تھیں انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح رد کر دیا یعنی باطل قرار دیا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ بعض محققین نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ کنواری لڑکی اگر اس شخص کو نہیں جانتی جس سے اس کی شادی کی جارہی ہے تو محض لڑکی کا چپ رہنا اجازت نہ ہوگا۔ اگر اس شخص کے بارے میں جانتی ہے تو تب لڑکی کی خاموشی اجازت تصور ہوگی۔ نہ جاننے کی صورت میں ضروری ہے کہ پہلے لڑکی کو اس کے بارے میں بتایا جائے۔

امام احمد اور نسائی نے ابن بریدہ کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دوشیزہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی کہ میرے باپ نے اپنے بھائی کے بیٹے سے میری شادی کر دی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے لڑکی کو اختیار دے دیا پس وہ کہنے لگی کہ میرے باپ نے جو کیا میں نے اس کی اجازت دے دی لیکن میں عورتوں کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آباؤ اجداد کو یہ حق نہیں یعنی ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لڑکیوں کو ایسے لوگوں سے شادی کرنے پر مجبور کریں جنہیں وہ پسند نہیں کرتیں پس شریعت اسلامیہ نے عاقلہ بالغہ کنواری یا غیر کنواری لڑکی کو شادی پر مجبور کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ زبردستی شادی کرنے کے نتائج بہت برے اور بھیانک ہوتے ہیں۔

چوتھی بحث: عورت کا اپنے شریک حیات کو نکاح کا پیغام دینا

یہ اسلام کی صداقت اور حقانیت ہے کہ اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ جس شخص میں رغبت رکھتی ہو اس سے شادی کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے اس اختیار کو استعمال کرنے میں اسلام کی حدود و قیود کی حفاظت کرے۔ یہ بات عربوں میں عام تھی۔ سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کرنے میں رغبت رکھتی تھیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ اس سے پتہ چلا کہ عورت اگر کسی مرد کو پیغام نکاح بھیجتی ہے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے عورت کی تحقیر کی جائے یا اسے عیب لگایا جائے کیونکہ شادی عورت اور مرد کے درمیان مشترکہ تعلق

ہے۔اس میں یہ ضروری نہیں کہ مرد ہی پہل کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک عورت نے حضور ﷺ پر اپنے آپ کو پیش کردیا' پس حضرت انس کی بیٹی اس پر ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ اس عورت کا حیا کتنا کم ہے! تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ عورت تم سے بہتر ہے کہ جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کردیا ہے۔

عورت کو انصاف کے ساتھ اس کے حقوق دینے میں ابھی بہت سے معاشرے پیچھے ہیں جبکہ دین اسلام پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے کہ اسلام شادی بیاہ کے معاملات میں سختی کرتا ہے اور عورت کی رضامندی اور اختیار کو پس پشت ڈالتا ہے۔یہ محض افتراء و بہتان اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔بے شک اسلام تو دین فطرت ہے اور فطری جذبات اور فطری تقاضوں کی قدر کرتا ہے۔اسلام جھوٹی نمود ونمائش اور بناوٹی چیزوں کو پسند نہیں کرتا کیونکہ ایسے کاموں میں تقویٰ' پرہیزگاری اور معاشرے کی اصلاح کا پہلو نہیں ہوتا لیکن جو حقائق اور فطری امور ہیں اسلام ان کا معترف ہے۔شادی بیاہ کا کوئی بھی معاملہ ہو اس میں عورت و مرد دونوں برابر کے شریک ہیں اور دونوں میں سے جو بھی چاہے اپنی مرضی کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ اپنا ساتھی تلاش کرسکتا ہے اور عام طور پر عورت اپنی حیا اور شرم کی وجہ سے اپنی رائے اور رغبت کا برملا اظہار نہیں کرتی تو اس موقع پر اس کے ولی کو چاہیے کہ وہ اس کی رغبت کو جاننے کی کوشش کرے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی سعی کرے۔اگر وہ ولی اپنی لڑکی کی رائے اور رغبت کے مطابق عمل کرے گا تو اس میں سب کے لیے سعادت اور بہتری ہوگی۔

پانچویں بحث: میاں بیوی کی عمروں میں فرق

بے شک شریعت اسلامیہ نے شادی کی حکمت اور اس کی اجتماعی غرض وغایت بیان کی ہے کہ یہ شادی نفس کے سکون اور اطمینان کا سبب ہے اور شادی کے واجبات کو ادا کرنے پر زور دیا ہے اور شادی کو اچھا معاشرہ قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے جس میں مضبوط اسلامی اصولوں پر کاربند جدید نسل پرورش پاسکتی ہے لیکن شریعت نے شادی کرنے کے لیے زوجین کی عمروں کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر عقل سلیم ضرور متنبہ ہوتی ہے اور

لوگ اس بارے میں مختلف سوچ رکھتے ہیں۔ کیونکہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو بڑی عمر والے ہونے کے باوجود احسن طریقے سے حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اپنی بیوی کو ہر طرح سے خوش رکھتے ہیں ان کے گھر نوجوانوں کی بہ نسبت زیادہ پرسکون اور خوشیوں سے بھرپور ہوتے ہیں لیکن بعض لوگ جو وقتی مصلحت کا شکار ہو کر اپنے ذاتی فوائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اولاد کی مصلحتوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں اور مال و دولت اور جاہ ومنصب کو جوانی' قوت اور شباب پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو ایسے دولت مند بوڑھوں سے بیاہ دیتے ہیں جو حقوق زوجیت ادا کرنے سے یکسر عاری ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک نوجوان لڑکی کا گذارا ان کے ساتھ مشکل ہو جاتا ہے اور وہ قلبی اور جنسی اطمینان حاصل نہیں کر سکتی۔ جس کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسے لوگ جو اپنی بیٹیوں کو مال و دولت کی خاطر بوڑھوں سے بیاہ دیتے ہیں اپنی بیٹیوں پر ظلم عظیم کرتے ہیں۔ شریعت میں اگرچہ صراحتاً اس کام سے منع نہیں کیا گیا لیکن شریعت نے شادی کے جو مقاصد اور روح بیان کی یہ اس کے منافی ہے کیونکہ شادی کا بنیادی مقصد نفس و روح کا اطمینان ہے جو مذکورہ صورت میں حاصل نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تو باپ اپنی بیٹیوں کے نکاح بڑی عمر والون سے کر دیتے ہیں' اس لالچ میں کہ ان کی بیٹیاں مال و دولت اور وراثت کی حقدار ٹھہریں گی لیکن موجودہ دور میں یہ بات قابل افسوس ہے کہ نوجوان لڑکیاں ذاتی وجوھات کی بنا پر اس قسم کی شادیاں کر لیتی ہیں اور ایسی شادیوں کی وجہ سے وہ اپنی ذات کی حفاظت نہیں کر سکتیں اور نہ ہی انہیں سکون اور قرار حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ برائی میں ملوث ہو جاتی ہیں۔ بایں وجہ ضروری ہے کہ عدالت اس میں اپنا کردار ادا کرے اور ایسے کاموں سے روکے جن کی وجہ سے معاشرے میں حرام کاری پھیلتی ہے اور عائلی قوانین میں یہ بات بھی شامل کی جائے کہ زوجین (میاں بیوی) کی عمریں ایک دوسرے کے قریب قریب ہونی چاہئیں اور یہ بھی ہونا چاہیے کہ اگر مرد شادی کے لائق نہ ہو اور اس شادی میں کوئی مصلحت نظر نہ آ رہی ہو تو عدالت کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

چھٹی بحث: لڑکی کو جبری شادی پر مجبور کرنے کی حرمت

ہمارے معاشرے میں اب تک یہی روایت رہی ہے کہ لڑکی سے شوہر اختیار کرنے کی

آزادی سلب کی گئی ہے اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے لیے وہی شوہر چنا جاتا ہے جس کو اس کا باپ یا ماں پسند کرتی ہے اور وہ لڑکی حیا کہ وجہ سے اپنی رائے کا کھل کر اظہار نہیں کرسکتی یا جس معاشرے میں وہ زندگی گذار رہی ہوتی ہے وہ اس کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے باپ یا ماں کے فیصلے پر اعتراض کر سکے' جس کی وجہ سے بہت سی شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر کی ناکامی کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے اس کی رائے نہیں لی جاتی یا اسے شادی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ شریعت میں قطعاً ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ لڑکی کو شادی پر مجبور کیا جائے سوائے چند اجتہادی مذاہب کے جو یہ کہتے ہیں کہ باپ اپنی کنواری لڑکی کو شادی پر مجبور کرسکتا ہے اور مستحب ہے کہ وہ لڑکی کی رائے لے' لیکن امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور ان کے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ باپ یا دیگر ولیوں میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑکی کو شادی پر مجبور کرے بلکہ باپ اور دیگر ولیوں پر یہ واجب ہے کہ وہ لڑکی سے شادی کے بارے مشورہ لیں' اگر وہ اس پر رضامندی کا اظہار کرے تو عقد نکاح صحیح ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا۔ شرعی عدالتوں میں پہلے بھی اور اب بھی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی رائے پر ہی عمل ہے کہ باپ یا دیگر ولیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑکی کو ایسے شخص کے ساتھ شادی پر مجبور کریں جسے وہ پسند نہیں کرتی لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور ان کے اصحاب کے نزدیک لڑکی کے باپ اور دیگر ولیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس لڑکے پر اعتراض کریں جس سے لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کر رہی ہے۔ اس کی دو وجوھات ہیں:

(۱) غیر کفو میں شادی: امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے کفو کے لیے کچھ معیار مقرر کیے ہیں' مثلاً دونوں خاندانوں کا حسب و نسب' پیشے اور مال و دولت میں برابر ہونا لیکن عقل و شعور سے بے بہرہ لوگ ایسی حجتیں نکال کر اپنی بیٹیوں کی مرضی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

(۲) مہر مثل نہ ہونا (مہر مثل وہ ہوتا ہے کہ جتنا ایک خاندان میں لڑکیوں کو دینے کا رواج ہو مثلاً لڑکی کی بہنوں کو جو مہر دیا گیا یا لڑکی کی پھوپھیوں کو جو مہر دیا گیا)۔

اگر لڑکی اپنی مرضی سے تھوڑا حق مہر لے کر شادی کر لے تو اس صورت میں بھی لڑکی کا باپ یا دیگر ولی یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ اس پر فسخ نکاح کا دعویٰ کریں۔

اب معاشرتی زندگی کے بڑھتے ہوئے رجحانات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ایسے مسائل پر از سر نو غور و فکر کیا جائے۔ اسی لیے عائلی قوانین میں ان مسائل کا موافق حل تلاش کیا گیا ہے۔ پس جہاں تک کفو کا تعلق ہے تو عائلی قوانین میں میاں بیوی کے ہم کفو ہونے کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ بنیادی طور پر دونوں کی مفاہمت اور خوشی کے لیے ہے' لیکن اس کو علاقے کے رواج پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ عام عرف میں جس طرح دو خاندان آپس میں رشتہ طے کرنے کے لیے جن چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں بس وہی کافی ہیں عائلی قوانین میں کفو کے بارے میں اعتراض کا حق باپ کو دیا گیا ہے۔ وہ اس صورت میں کہ اگر لڑکی شادی کی قانونی عمر پوری ہونے سے پہلے باپ کی مرضی کے خلاف شادی کر لے تو باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت میں عدم کفاءۃ کا دعویٰ دائر کرے' پھر جج کی تحقیق کے مطابق اگر واقعی غیر کفو میں نکاح ہو تو قاضی نکاح ختم کر دے گا اور اگر نکاح کفو میں ہی ہو تو اس کے صحیح ہونے کا حکم جاری کر دے گا۔ اس طرح وہ لڑکیاں جو اپنی مرضی سے شادی کر لیتی ہیں اور ان کے باپ اور دیگر ولی جو اس شادی سے ناخوش ہوتے ہیں اور بے جا اعتراض کرنے لگتے ہیں تو قانون میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق ایک شق باقی ہے کہ اگر لڑکی سولہ سال کی عمر میں کسی سے شادی کر لے اور اس کا باپ اس شادی سے راضی نہ ہو عدم کفو کی وجہ سے قانون کے مطابق قاضی اس عقد نکاح کو جاری کرنے کا حکم نہیں دے سکتا۔ امام صاحب کے ایک قول کے مطابق یہی صحیح ہے۔ جہاں تک مہر مثل کا تعلق ہے تو قانون نے اسے سرے سے لغو قرار دیا ہے اور باپ کو مہر مثل کی وجہ سے اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں دیا۔ قانون نے اس میں بہتری پیدا کی ہے کہ حق مہر عورت کی عزت و تکریم کی علامت ہے اور رغبت دلانے کا سبب ہے' لیکن بعض معاشروں میں جو حق مہر کی کمی کے باعث شادی نہیں کی جاتی' یہ شادی کی اور مہر کی حکمت سے لاعلمی کی وجہ سے ہے اور اسلام نے بھی کوئی ایسا معیار مقرر نہیں کیا۔ اسی بات کو ائمہ مجتہدین اختیار کرتے ہیں سوائے امام ابوحنیفہ کے۔

ساتویں بحث: لڑکی کی رضا' عقد نکاح کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے

دین اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں کی شادی جبراً کی جائے بلکہ اسلام نے

عورتوں کی رضا اور قبول کو شرط قرار دیا ہے۔ یہ ضروری ہے اور عورت کا فطری حق ہے کیونکہ شادی مشترکہ زندگی کا نام ہے اور یہ تعلق ہمیشگی اور دوام والا ہے' یہ محض وقتی ملاقات اور عارضی تعلق نہیں ہے۔ اسی لیے یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ عورت کو اس کے مستقبل کے بارے مجبور کیا جائے یا اس کی مرضی کے خلاف اس پر بوجھ ڈالا جائے' پس اسلام نے شادی سے قبل عورت سے اجازت لینے کو واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ اگر تو وہ غیر کنواری ہے یعنی طلاق یافتہ یا بیوہ ہے تو وہ اپنے سابقہ تجربے کی بنیاد پر اپنی مرضی کا اظہار اثبات یا نفی میں کر سکتی ہے اور اگر وہ کنواری ہے تو غالب امکان یہی ہے کہ وہ حیا کی وجہ سے برملا اپنی رضا کا اظہار نہ کر سکے اور قبول ورد کی طرف اشارہ کیے بغیر وہ خاموش رہے۔ اسلام نے اس کی خاموشی کے ساتھ ملے ہوئے شواہد سے اس کی رضا یا عدم رضا کا تعین کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غیر کنواری کا نکاح اس سے مشورہ کر کے کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لے کر کیا جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کنواری کی اجازت کیسے ہو گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا خاموش ہونا (ہی اس کی اجازت ہے)۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے: غیر کنواری اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے' اس کی خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت ہے۔

اس حدیث شریف میں جو کہا گیا کہ غیر کنواری اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں کھل کر رائے کا اظہار کر سکتی ہے کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتی ہے اور کس سے نہیں۔ اسی مفہوم کی ایک روایت ابن ماجہ نے ذکر کی ہے کہ غیر کنواری اپنے مافی الضمیر کا برملا اظہار کر سکتی ہے اور کنواری کی رضا اس کی خاموشی ہے۔

اسلام نے صراحتہً یہ بات بیان کی ہے کہ عورت پر نہ تو زبردستی کی جائے اور نہ ہی شادی پر مجبور کیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے گھر کی بنیاد کمزور رہے گی جس کی وجہ سے یہ ازدواجی تعلق ہمیشگی اور دوام حاصل نہ کر سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

یتیم لڑکی سے بھی اس کے بارے پوچھا جائے۔ اگر تو وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کر دے تو پھر اس پر کچھ نہیں ہے۔ اس حدیث کو اصحاب سنن نے

روایت کیا ہے۔اس حدیث طیبہ میں یتیمہ کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ معاشرے میں یتیم بچوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا اور ان کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں تو اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک یتیم لڑکی سے بھی شادی کے معاملے میں اس کی رضا حاصل کرنے کی تلقین فرمائی' لیکن یہ حکم سب کے لیے ہے کیونکہ رضا مندی سے جو شادی کی جائے اس سے زوجین میں محبت' الفت اور مفاہمت بڑھتی ہے' جس سے خاندان مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ اعلان فرماتے ہیں کہ ہر وہ عقد (نکاح) جو عورت کی مرضی اور اجازت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے۔حضرت خنساء بنت حذام الانصاری سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا اس حال میں کہ وہ غیر کنواری تھیں یعنی بیوہ تھیں' پس انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئیں (اور اپنی ناپسندگی کا اظہار کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح رد کر دیا۔اس حدیث کو ابو داؤد اور بخاری نے روایت کیا ہے۔اسی طرح ایک مرتبہ ایک کنواری لونڈی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی ہے لیکن وہ اسے ناپسند کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار دے دیا (چاہے تو وہ اسے قبول کر لے اور چاہے تو رد کر دے)۔اس حدیث کو احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔اس طرح اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اپنے شوہر کا انتخاب کر سکے اور جس شخص کو وہ چاہتی ہے اسی سے اس کو جوڑا جائے۔ایسا کرنے سے خاندانی نظام مضبوط اور مستحکم ہو گا اور محبت و الفت میں اضافہ ہو گا لیکن بہت سے مسلمان اس طریقے کو چھوڑ چکے ہیں اور اسلام کے ان زریں اصولوں سے روگردانی اختیار کرتے ہوئے خاندان کی بنیاد زبردستی اور جبر پر رکھتے ہیں' جہاں وہ اپنی روایات اور عادات پر عمل کرتے ہیں اور دین کی ہدایت اور رہنمائی سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آٹھویں بحث: کنواری لڑکی کے عقد میں ولی کی رضا مندی

جس طرح اسلام نے شادی میں عورت کی رضا مندی کو شرط قرار دیا ہے اسی طرح اس کے ولی کی رضا اور رائے کو قبول کرنے کی بھی ترغیب دلائی ہے۔یہ اس لیے تاکہ یہ کام سلامتی اور امن سے ہو اور لڑائی جھگڑے تک نوبت نہ آئے۔بعض اوقات عورت کو حقیقت حال سے

دور رکھا جاتا ہے اور اسے نظر انداز کیا جاتا ہے جس سے انجام کار بھیانک اور برا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے دونوں کی رائے اور رضامندی کو قبول کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ عورت کا ولی یقیناً ایک دور اندیش قائد اور اچھائی تلاش کرنے والا رہبر ہوتا ہے اور وہ حقیقت اور سعادت مندی ہی کا متلاشی ہوتا ہے۔ اسی لیے لڑکی کنواری ہو یا غیر کنواری شادی کرنے میں ولی کی رضا کو بھی اہمیت دی گئی ہے جیسا کہ احادیث طیبات اس پہ شاہد ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی عورت جو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، پس اس کا نکاح باطل ہے۔ تین مرتبہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شادی کے معاملے میں عورت کی رضامندی حاصل کرنا اس لیے ضروری ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ جس شخص سے اس کی شادی کی جارہی ہے وہ لڑکی کو ناپسند نہیں ہے اور اگر ولی راضی ہو بھی جائے تو پھر بھی لڑکی کی رضا معلوم کرنا ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کے ولیوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ ظلماً عورتوں کو نکاح کرنے سے روکیں۔ جب وہ اپنے کفو (ہم پلہ) سے نکاح کرنا چاہتی ہوں تو انہیں روکنا نہیں چاہیے اور نہ ہی کسی وجہ سے نکاح میں رکاوٹ ڈالنی چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (البقرہ:۲۳۲)

اور نہ منع کرو انہیں کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے جبکہ رضامند ہو جائیں آپس میں مناسب طریقے سے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: ”تین کاموں میں تاخیر نہ کی جائے: جب نماز کا وقت ہو جائے، جب جنازہ موجود ہو اور غیر شادی شدہ لڑکی کا (نکاح) جب اس کا ہم پلہ مل جائے۔

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے، پس اگر کفو ہونے کے باوجود اور صورت حال درست ہونے کے باوجود ولی عورت کو شادی سے روکے تو پھر ولایت قاضی (جج) کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تا کہ وہ شادی کو منعقد کرے کیونکہ لڑکی کو جبراً شادی سے روکنا ظلم ہے اور مظالم دور کرنے کا اختیار قاضی (جج) کو ہے۔

نویں بحث: منگنی کے آداب، لڑکا اپنی منگیتر لڑکی کو دیکھ لے

دین اسلام آدمی کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جو اسے

ناپسند ہو کیونکہ اسلام نے جو شادی کے اعلیٰ مقاصد ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) نسل انسانی کی حفاظت (۲) گناہوں سے بچاؤ (۳) اور فطری سکون جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اشارہ کرتا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ (الروم:۲۱)	اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرمادیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات)۔

اسلام نے آدمی کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ منگنی سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھ لے تاکہ اس کے دل میں ہونے والی بیوی کی جگہ بنے۔

امام بخاری، مسلم اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم اس کی طرف دیکھ لو۔ یہ بات تمہارے درمیان موافقت ومحبت میں اضافہ کرنے والی ہے۔

اس مغیرہ بن شعبہ والی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ متعین نہیں فرمایا کہ وہ اپنی منگیتر کو کتنی دیر دیکھیں (کتنا دیکھیں) بلکہ اس کو معاشرے کے عرف کے مطابق مطلق چھوڑ دیا۔

حالانکہ عام حالات میں اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ دیکھے لیکن منگنی کے معاملے میں اسلام نے مطلق دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جب کوئی منگنی کرے اور عورت میں کوئی ایسی چیز دیکھ سکے جو اس کو نکاح کی دعوت دے تو اسے دیکھ لینا چاہیے۔ (المرأۃ فی البیت والمجتمع ص۲۳۔۲۵) اس معاملہ میں لڑکی کو دیکھنا عام لوگوں کے ذوق اور معاشرے کے رواج کے مطابق چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانے میں منگیتر کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ لڑکی کو ان کپڑوں میں دیکھ سکتا ہے جو کپڑے وہ اپنے باپ بھائیوں یا دیگر محارم کے سامنے استعمال کرتی ہے بلکہ اس حدیث میں

مطلق حکم اس بات کی اجازت بھی دیتا ہے کہ لڑکا اپنی منگیتر اور لڑکی کے والد بھائی وغیرہ کو ساتھ لے کر سیر کرنے کے لیے دوسری جگہ بھی جاسکتے ہیں تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ذوق اور عقل سے متعارف ہوسکیں لیکن اکیلے نہیں جاسکتے بلکہ لڑکی کا کوئی محرم ساتھ موجود ہونا ضروری ہے۔ اس حدیث شریف میں منگنی کے بارے میں جو مطلقاً دیکھنے کے بارے کہا گیا ہے اور کوئی قید اور حد مقرر نہیں کی یہ اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے کہ اسلام نے لوگوں کے رواج اور عام عرف پر یہ بات چھوڑ دی ہے کہ وہ رشتہ طے کرتے ہوئے اپنے حالات و آداب کے مطابق لڑکی اور لڑکے کو باہم دیکھنے کا موقع دیں۔ یہ دین اسلام کا اعتدال اور آسانی ہے اور درمیانہ راستہ ہے' ورنہ ایک طرف اگر دیکھیں تو یہ بات افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو نظر انداز کر دیا ہے جس میں لڑکے کو بالکل دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے اور دوسری طرف دیکھیں تو کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے فرنگیوں کا طریقہ اپنا لیا اور انہوں نے لڑکے کو کھلی اجازت دے دی کہ وہ اپنی منگیتر کے گھر جب چاہے آئے اور کسی محرم کو ساتھ لیے بغیر جب چاہے اپنی منگیتر کو جہاں مرضی گھومنے پھرنے کے لیے لے جائے' پھر اس کا جو بھیانک نتیجہ نکلتا ہے اس سے سب واقف ہیں اور سب کے سامنے ہے۔ بہتری اور خیر اسی طریقہ میں ہے جو اسلام نے ہمیں بتلایا ہے۔ عقل مند اور با شعور انسان کو چاہیے کہ وہ ہر کام کرنے سے پہلے ہی اس پر غور وفکر کرے اور ہر طرح سے خبر دار ہو جائے۔ پس لڑکے کو بھی چاہیے کہ وہ عقد نکاح کرنے سے پہلے اس لڑکی کے اخلاق' دین داری اور عقل وشعور کے بارے میں اطمینان حاصل کر لے تاکہ ہر بات اس کے لیے واضح ہو جائے اور پھر اس لڑکی کی طرف اس میں سچی رغبت پیدا ہو۔

مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے

عقل اور مروت والے شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی عورت سے منگنی کرنے کی کوشش کرے جس کے بارے میں پتہ ہو کہ اس کی منگنی فلاں سے ہو چکی ہے کیونکہ ایسا کرنا مسلمانوں کے درمیان اخوت کو ختم کرنے اور دشمنی وعداوت کا باعث بنتا ہے' یہاں تک کہ یہ بداخلاقی اور بے عقلی ہے کیونکہ جو بھی یہ مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا وہ اپنی تعریفیں کرے گا اور دوسرے کی عیب جوئی کرے گا اور اس کی غیبت کرے گا جس سے دو خاندانوں کے

درمیان پھوٹ پڑے گی اور جھگڑا پیدا ہوگا۔اس وجہ سے وہ شادی کتنی ہی بری ہوگی جس کی ابتدا قطع تعلقی اور بغض وفساد سے ہوئی اور ایک آدمی نے دوسرے کی غیبت کر کے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھا اور گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا۔اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے ارشاد رسالت مآب ہے: کوئی آدمی کسی دوسرے کی منگنی پر (اپنی) منگنی نہ کرے، حتیٰ کہ پہلا شخص منگنی چھوڑ دے یا دوسرے کو منگنی کرنے کی اجازت دے دے۔

یعنی اگر پہلا شخص اپنی منگنی چھوڑ دے یا اجازت دے دے تو پھر دوسرا شخص اس عورت سے اپنی منگنی کر سکتا ہے ایسا کرنا بالکل درست نہیں کہ پہلے شخص کی منگنی کو تڑوا کر اپنی منگنی کی جائے۔حدیث شریف کا متن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مقابلہ بازی میں دوسرے شخص کی منگنی تڑوا کر اپنی منگنی کرنا ہرگز درست اور جائز نہیں اور بعض علماء مالکیہ نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب دوسرا شخص پہلے کی منگنی پر اپنی منگنی کرے تو اس کا عقد باطل ہوگا۔یہ استخراج لوگوں کے لیے نفع بخش ہے کیونکہ یہ اسلام کی اصل روح اور مقصد کی ترجمانی کرتا ہے۔

دسویں بحث: منگیتر لڑکی کو دیکھنے کا جواز

شریعت اسلامیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ آدمی اس عورت کو دیکھ سکتا ہے جس سے وہ منگنی کرنا چاہتا ہے جب اسے اس بات کا علم ہو کہ واقعی لڑکی کے گھر والے اسی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔لڑکی کا اپنے منگیتر سے پردہ کرنا سلف صالحین کے زمانے میں بھی معروف نہ تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے تاکہ پہلے دن سے ہی عورت اور مرد کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو جائے جو زندگی بھر رہے۔ایسا کرنا ان دونوں میں موافقت اور قربت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی کسی عورت سے منگنی کرے اگر وہ اس عورت میں ایسی چیز کو دیکھ سکے جو اس کو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف بلائے تو اسے ایسا کر لینا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دوشیزہ سے منگنی کی۔ پس میں اس کو دیکھنے کے لیے چھپ گیا حتیٰ کہ میں نے اس میں ایسی چیز کو دیکھ لیا جس نے مجھے اس لڑکی سے نکاح پر ابھارا تو میں نے شادی کر لی۔

امام ترمذی اور نسائی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت مغیرہ نے منگنی کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اس عورت کی طرف دیکھ لو کیونکہ ایسا کرنا تمہارے درمیان محبت و موافقت میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہے' اگر تم میں سے کوئی ان عورتوں میں سے کسی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ انہیں دیکھ لے' کہا گیا ہے کہ ان عورتوں کی آنکھوں میں چندیاہٹ تھی اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں پیلی تھیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے' فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کوئی (داغ نما) چیز ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی کسی عورت سے منگنی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اُس عورت کو دیکھ لے' اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے جس سے اس کی منگنی طے ہوئی ہے۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس میں عورت کو دیکھنے کا جواز نصیحت کے طور پر ہے لہٰذا اس عورت کے چہرے کو دیکھنا مستحب ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے' پھر اس کے لیے یہ مباح ہے کہ وہ اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھ لے کیونکہ یہ دونوں اعضاء ستر میں شامل نہیں ہیں کیونکہ چہرے کو دیکھنے سے حسن و جمال کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ہتھیلیوں کو دیکھنے سے جسم کی شادابی کا پتہ چل جاتا ہے لیکن ہمارے ائمہ احناف اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مرد منگنی سے پہلے اس عورت کو دیکھ لے تاکہ اگر اسے پسند نہ ہو تو منگنی سے پہلے ہی اسے چھوڑ دے چہ جائیکہ منگنی کے بعد چھوڑے کیونکہ یہ زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اسی طرح ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ اگر اس مرد کا عورت کو دیکھنا ممکن نہ ہو تو اسے

چاہیے کہ وہ کوئی ایسی عورت بھیجے جس پر اسے یقین ہو اور وہ عورت اس لڑکی کو دیکھے اور آ کر اس کو اس کے بارے صحیح صحیح بتلائے لیکن جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ منگنی سے پہلے کرنا چاہیے۔ بعض نیک صالحین لوگ اپنی بیٹیوں کو شادی سے پہلے ان کے منگیتروں کو ضرور دکھاتے ہیں تاکہ غرور نہ رہے اور ان میں موافقت پیدا ہو جائے اور جب لڑکا اپنی ہونے والی منگیتر کو دیکھے تو صرف اس کا چہرہ اور ہتھلیاں ہی دیکھے کیونکہ چہرے سے خوبصورتی کا پتہ چل سکتا ہے اور ہتھیلیوں سے جسم کی شادابی کا علم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بالوں یا جسم کا کوئی اور حصہ دیکھنا ممنوع ہے کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر دیکھنا ممکن نہ ہو تو کوئی بااعتماد عورت بھیج کر پتہ چلا لے کہ وہ لڑکی کیسی ہے۔ احمد' طبرانی' حاکم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک عورت کی طرف بھیجا اور فرمایا: اس کی گردن کو دیکھو اور اس کے کپڑوں کو سونگھو۔

''ارقوب'' گلے کی دونوں اطراف کو کہتے ہیں دوسری روایت میں ہے: ''سمی عسوارضھا'' اس سے مراد دونوں اطراف کے دانت ہیں یعنی دانتوں کو سونگھ کہ اس کے منہ میں بدبو تو نہیں۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم اور آداب جن پر عمل کر کے انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام نے ہمیں شادی بیاہ کے معاملات میں راہ نمائی دی ہے اور اسلام دین فطرت ہے۔ ہر انسان کا ذوق دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ہر انسان کا مزاج علیحدہ علیحدہ ہے۔ اسی لیے خوبصورتی اور حسن و جمال کی جامع مانع تعریف نہیں کی گئی کیونکہ ایک چیز بعض لوگوں کو پسند ہوتی ہے اور بعض کو وہی چیز ناپسند ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے منگنی کے معاملے میں لڑکی اور لڑکے کی رضامندی اور باہم ایک دوسرے کو دیکھنے کی تلقین کی ہے کہ اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں تو ان کا نکاح کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی انہیں نکاح کرنے سے روکنا چاہیے اور اگر وہ ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں تو ان پر نکاح مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ اسی لیے منگنی کرنے والے لڑکے پر ضروری ہے کہ وہ اپنی حقیقت حال سے لڑکی والوں کو مطلع کر دے بغیر کسی ملاوٹ اور بددیانتی کے' کیونکہ ملاوٹ کرنا دین اسلام کے منافی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم سے نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ لڑکی والوں کو بتا دے کہ میں

بانجھ ہوں۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص کسی عورت سے منگنی کرے اور وہ شخص بالوں کو کالا خضاب لگاتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس عورت کو بتادے کہ وہ خضاب لگاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں خالص کالا خضاب مراد نہیں کیونکہ کالا خضاب لگانے سے منع فرمایا گیا ہے بلکہ اس خضاب سے مراد سرخی مائل خضاب ہے۔ خضاب کے متعلق بتانے کا اس لیے حکم دیا گیا ہے کیونکہ عورتیں بوڑھوں کے ساتھ نکاح کرنے کو ناپسند کرتی ہیں۔ اپنے بارے میں صحیح خبر نہ دینا بددیانتی ہے۔

گیارھویں بحث: منگنی محدود وقت کے لیے آزمائش کا مرحلہ ہے

جب آدمی اپنے حسن اختیار سے مطمئن ہو جاتا ہے اور عورت کی خوبیوں اور صفات پر رضامندی کا اظہار کر لیتا ہے اور اس بات کا یقین کر لیتا ہے کہ مستقبل میں ہم دونوں اچھی زندگی گزار سکتے ہیں اور وہ شخص اس عورت میں اپنی پوری پوری رغبت کا اظہار کرتا ہے تو پھر منگنی طے کی جاتی ہے۔ منگنی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واقعی اس عورت سے شادی کرنے کا پکا ارادہ رکھتا ہے۔ اگرچہ منگنی کرنا بہت ضروری نہیں لیکن یہ شادی کی طرف بڑھنے کا بنیادی قدم ہے۔ اسی لیے چاہیے یہ کہ آدمی کھل کر اپنی رضا و رغبت کا اظہار کرے۔ اسلام نے منگنی کو ایک دوسرے کی خوبیاں اور حسی صفات جاننے کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ لڑکا اور لڑکی دونوں ایک دوسرے پر اطمینان اور رضا کا اظہار کر سکیں۔ یہ منگنی کوئی زیادہ عرصہ نہیں رہتی بلکہ جلد ہی شادی کر لی جاتی ہے لیکن منگنی کے دوران جو ایک دوسرے کے حالات اور خوبیوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اس سے شادی کے بعد والی زندگی آسان اور آرام دہ ہو جاتی ہے۔

اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"تم میں سے جب کوئی کسی عورت سے منگنی کرے تو پس اگر اس عورت میں کوئی ایسی چیز دیکھ سکے جس نے اسے نکاح کی طرف دعوت دی تو اسے دیکھ لینا چاہیے"۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۶)

اس حدیث کو ابو داؤد شافعی اور حاکم نے روایت کیا ہے کیونکہ آدمی کے عادات و اطوار پر مطلع ہو جانے سے بعد میں پیدا ہونے والے خدشات ختم ہو جاتے ہیں۔ حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ جب انھوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اس کو دیکھ لے کہ یہ تمہارے درمیان محبت و موافقت میں اضافہ کا باعث ہے''۔
بغیر دیکھے اور یقین کیے شادی کر لینے کو اسلام نے ناپسند قرار دیا ہے' اس وجہ سے کہ شادی کے بعد جب حقیقت واضح ہوتی ہے تو علیحدگی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے پاس موجود تھا کہ ایک آدمی آیا' اس نے خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی طے کی ہے' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں' میں نے نہیں دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کسی چیز کا داغ ہے۔ اس حدیث کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہا گیا کہ ظاہری حسن و خوبی' قلبی محبت اور لگاؤ کا ذریعہ بنتا ہے اور اس طرح وہ تعلق مضبوط اور پختہ ہوتا ہے' جس سے ازدواجی زندگی میں سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے اور یہی اسلام کا مطمع نظر ہے۔

بارھویں بحث: موروثی امراض کے پیش نظر منگیتروں کا طبی معائنہ

علم ابدان نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ بچوں میں اپنے آباؤ اجداد کی جسمانی اور عقلی صفات و خوبیاں منتقل ہوتی ہیں' اس لیے شادی کرنے سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو ایک دوسرے کی موروثی صفات اور موروثی بیماریوں کے بارے میں غور و فکر کر لینا چاہیے اور بچے اور بچیوں پر موروثی صفات کے اثر کا بخوبی جائزہ لے لینا چاہیے تاکہ پیش آمدہ خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔

شادی کے وقت حسن انتخاب

رسول اللہ ﷺ نے شادی کے وقت اچھا جوڑا اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ موروثی صفات کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: اپنے نطفے کے لیے بہترین جگہ کا انتخاب کرو کیونکہ رگ پوشیدہ ہے (جس کا آسانی سے پتہ نہیں چلتا)۔

یعنی شادی سے پہلے اس بات میں غور وفکر کرلو کہ جس سے تم شادی کرنے جارہے ہو اس کا جسم اور عقل سلامت ہے، وہ شریف النسل ہے اور وہ اچھے اخلاق والا ہے، وہ دین پر عمل کرتا ہے کیونکہ پوشیدہ رگ کا آسانی سے پتہ نہیں چل سکتا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے نطفے کے لیے بہترین کفو تلاش کرو۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کوڑے پر اگے ہوئے سبزے سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا: یہ کوڑے پر اگا ہوا سبزہ کیا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ حسین وجمیل عورت جس کا باطن قبیح ہو۔ (کشف الخفاج ج ا ص ۳۱۹۔۳۲۰)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

ہم نے اپنے آباؤاجداد سے سچی شرافت وراثت میں پائی ہے اور ہم جب مرتے ہیں تو اس شرافت کا وارث اپنے بچوں کو بناتے ہیں۔

بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو شادی کے وقت مال و دولت، حسن و جمال اور حسب ونسب پر فخر کرتے ہیں لیکن دینی واخلاقی اقدار اور موروثی صفات کو بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہتر جیون ساتھی (ہم پلہ) اختیار کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسے شخص کی خوب صورتی، مال و دولت اور حسب ونسب کا کیا فائدہ جس میں بداخلاقی، جسمانی عیب اور عقلی فتور ہو۔ بے شک عورت سے چار وجوہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے پس تم دینداری کو پسند کرو۔

پس رسول اللہ ﷺ نے ان خواہشات کا ذکر فرمایا کہ جن کے بارے میں ایک نوجوان شادی کے وقت سوچتا ہے یعنی مال و دولت، حسن و جمال اور حسب ونسب وغیرہ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آخر میں نصیحت یہی فرمائی کہ تم ایسی لڑکی کو شادی کے لیے منتخب کرو جو دین پر عمل کرتی ہو اور جس کے اخلاق اچھے ہوں لیکن اگر کوئی لڑکی مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، خوبصورت ہو اور دین پر عمل نہ کرتی ہو تو ایسی لڑکی سے بچنے کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس بارے میں خبر نہ دوں کہ آدمی

کے لیے سب سے بہتر خزانہ کیا ہے؟ فرمایا: نیک عورت کہ جب آدمی اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب آدمی کہیں چلا جائے تو وہ عورت اپنی ذات کی حفاظت کرے اور جب وہ اسے کوئی بات کہے تو وہ عورت اس کی فرمانبرداری کرے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ عورت جو جسمانی، عقلی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی ہو اسے ہی اپنی زوجیت کے لیے منتخب کرنا چاہیے تا کہ وہ آپ کی بہتر شریک حیات ثابت ہو۔ جب آپ اسے دیکھیں تو وہ آپ کو خوش کر دے اور آپ کی عدم موجودگی میں وہ آپ کی شرافت اور اپنی عزت کی حفاظت کرے اور جب آپ اسے کوئی کام کرنے کو کہیں تو وہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔

تیرھویں بحث: منگنی کے وقت جنسی طبی معائنہ

منگیتروں کو چاہیے کہ وہ شادی کرنے سے پہلے اپنا اپنا طبی معائنہ کروالیں تا کہ دونوں کی صحت و سلامتی کے بارے میں یقین ہو جائے۔ لڑکی اور لڑکے دونوں پر لازم ہے کہ وہ کسی سپیشلسٹ سے اپنا طبی معائنہ کروائیں۔

طبی معائنہ کروانے کے اسباب

(۱) لڑکی یا لڑکے میں سے کوئی اگر کسی پوشیدہ مرض میں مبتلا ہو تو اس کا بروقت پتہ چل جاتا ہے۔

(۲) اگر دونوں میں سے کسی کو علاج کی ضرورت ہو تو شادی سے پہلے علاج کروانے کا موقع مل جاتا ہے۔

(۳) شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو طبی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، جن پر عمل کر کے وہ اپنی ازدواجی زندگی کو صحیح سلامت گزار سکتے ہیں اور وہ ازدواجی زندگی کے دوران ایسی حرکات سے اجتناب کریں گے جو ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

(٤) طبی معائنہ کروانے سے اس بات کا پتہ چلے گا کہ لڑکی اور لڑکے کے آلات جنسیہ درست ہیں یا نہیں۔ لڑکا اگر کسی خطرناک جنسی بیماری میں مبتلا ہے مثلاً "آتشک" وغیرہ میں یا اس کے عضو خاص میں کوئی مسئلہ ہے یا کوئی اور جنسی خطرناک بیماری ہے تو بر وقت پتہ چل سکتا ہے۔

(۵) اسی طرح شادی سے پہلے لڑکی کو بھی کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر سے اپنے اعضاء تناسل چیک کروا لینے چاہئیں تاکہ پتہ چل سکے کہ لڑکی کا پردہ بکارت سلامت ہے یا نہیں یا کہ وہ نرم ہے یا سخت ہے اور یہ کہ وہ بہت نازک ہے یا مضبوط ہے تاکہ شب زفاف کے بعد لڑکا اس پر کوئی الزام تراشی نہ کر سکے کہ میں نے کوئی خون نہیں دیکھا یا کوئی اور بات وغیرہ۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو سکے کہ کیا لڑکی کے بظر یعنی شرمگاہ کے اوپر والے حصے میں ایک چھوٹا سا دانہ جو شہوت کے وقت ابھر جاتا ہے کیا وہ سوجا ہوا تو نہیں یا اس میں کوئی رکاوٹ تو نہیں کیونکہ ان تمام چیزوں کا علاج ممکن ہے۔

(۶) بلڈ گروپ چیک کروانا چاہیے تاکہ پتہ چل سکے کہ حمل ٹھہرنے کا قوی امکان ہے اور پیدا ہونے والا بچہ کسی بیماری میں مبتلا تو نہیں ہوگا۔

(۷) لڑکے کے عضو خاص کو چیک کروانا چاہیے کہ وہ سکڑا ہوا یا بالکل اندر تو نہیں دھنسا ہوا یا ابھی ختنہ تو نہیں ہونے والا کیونکہ لڑکے کا اگر ختنہ نہ ہوا ہو تو شادی کے بعد عورت میں مختلف بیماریاں پیدا کر سکتا ہے اور غیر مختون ہونے کی وجہ سے عضو خاص میں جراثیم اور میل کچیل نفرت کا باعث بنتے ہیں۔

مذکورہ بالا چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا منگنی کرنے والے لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے سود مند ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے ان کا شادی کا بندھن زندگی بھر مضبوط اور مستحکم رہے گا۔

چودھویں بحث: مباشرت کے وقت بیوی کی خواہش کے متعلق معرفت

خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی جنسی خواہشات کی تسکین کے بارے میں جانے اور اس کو پوری پوری تسکین فراہم کرے تاکہ وہ جماع کی لذت سے پوری طرح لطف اندوز ہو۔

محققین نے ازدواجی زندگی کے حوالے سے اس طرف پوری پوری توجہ دی ہے اور اپنی کتابوں میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ خاوند پر ضروری ہے کہ وہ عورت کی جنسی خواہش بڑھانے کے ان طریقوں کو اپنائے جن سے اس میں جنسی برانگیختگی

پیدا ہو اور جب وہ جماع کریں تو دونوں کو پوری پوری تسکین حاصل ہو اگر خاوند اپنی بیوی کی جنسی خواہش کی تسکین کے طریقوں کو نہیں جانتا تو اس طرح عورت میں جسمانی اور نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں' پس وہ خاوند جس کو سرعت انزال ہو یا وہ جماع کے وقت اپنی بیوی کی پوری طرح جنسی تسکین نہ کرسکتا ہو تو ایسی صورت میں عورت کی شرمگاہ کا اندرونی نظام سکڑ جاتا ہے' پس جب ایسی حالت میں خاوند اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو عورت اپنی شرمگاہ میں تکلیف محسوس کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماع سے قبل اگر میاں بیوی باہم ملاعبت نہ کریں یعنی ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں تو اس طرح عورت کی شرمگاہ میں رقیق اور ملین مادہ پیدا نہیں ہوتا اور عورت کی شرمگاہ کا اندرونی حصہ بدستور سکڑا رہتا ہے تو اس وجہ سے عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔ عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصے میں سکڑاؤ کے باعث پیدا ہونے والی تکلیف کی دو وجوہات ہیں: ایک جسمانی' دوسری نفسیاتی۔

جسمانی وجہ: عورت کی شرمگاہ کے سکڑاؤ کا جسمانی سبب یا تو یہ ہے کہ کبھی کبھی طبعی اور فطری طور پر عورت کی شرمگاہ تنگ ہوتی ہے یا یہ کہ خاوند کا آلۂ تناسل بہت موٹا ہو تو اس وجہ سے تکلیف ہو یا یہ کہ پردہ بکارت کے زائل ہونے کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا ہو یا یہ کہ رحم کی اندرونی نالیوں میں کوئی زخم ہو یا یہ کہ فرج سے رحم تک کی نالی چھوٹی ہو یا اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رحم میں حساسیت زیادہ ہو۔

نفسیاتی وجہ: نفسیاتی اثر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ عورت اپنے پردہ بکارت کے زائل ہونے کے خوف سے متردد رہتی ہے جس سے اسے تکلیف زیادہ ہوتی ہے یا نفسیاتی سکون نہ ہونے کی وجہ سے عورت جماع کی طرف راغب نہیں ہوتی۔

اگر یہ تمام تکالیف جسمانی وجوہات کی بنا پر ہوں تو ان کا علاج کسی امراض نسواں کی ماہر ڈاکٹر سے کروانا ممکن ہے کہ رحم کی سوزش یا پردہ بکارت کے زائل ہونے سے جو زخم ہوئے ہیں ان کا علاج ممکن ہے۔ اسی طرح اگر عورت کی شرمگاہ کی اندرونی نالی تنگ ہے تو اس کو بھی تدریجاً کھولا جاسکتا ہے تاکہ جماع کے دوران کوئی دقت پیش نہ آئے یا اس کے لیے کوئی چکنی کریم وغیرہ استعمال کروائی جائے گی' پس اگر کسی نفسیاتی سبب کی وجہ سے تکلیف ہے تو عورت سے خوف اور ڈر کو ختم کرنے کی وجہ تلاش کی جاسکتی ہے' مثلاً شوہر بیوی کو اعضاء تناسل کی کارکردگی سمجھائے اور بتائے کہ ہر عورت کا پردہ بکارت زائل ہوتا ہے لیکن اس نے زیادہ

تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب عورت میں شہوت پیدا ہوتی ہے تو اسکی شرمگاہ میں رطوبت پیدا ہوتی ہے۔ جو شرمگاہ کو اندر سے نرم و ملائم کر دیتی ہے جس سے اندرونی حصہ کھل جاتا ہے۔ رحم کی نالی کی تنگی جنسی ملاپ سے ختم ہو سکتی ہے اور زوجین کے درمیان جماع کا عمل ایسا اہم رابطہ ہے جو دونوں کو ملاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ عورت اپنے بچے کی ماں بننے کے لیے تیار ہو جائے جس کے لیے ماں کے دل میں محبت اور شفقت کثرت سے ہوتی ہے۔

عورت کی شرمگاہ اور رحم کی نالی کا تنگ ہونا ہی کوئی ایسا بڑا سبب نہیں جس کی وجہ سے اس کو جماع کے دوران تکلیف ہوتی ہے بلکہ کئی ایسے دیگر اسباب بھی موجود ہیں جو جماع کے دوران تکلیف کا باعث بنتے ہیں مثلاً رحم کا پیچھے کی طرف جھکاؤ اور یہ یا تو عورت کی شرمگاہ سے رحم تک جانے والی نالی کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا خاوند کے عضو تناسل کے لمبا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کہ جماع کے دوران جب مرد کا عضو تناسل رحم کے منہ تک پہنچتا ہے تو یہ عورت کے لیے سخت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ ایک تکنیکی اور تخلیقی مشکل اور بھی ہے اگرچہ یہ بہت کم ہوتی ہے لیکن اس کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بعض لڑکیوں میں پردہ بکارت بہت سخت ہوتا ہے جو شب زفاف میں جماع کے دوران نہیں پھٹتا تو ایسی حالت میں خاوند جب خون کا کوئی نشان نہیں دیکھتا (جو پردہ بکارت کے زائل ہونے کے وقت نکلتا ہے) تو اپنی بیوی کے بارے میں اس میں بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایسی حالت کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے تاکہ پاکدامن دوشیزاؤں کو بدکاری اور فحاشی کی تہمت سے بچایا جا سکے' پس اگر خاوند اپنی بیوی میں بعض ایسے نقائص دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دل کے اطمینان کے لیے اس کی پوری تحقیق کرے' پھر اس خاوند پر ضروری ہے کہ وہ جماع کے وقت ان چیزوں کا خیال رکھے تاکہ عورت کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اس وجہ سے خاوند پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی حرکات سے پرہیز کرے جن سے عورت کو خوف آتا ہے تاکہ جماع کے وقت دونوں پرسکون حالت میں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

یہ ساری تحقیق اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جماع کے وقت خاوند کے بیوی سے پوری طرح جنسی تسکین حاصل نہ کرنے کے اکثر اسباب ایسے ہیں کہ خاوند ان باتوں سے ناواقف ہوتا ہے کہ اس کی بیوی میں کس طرح شہوت متحرک ہوتی ہے یا اس کو پتہ ہوتا ہے لیکن جماع کے وقت ان کا لحاظ نہیں رکھتا' اس لیے خاوند کو اس بات کی طرف توجہ دلائی جاتی

ہے کہ وہ جماع سے پہلے بوس وکنار اور باہم چھیڑ چھاڑ سے اس بات کا پتہ چلائے کہ اس کی بیوی میں شہوت کیسے متحرک ہوتی ہے۔ اس بات کو معلوم کر لینے سے دونوں کو جماع کے وقت پوری تسکین اور دلی اطمینان حاصل ہوگا اور دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح لطف اٹھائیں گے۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو اچھی طرح جنسی تسکین نہ ہونے کے باعث ان دونوں میں نفرت پیدا ہوگی جس سے خاندانی وازدواجی زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ وہ عورت جس میں جنسی خواہش زیادہ ہو اس کے خاوند کو اس بات پر پوری توجہ دینی چاہیے کہ اس کی بیوی کی جنسی تسکین کیسے صحیح طور پر پوری ہوسکتی ہے کیونکہ ایسی عورتیں جو زیادہ شہوت والی ہوتی ہیں اگر اپنے خاوندوں سے پوری طرح جنسی تسکین حاصل نہ کر سکیں تو وہ پھر دوسرے مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اس بات کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے خاوند اپنی بیوی کو ضائع کرنے کی صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اکثر مردوں کو خوبصورت حسین وجمیل عورتیں نہیں ملتیں بلکہ گندمی رنگ کی یا چھوٹے قد کی یا ظاہری حسن وجمال اور خوبصورت جسم سے عاری مل جاتی ہیں تو اس صورت میں عورت کی جنسی خواہش تو ویسے ہی رہتی ہے البتہ خاوند کے ذہن میں مذکورہ وجوہات کی بنا پر فتور پیدا ہو جاتا ہے لیکن عورت کیسی ہی ہو خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی جنسی تسکین کا پوری طرح خیال رکھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہوگا۔ وہ خاوند جو اپنی بیوی کی جنسی رغبت کا صحیح پتہ چلا لیتا ہے اور اس کا اہتمام کرتا ہے تو ایسی صورت میں وہ اپنی بیوی کی طرف سے گہری محبت اور خالص پیار حاصل کرتا ہے۔ یہی پیار ومحبت ازدواجی زندگی میں قیمتی متاع ہے۔

پندرھویں بحث: آباؤ اجداد سے موروثی صفات

مرد اور عورت کا ہر خلیہ ایسی شکل پر مشتمل ہوتا ہے جو مادہ' خلیہ کے بیج میں اختیار کرتا ہے اور ہر وہ شکل جو مادہ خلیہ کے بیج میں اختیار کرتا ہے متعدد موروثی خصوصیات وصفات کا حامل ہوتا ہے' اس میں ماں اور باپ دونوں کی موروثی خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں۔ یہ موروثی صفات اپنے اندر جسمانی ڈھانچے کے خدوخال' آباؤ اجداد کی عادات واطوار اور وہ خاصیات رکھتا ہے جو ہر مخلوق میں پائی جاتی ہیں۔ یہی خصوصیات وخاصیات انسان اور دیگر مخلوقات میں وہ عادات واطوار پیدا کرتی ہیں جن کے مطابق انسان اور دیگر مخلوقات زندگی

گزارتی ہیں۔ پس مرد کا نطفہ اور عورت کا انڈا یہ دونوں ان موروثی صفات کو منتقل کرتے ہیں جو مرد اور عورت میں پائی جاتی ہیں' پس اگر باپ کا نطفہ ماں کے نطفے یعنی انڈے پر غالب آجائے تو باپ کی موروثی صفات ہی پیدا ہونے والے بچے میں غالب ہوں گی یعنی ظاہری شکل وصورت' جسمانی صفات اور فکری وعقلی استعداد باپ کے مطابق ہوں گی۔ اور اسی طرح اگر ماں کا نطفہ غالب رہا تو بچے کی صفات وخصوصیات ماں کے مطابق ہوں گی۔ اسی طرح ماں اور باپ جو موروثی صفات اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کرتے ہیں وہ صفات آگے اپنی نسل کو منتقل کرتے ہیں جس کی وجہ سے پیدا ہونے والا بچہ یا تو اپنے ماں باپ میں سے کسی کے مشابہ ہوتا ہے اور یا وہ اپنے چچاؤں' ماموؤں اور خالوؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ موروثی صفات کے بارے میں یہ جو سائنسی حقیقت ہے' احادیث طیبات نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

ام سلیم بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھا کہ جو اپنے خواب میں مرد ہی کی طرح احتلام دیکھتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ عورت خواب میں احتلام دیکھے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔ ام سلیم نے عرض کی کہ وہ عورت اس بات سے حیا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ کیا (عورتوں کے ساتھ بھی) ایسا ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (عورتوں کو احتلام ہوتا ہے) پس (بچوں میں) مشابہت کیسے ہوتی ہے؟ بے شک آدمی کا نطفہ گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے' پس ان دونوں میں سے جس کا نطفہ زیادہ ہو اور سبقت لے جائے بچے کی مشابہت اسی سے ہوتی ہے۔

اور امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا:

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ پانی دیکھے تو کیا وہ غسل کرے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس عورت کو کہا: تیرا ناس ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کو چھوڑ دو اور کیا بچے کی مشابہت اس کے علاوہ ہو جاتی ہے؟ جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو تو وہ بچہ اپنے

چچاؤں کے مشابہ ہوگا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ بچہ ماں یا باپ کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو اس کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اس کے مشابہ ہوتا ہے' پس نطفے کا غالب ہونا اور سبقت لے جانا جو کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں بیان ہوا ہے یہ موروثی صفات سے متعلق ہے۔ ان دونوں الفاظ میں اشارہ ہے کہ جنین میں ماں یا باپ کی یا دونوں کی موروثی عادات وصفات پیدا ہوں گی۔ جب دونوں میں سے کسی ایک کا نطفہ غالب آئے گا۔ آنے والی حدیث طیبہ اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بعض موروثی صفات نسل در نسل پوتوں پڑپوتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ بنی فزارۃ کا ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بے شک میری بیوی نے کالا بچہ جنا ہے (حالاں کہ بنی فزارۃ کے لوگوں کے رنگ سرخ وسفید ہیں)' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ہاں کوئی اونٹ ہیں؟ اور ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے عرض کی: جناب! سرخ اونٹ ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: کیا اس اونٹ کا رنگ سیاہی اور سفیدی مائل ہے؟ اس نے عرض کی: بے شک اس میں سیاہی موجود ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اونٹ میں یہ سیاہی کہاں سے آئی؟ پھر فرمایا: اونٹ نے یہ سیاہی اپنی اصل سے حاصل کی اور اس تیرے بچے نے کالا رنگ اس اونٹ سے جذب کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ حاملہ عورت کے اردگرد جو افراد' جانور یا چیزیں ہوتی ہیں بچہ ان کا رنگ جذب کر لیتا ہے۔

سولہویں بحث: صحت مند خاندان کی بنیاد کے لیے منگیتروں کا صحت مند ہونا

والدین میں سے کوئی ایک اگر کسی موروثی بیماری کا شکار ہو یا کسی ایک کو پھیلنے والی بیماری لاحق ہو بالخصوص اگر دوران حمل ماں کو اگر کوئی ایسی بیماری لگی ہے تو یہ جنین (ہونے

والے بچے) کی سلامتی پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے یا یہ ہونے والے بچے میں موروثی بیماریاں پیدا کر دیتی ہے تو اس صورت میں شادی سے پہلے ہی منگنی کے دوران اس بات کا جائزہ لے لینا چاہیے کہ لڑکی یا لڑکے کو کوئی ایسی موروثی یا وبائی بیماری تو نہیں جو آئندہ آنیوالے بچے پر اثر انداز ہو گی۔ شادی سے پہلے ہی اس کا دھیان رکھنا چاہیے تا کہ آنے والی نئی نسل مختلف بیماریوں سے محفوظ اور سلامت رہ سکے اور پھر یہ حفاظت اور بیماریوں سے بچاؤ وضع حمل تک جاری رہنا چاہیے تا کہ حمل کے دوران ہی کوئی بیماری حملہ آور نہ ہو اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بعد بھی بچے کی حفاظت اس کے زمانہ طفولیت تک ضرور کرنی چاہیے تا کہ بچہ شیر خواری کے دوران بھی ان موذی بیماریوں سے محفوظ رہ سکے۔

منگیتروں میں صحت کی شرائط

نسل انسانی کی حفاظت کے مراحل منگنی کے دوران ہی شروع ہو جاتے ہیں کہ جب شادی میں یہ شرائط بھی رکھی جائیں کہ لڑکی اور لڑکے کا موروثی یا دیگر وبائی امراض سے سلامت ہونا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی آنے والی نسل کی سلامتی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا اور اپنی ہونے والی زوجہ کا پوری طرح میڈیکل چیک اپ کروالے۔ یہ انسان کی فکر سلیم کی علامت ہے اور اگر دونوں اس میں پوری طرح ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں تو یہ ان کی ازدواجی زندگی کے لیے اور آنے والی نسل کے لیے بہتر اور اچھا ہو گا اور اس امت کے لیے بھی بہتر ہے جس میں وہ میاں بیوی دونوں زندگی گزار رہے ہیں۔ بے شک صحت و سلامتی کے اعتبار سے مثالی شادی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان شرائط پر متفق ہو جو میں نے مرتب کی ہیں۔

(۱) منشیات کے استعمال سے منگیتروں کا محفوظ ہونا: کیونکہ منشیات کا استعمال جسمانی، فکری اور نفسیاتی لحاظ سے انسانی صحت کو نقصان دیتا ہے اور منشیات کا استعمال فسق ہے جس سے انسان کی دینداری اور اعتبار متاثر ہوتا ہے اور انسان برائی کا ارتکاب کرتا ہے، پس منشیات کا پکا عادی ہونا اور اس کا کثرت استعمال یہ بڑی سرکشی ہے اور اس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ منشیات کی عادت سے انسانی اعضاء اور نفسیات بہت متاثر ہوتی ہیں جس سے معاشرے میں افراتفری پھیلتی ہے۔ اسی طرح

آنے والی نسل پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جس سے پیدا ہونے والے بچے کبھی کبھی اعصابی اورنفسیاتی امراض کا شکار ہوجاتے ہیں۔

(۲) منگیتروں کا موروثی امراض سے محفوظ ہونا: جس طرح ایک نشے کا عادی شخص نہ تو محبت کرنے والا دوست ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی اچھا خاوند اور خوشحال صاحب عیال بن سکتا ہے اسی طرح آنے والی نسل کی صحت وسلامتی کے پیش نظر یہ بھی ضروری ہے کہ منگیتروں میں سے کوئی بھی موروثی مرض کا شکار نہ ہو۔ایسی لڑکی اور لڑکے کی باہم شادی نہ کی جائے جن میں خطرناک موروثی امراض پائے جاتے ہوں۔اس طرح آنے والی نسل پیدائشی طور پر ہی مریض ہوگی۔اس کے مزید نقصانات ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔مذکورہ بالا صحت وسلامتی کی دونوں شرائط کی تاکید بہت ضروری ہے۔ منشیات کی عادت اور موروثی امراض کے بارے میں شادی طے کرنے سے پہلے ہی تحقیق کر لینی چاہیے۔دونوں جانب سے ان چیزوں کے بارے میں تحقیق کرنی لازمی ہے تاکہ بعد میں کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو اور اگر منگیتروں میں سے ایک کے موروثی مرض کے حامل ہونے کے باوجود دوسرا اس پر راضی ہے تو پھر ان دونوں پر یہ لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر سے رجوع کریں اور ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کریں تاکہ ان دونوں کی ازدواجی زندگی بہتر طریقے سے گزرے۔

(۳) منگیتروں کا دائمی امراض سے محفوظ ہونا: دائمی امراض موروثی ہوں یا غیر موروثی بالخصوص وہ امراض جو زوجین کے درمیان نفرت پیدا کردیتے ہیں جس طرح مرگی کی بیماری' رات کو پیشاب نکل جانے کی بیماری ہے۔ایسے مریض کو چاہیے کہ وہ شادی سے پہلے ہی اپنی بیماری کے بارے میں دوسروں کو آگاہ کردے تاکہ بعد میں نفرت پیدا نہ ہو۔بعض دائمی امراض ایسے ہوتے ہیں جو حمل کے لیے شدید خطرناک ثابت ہوتے ہیں اور کبھی کبھی یہ بیماریاں جنین (پیٹ میں نشوونما پانے والے بچے) کے لیے بڑے اثرات مرتب کرتی ہیں اور حمل کے استقرار کے لیے خطرناک ثابت ہوتی ہیں' مثلاً دل کے امراض' گردوں کے امراض' ہائی بلڈ پریشر اور رگوں میں سختی اور سدے ہونا۔پس ضروری ہے کہ منگنی کے دوران ایسے امراض کے بارے میں چیک اپ کروالیا جائے۔

(٤) منگیتروں کا زہریلے امراض سے محفوظ ہونا: ان زہریلے امراض میں سے اہم

امراض ٹی بی، آتشک ،سوزاک اور پیٹھ سے رطوبت بہتے رہنا وغیرہ ہیں۔ایسی بیماریوں سے حفاظت سے ہی نئی نسل صحت مند پیدا ہو سکے گی ورنہ پیدا ہونے والا بچہ مختلف زہریلی بیماریوں کا شکار ہوگا۔شرمگاہوں سے گندی رطوبت کا بہنا ایسا مرض ہے جو نظام تناسل اور نظام بول و براز کو نقصان پہچا سکتا ہے۔اس سے مرد کی منی (نطفہ) متاثر ہو سکتی ہے اور اس طرح عورت میں یہ بیماری ہونے کی وجہ سے اس کا رحم متاثر ہونے کا خدشہ ہے جس کا برا اثر لامحالہ طور پر پیدا ہونے والے بچے پر پڑے گا۔

(۵) منگیتروں کے خون کے گروپ میں یکسانیت: بے شک دس میں سے نو بچوں کو بیماریاں ماں باپ کے خون کے گروپوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔یہ بیماریاں RH گروپ میں اختلاف کی وجہ سے ہوتی ہیں۔جب یہ ماں میں نیگیٹو ہو اور باپ میں پازیٹو تو بچہ باپ سے پازیٹو لیتا ہے۔اگر اس کے برعکس ہو تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔اسی طرح دوسری وجہ جس سے امراض لاحق ہوتی ہیں وہ یہ کہ جب ماں کا گروپ O ہو اور باپ کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا بالخصوص جب باپ کا گروپ R ہو تو اس صورت میں دس میں سے ایک بچہ کئی بیماریوں کا شکار ہوگا۔ان میں اہم بیماری ''تھیلی سیمیا'' ہے۔بہر کیف شادی سے پہلے دونوں کو اپنا اپنا بلڈ گروپ چیک کروالینا چاہیے اور کسی سپیشلسٹ سے مشورہ کر لینا چاہیے کہ ان دو گروپوں کے ملنے سے بچے میں کسی بیماری کے پیدا ہونے کا خدشہ تو نہیں۔

منگیتروں کی دینداری اور اخلاقی سلامتی

بچوں میں ابتدائی سالوں میں ہی اخلاقی عادات و اطوار پیدا ہوتی ہیں، بچہ اپنے بچپن میں ہی اپنے ماں باپ اور دیگر بہن بھائیوں سے اخلاق و عادات سیکھتا ہے۔اسی طرح جس معاشرے میں وہ رہ رہا ہوتا ہے اس سے بھی عادات و اطوار کو اپناتا ہے۔اخلاق اور دین کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔اس وجہ سے ان کو باہم مربوط رکھنا چاہیے کیونکہ ان کا مقصد ایک ہے اور وہ ہے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔بچے کے اخلاق و عادات اس کی ابتدائی عمر میں مقرر ہوتے ہیں۔بچہ بھلائی اور برائی کی تمیز کیے بغیر ہر وہ طور طریقہ اپنا لیتا ہے جو وہ اپنے والدین اور اساتذہ میں دیکھتا ہے، بچے کی نظر میں وہی چیز بہتر ہوتی ہے جس کے کرنے کی اس

کو اجازت دے دی جائے اور وہ وہی چیز بری سمجھتا ہے جس کو بڑے ناپسند کرتے ہوں اور بچے کو اس سے روکتے ہوں۔ اسی طرح یہ بات مشاہدے میں ہے کہ بچہ اپنے والدین اور بھائی بہنوں سے ہی اخلاقی قدریں سیکھتا ہے اور جس معاشرے میں وہ رہ رہا ہوتا ہے اسی معاشرے کے مثالی اخلاق و عادات کو اپناتا ہے۔ دین اور اخلاق کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ اسی لیے یہ بات ضروری ہے کہ ان دونوں کے درمیان ربط اور تعلق قائم رکھا جائے کیونکہ دین اور اخلاق کے اہداف و مقاصد ایک ہی ہیں۔ وہ یہ کہ برائی سے روکنا اور اچھے نیک کام پر ابھارنا اور ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپنانا جن کو ہم مثالی سمجھتے ہیں' پس یہ ضروری ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم بھی جاری رہے کیونکہ دین اور اچھے اخلاق دونوں پاکیزگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی ہیں جس سے بچے کی نشو ونما کے ساتھ اس کی نفسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور مستقبل میں وہ اچھا شہری بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسلام نے ایسی وجہ سے منگنی کرنے والوں پر یہ زور دیا ہے کہ وہ اپنے زندگی کے ساتھی میں اچھی صفات کے بارے میں پہلے سے ہی مشاہدہ کرلیں۔ یہ اچھی صفات دین پر قائم رہنا اور اچھے اخلاق ہیں۔ یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ ان دونوں کے درمیان محبت والفت اور باہمی افہام وتفہیم کا جذبہ پیدا ہو اور اس طرح نئی آنے والی نسل میں دینی و اخلاقی حوالے سے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال و دولت کی وجہ سے' اس کے حسب ونسب کی وجہ سے' اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے' پس تم دین دار عورت کو ترجیح دو' تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

مکارم اخلاق بھی دین کا حصہ ہیں' اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں اس کی تنبیہ فرمائی ہے تاکہ صحیح عقیدہ اور عبادت کے ساتھ ساتھ حسن اخلاق کے بارے میں بھی پوچھا جائے' پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عورت سے کسی ایک خصلت کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے حسن و جمال کی وجہ سے' اس کے مال و دولت کی وجہ سے' اس کے اچھے اخلاق کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے' پس تم دیندار اور اخلاق والی عورت کو پسند کرو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

اسی طرح لڑکے کے بارے بھی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تمہارے پاس کسی ایسے لڑکے کا رشتہ آئے جس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ وفساد ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اُن میں کوئی شک بھی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس ایسے لڑکے کا رشتہ آئے جس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۶۶)

سترھویں بحث: قریبی رشتہ داروں میں شادی کی وجہ سے اولاد پر موروثی اثرات

موروثی امراض کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یا تو یہ خاندانی ہوتے ہیں یا غیر خاندانی۔

خاندانی موروثی امراض: ایک خاندان میں کئی افراد ایک ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان تمام میں یہ بیماری ایک ہی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کئی اقسام پر مشتمل ہے:

(۱) سخت تکلیف دہ موروثی امراض: مثلاً موروثی آتشک، جلدی امراض، غوطر، موروثی بے ہوشی، خاندانی طور پر خون میں کولیسٹرول کی زیادتی اور بعض پیدائشی ناموافق اعضاء یعنی سر چھوٹا ہونا یا بازوؤں اور ٹانگوں میں ٹیڑھا پن وغیرہ۔ اگر میاں بیوی میں سے ایک کو مذکورہ بیماری ہو اور دوسرا ٹھیک ہو تو ممکن ہے کہ ان کے بچوں میں بعض کو یہ بیماری لاحق ہو جائے اور بعض دفعہ دو محبت کرنے والے منگیتر اس بات پر راضی ہو جاتے ہیں کہ بچوں کو کوئی بھی بیماری ہو مگر ہم شادی ضرور کریں گے لیکن بعض صورتوں میں وہ بیمار مرد یا عورت بانجھ پن اختیار کر لیتا ہے مثلاً جس کو بھی ایسی متعدی بیماری ہو وہ اپنے آپ سے بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کروالیتا ہے اور بغیر اولاد کے زندگی گزارنے پر راضی ہو جاتا ہے تاکہ ان کی بیماری آگے ان کی اولاد کو منتقل نہ ہو اور قوم معذور افراد سے پاک رہے۔

(۲) بعض خاندانوں میں شادی کرنے کی وجہ سے بچوں میں موروثی گونگا پن اور بہرا پن

آجاتا ہے۔اسی طرح بعض اوقات آنکھوں میں قرنیہ کی سطح کی ناہمواری اور قریب نظری یعنی دور والی چیز صحیح دکھائی نہ دینے کے امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی خاندانی موروثی امراض ہیں۔شادی کرنے سے پہلے ان کے بارے میں خصوصی چھان بین کر لینی چاہیے اور بچوں میں ان امراض کے سد باب کے لیے ضروری تدابیر اختیار کر لینی چاہئیں۔

(۳) بعض موروثی امراض صرف ماں سے منتقل ہوتے ہیں یا ماں صرف ان امراض کو آگے منتقل کر دیتی ہے اور خود ٹھیک ہوتی ہے مثلاً ناک کی رگوں سے خون کا بہنا' موتیا ہونا' آنکھوں کے عصبی نظام میں سوزش اور زخم ہونا' رنگ کا اندھا پن یا خاندانی لنجا پن وغیرہ۔

منگنی کے دوران طبی معائنہ کروانے کا یہی فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ بچوں میں کوئی بیماری تو نہیں پیدا ہو گئی۔اسی طرح منگنی کے دوران اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ لڑکے یا لڑکی کے خاندان میں کوئی موروثی بیماری تو نہیں چل رہی۔اگر کوئی ایسی صورت ہو تو اس بارے میں کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے مشورہ کر لیا جائے اور جس حد تک ممکن ہو علاج کروالینا چاہیے اور اس کے علاوہ حفاظتی تدابیر پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

قریبی رشتہ داروں سے شادی: قریبی رشتہ دار جن کا آپس میں خونی رشتہ ہو ان کا آپس میں شادیاں کرنا موروثی امراض کو تقویت دیتا ہے اور بعد میں آنے والی نسلوں میں موروثی امراض کو بڑھاتا ہے۔مسلسل ایک خاندان میں قریبی رشتہ داروں کی آپس میں شادیاں کرنے کی وجہ سے موروثی امراض کو تقویت ملتی ہے اور آخرکار بچے کم پیدا ہوتے ہیں یا بانجھ پن ہو جاتا ہے۔جب ایک شخص کو معمولی مرض ہو اور وہ اپنے ہی خاندان کی ایسی لڑکی سے شادی کر لے جو کسی حد تک اسی موروثی مرض میں مبتلا ہو تو ان دونوں کی اولاد میں وہ موروثی بیماری کافی حد تک قوت پکڑ جائے گی جو زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جائے گی۔اسی طرح اگر کوئی شخص کسی وبائی اور زہریلے مرض کا شکار ہوا اور اس بیماری کے اثرات اس سے زائل نہ ہوئے تو اس صورت میں بھی یہ بیماری اس کی آنے والی نسل میں منتقل ہوگی اور اپنا اثر دکھائے گی اور بعد میں قریبی رشتہ داروں میں شادیاں کرنے کی وجہ سے یہ بیماری مزید تقویت حاصل کرتی چلی جاتی ہے۔یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ بعض

امراض مثلاً جسم اور بالوں کا بالکل سفید ہونا، بہرا پن، گونگا پن، آنکھوں کے امراض اور جسم کی سوزش یہ قریبی رشتہ داروں کے آپس میں شادی کرنے سے ہوتی ہیں کیونکہ وہ دوسرے خاندانوں میں شادی کرنے کی بجائے قریبی رشتہ داروں سے ہی شادی کرتے ہیں اور اسی طرح وہ دوسری کے ساتھ شادی کرنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اگر مسلسل آبائی قریبی رشتہ داروں میں ہی شادیاں کی جائیں تو اس سے بچوں کی پیدائش میں تاخیر واقع ہوتی ہے اور جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی جسمانی اور ذہنی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ یہ اثرات ہم ان بڑے بڑے خاندانوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں جو اپنے خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے۔ نسل کی کمزوری کے اسباب میں زیادہ تر وہ اچھے برے اخلاق اور اوصاف ہیں جو موروثی ہوتے ہیں اور قریبی رشتہ داروں سے شادی کرنے کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ دور کے رشتہ داروں میں یا کسی دوسرے خاندان میں شادی کی جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ''تلخیص الحبیر'' میں بیان کیا کہ ابن قتیبہ کی کتاب ''غریب الحدیث'' میں ایک بات بیان ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اجنبی لوگوں میں شادی کرو تم کمزور نہیں ہو گے۔

یہ لفظ ضاوی سے بنا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: کمزور جسم والا۔ جب عورت کمزور بچے پیدا کرے تو اس کو ''اضوت امرأۃ'' کہتے ہیں۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم قریبی رشتہ داروں میں شادی نہ کرو بلکہ دور کے اجنبی لوگوں میں شادی کرو۔ ابن یونس نے ''تاریخ الغرباء'' میں روایت کیا ہے کہ وہ خاندان جس کی عورتیں دوسرے خاندانوں میں نہ بیاہی جائیں ان کی اولاد میں حماقت و بیوقوفی ہوتی ہے۔

ابراہیم الحربی نے روایت کیا ہے کہ آل السائبۃ قبیلے کے بارے میں حضرت عمر نے کہا: جب تمہاری نسل کمزور ہو تو تم دور کے اچھے خاندان میں نکاح کرو۔

حربی نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے خاندان سے باہر شادی کرو اور ''مختار الصحاح'' میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دور کے اجنبی لوگوں سے شادی کرو اپنے قریبی رشتہ داروں میں شادیاں نہ کرو تاکہ تمہاری نسل کمزور نہ ہو۔

دوسری فصل

حق مہر توجیہ وتشریح کے آئینے میں

یہ فصل چار ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: شادی میں مہر کی ادائیگی شوہر کی طرف سے عطا ہے

دوسری بحث: حق مہر اور اس میں آسانی کا پہلو

تیسری بحث: عورت کا اپنے حق مہر میں تصرف کا اختیار

چوتھی بحث: دلہن کا جہیز

پہلی بحث: شادی میں مہر کی ادائیگی شوہر کی طرف سے عطا ہے

بے شک شریعت اسلامیہ نے عورت کے حقوق واضح کیے ہیں اور مہر لینا یہ عورت کا ذاتی حق ہے' قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○ (النساء:۴)

اور دیا کرو (اپنی) عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی' پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوش دلی سے تو کھاؤ' اس سے لذت حاصل کرتے ہوئے' خوشگوار سمجھتے ہوئے ○

اس آیت کی رو سے واضح ہوتا ہے کہ دور جاہلیت میں عورت کے اس ذاتی حق کو ہضم کرنے کی متعدد صورتیں تھیں۔ ایک صورت یہ تھی کہ ولی اس پر اپنا قبضہ کر لیتا تھا اور اپنے پاس رکھتا تھا' گویا کہ وہ لڑکی کو اپنا مال سمجھتا تھا اور نکاح کی صورت یہ تھی کہ نکاح شغار (نکاح کے بدلے نکاح بغیر مہر کے) کیا جاتا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا اور نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے اور ان

دونوں کے درمیان حق مہر نہ ہو۔اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں نکاح شغار نہیں ہے۔

نکاح شغار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ نکاح کے بدلے نکاح کیا جاتا ہے یعنی دو شخص جن کی کفالت میں دو لڑکیاں ہوں وہ دو شخص آپس میں ایک دوسرے کی لڑکی سے نکاح کر لیں اور کسی لڑکی کو مہر نہ دیا جائے جس طرح ایک دوسرے سے جانور کے بدلے جانور بدل لیا جاتا ہے۔اس نکاح کو اسلام نے کلی طور پر حرام کہا ہے اور اسلام نے مرد اور عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ باہمی رضامندی اور رغبت سے نکاح کریں۔مہر لینا یہ عورت کا ذاتی حق ہے۔عورت کو خود اپنا مہر وصول کرنا چاہیے ولی کو ہرگز نہیں دینا چاہیے کیونکہ یہ خالصتاً عورت کا حق ہے۔ عورت کا مہر اس کے حوالے کرنا لازمی ہے اور مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو مہر تحفہ کے طور پر دے یعنی خوشدلی کے ساتھ جس طرح کسی دوست کو تحفہ یا ہدیہ دیا جاتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورت سے لطف اندوز ہونے کے بدلے میں اس کے لیے حق مہر لازمی قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ (النساء:۲۴)

پس جو تم نے لطف اٹھایا ہے ان (عورتوں) سے تو ان کو ان کے مہر جو مقرر ہیں وہ دے دو۔

یہ وہی حق مہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے‘پس جو شخص حلال عورتوں میں سے کسی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس سے نکاح کرے کوئی غیر قانونی طریقہ اختیار نہ کرے۔نکاح کرنے کی صورت میں وہ عورت کو اس کا حق مہر ادا کرے۔یہ حق مہر ادا کرنا عورت کا حق ہے جو مرد پر لازم ہے۔مرد کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عورت کو اپنی میراث سمجھے اور اس کا کوئی حق ادا نہ کرے جیسا کہ دور جاہلیت میں ہوتا تھا اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ عورت کا آپس میں تبادلہ کر لیا جائے جیسا کہ نکاح شغار میں ہوتا ہے یعنی دو شخص آپس میں عورت کے بدلے عورت دے کر نکاح کر لیتے ہیں جس میں ان دونوں عورتوں کو حق مہر نہیں دیا جاتا جیسے دو جانوروں کا آپس میں تبادلہ کر لیا جائے یا دو چیزوں کو آپس میں بدل لیا جائے۔عورت کے اس ضروری حق مہر کی وضاحت کرنے کے بعد اسلام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میاں بیوی اپنی مشترکہ زندگی کے تقاضوں کے مطابق اور اپنے حالات و

میلانات کے مطابق حق مہر کی معافی پر رضامند ہو جائیں۔ارشاد ربانی ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ (النساء:۲۴)
اور کوئی گناہ نہیں تم پر جس چیز پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مقرر کیے ہوئے مہر کے بعد۔

پس اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر عورت اپنا حق مہر متعین ہونے کے بعد اس میں سے آدھا یا پورا چھوڑ دے۔یہ بالکل جائز ہے۔اس میں کوئی ممانعت نہیں کیونکہ حق مہر متعین ہونے کے بعد اس کی ملکیت میں آ گیا ہے۔وہ اس میں اسی طرح تصرف کر سکتی ہے جس طرح اپنے دوسرے مال میں آزادی سے تصرف کرتی ہے۔حق مہر چونکہ خالصتاً عورت کا حق ہے وہ کلی طور پر اختیار رکھتی ہے کہ جیسے چاہے اس کو خرچ کرے لہٰذا اگر عورت اپنا آدھا یا پورا حق مہر خاوند کو معاف کر دیتی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ خوشدلی اور رضامندی سے ایسا کر رہی ہے اور جو مہر عورت نے خوشی سے معاف کر دیا ہو وہ خاوند کے لیے جائز ہے اور حلال ہے پس میاں بیوی کے درمیان تعلقات باہمی رضامندی کلی اختیار اور دلی محبت و رغبت پر قائم ہونے چاہئیں تاکہ بعد میں ان میں کسی طرح سے بھی خرابی پیدا نہ ہو۔دین اسلام نے اپنے احکامات جاری کر کے دور جہالت کے ان مظالم کی روک تھام کی ہے جو عورت کے ذاتی حقوق کو پامال کرنے اور اس کے مال اور حق مہر کو ہتھیانے کی صورت میں روا رکھے جاتے تھے۔اسلام نے عورت کو عزت اور قدر و منزلت عطا کی ہے اور اس کے ہر حق کی حفاظت کی ہے۔اسلام مرد اور عورت کے درمیان محبت و الفت پر مبنی تعلقات دیکھنا چاہتا ہے جس سے گھریلو ازدواجی زندگی سے لے کر معاشرے تک کی زندگی میں امن وسکون قائم ہو اور ہر انسان خوشحالی کی زندگی بسر کرے جبکہ دور جاہلیت میں بالعموم کمزوروں اور ضعیفوں کے حقوق کو اور بالخصوص یتیموں اور عورتوں کے حقوق کو پامال کیا جاتا تھا اور ان مظالم میں سے کچھ امت مسلمہ میں بھی باقی رہے حتیٰ کہ قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے ان تمام مظالم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور امت مسلمہ کو جدید تصورات رسوم و رواج اور اعلیٰ اخلاق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ. (النساء:۳)
اور اگر تم ڈرو اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچوں کے معاملہ میں (تو

ان سے نکاح نہ کرو)

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس مذکورہ بالا آیت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے بھانجے! اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی کفالت میں ہو اور یہ یتیم لڑکی مال میں ولی کے ساتھ شریک ہو اور جب ولی اس کے حسن و جمال اور مال کو پسند کرتا ہے تو وہ ولی اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کو اس کا پورا پورا حق مہر نہیں دیتا تو اس صورت میں منع کیا گیا ہے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں، ہاں اگر وہ انہیں پورا پورا حصہ اور اچھا حق مہر دیں تو پھر نکاح کر سکتے ہیں، بصورت دیگر وہ ولی کسی اور عورت سے نکاح کر لیں۔

حضرت عروہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مختلف قسم کے سوالات پوچھتے تھے تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ. (النساء:۱۲۷)

اور وہ فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے عورتوں کے بارے میں، آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ فتوی دیتا ہے تمہیں ان کے بارے میں اور وہ آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں تم پر اس کتاب سے (ان میں احکام ہیں) ان یتیم بچیوں کے متعلق جنھیں تم نہیں دیتے ہو جو (حق) مقرر کیا گیا ہے ان کے لیے اور خواہش کرتے ہو کہ خود نکاح کر لو ان کے ساتھ (ان کا مال دبوچنے کے لیے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس دوسری آیت میں جو فرمان ہے:

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ. (النساء:۱۲۷)

اور تم خواہش کرتے ہو کہ خود نکاح کر لو (ان کے ساتھ ان کا مال دبوچنے کے لیے)۔

جب کوئی یتیم لڑکی زیادہ مالدار بھی نہ ہو اور حسین و جمیل بھی نہ ہو تو پھر تمہاری رغبت اس طرف نہیں ہوتی پس اس وجہ سے تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ جن عورتوں میں تم رغبت رکھتے ہو ان کو ان کا حق مہر ادا کر کے نکاح کرو اس لیے کہ یتیم لڑکیوں کی طرف تمہاری رغبت اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ غریب ہیں اور زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہیں۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ان تصورات اور رسوم و رواج کی نشاندہی کہ گئی ہے جو دور جاہلیت میں عام تھے اور پھر مسلم معاشرے میں بھی آنے لگے حتیٰ کہ قرآن مجید نے ان تمام تصورات کو بہتر انداز میں پیش فرمایا تا کہ عورتوں کا ہر طرح سے تحفظ ہو سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ. (النساء:۳)

اور اگر تم ڈرو اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملے میں (تو ان سے نکاح نہ کرو)۔

اس میں اس ولی کو خوف دلایا گیا ہے کہ اگر اس کو ڈر ہو کہ وہ اپنی زیر کفالت یتیم لڑکی کے ساتھ پورا پورا عدل نہ کر سکے گا تو وہ ہرگز اس سے نکاح نہ کرے۔ اس آیت کریمہ میں عدل کرنے کو مطلق رکھا گیا ہے۔ اس سے یہی مقصود ہے کہ اس یتیم لڑکی کے ساتھ ہر حال میں عدل و انصاف کیا جائے۔ وہ حق مہر دینے کا معاملہ ہو یا کوئی اور موقع ہو، ہر صورت میں عدل کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ولی اس یتیم لڑکی سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لے یا کسی ذاتی رغبت کی وجہ سے نکاح کر لے جس میں اس لڑکی کی رضا شامل نہ ہو اور ایسا بھی نہ کرے کہ اس لڑکی کا نکاح کسی بوڑھے سے کر دے جو اس کے حقوق کی ادائیگی نہ کر سکے بلکہ اس لڑکی کی رضامندی اور رغبت سے اس کے ہر کام کا فیصلہ کیا جائے۔ اسی طرح علی ھذا القیاس ہر معاملے میں لڑکی کی رضامندی حاصل کرنا بھی عدل ہے کیونکہ اگر ولیوں کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ ان یتیم لڑکیوں سے عدل نہ کر سکیں گے تو پھر ان سے نکاح نہ کرنا چاہیے بلکہ ان کے علاوہ بھی تو عورتیں ہیں۔ وہ کسی بھی عورت سے نکاح کر لیں۔ ان وجوہات کی بنا پر شریعت اسلامیہ دوسرے من گھڑت قوانین اور نظاموں سے جدا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے شادی کے وقت عورت کی عزت اور قدر و منزلت کو ملحوظ رکھا ہے اور مرد کو حکم دیا ہے کہ وہ عورت کو اس

کا ذاتی حق دے جس کا اللہ تعالیٰ نے مرد کو حکم دیا ہے اور شریعت اسلامیہ میں مرد پر حق مہر ادا کرنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ دور جاہلیت کے غیر مسلم قبائل میں یہ رواج تھا کہ عورت شادی کے وقت اپنے خاوند کو حق مہر دے۔ ان قبائل میں اس کے علیحدہ علیحدہ نام تھے پس اگر اس نوجوان لڑکی کے پاس اپنے ہونے والے خاوند کو دینے کے لے مال نہ ہوتا یا اس لڑکی کا ولی یا والد وہ مال دینے کی طاقت نہ رکھتا ہوتا تو پھر وہ لڑکی محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوتی تھی تاکہ مال کما کر کسی مرد سے شادی کر سکے۔ اس محنت مزدوری میں اس صنف نازک کو کئی سخت ترین کام کرنے پڑتے جس سے اس کی عزت و ناموس مجروح ہوتی۔ اسی طرح ''یہودیوں کی شریعت میں عورت کے لیے حق مہر تو رکھا گیا ہے لیکن جب تک وہ خاوند کی زوجیت میں رہتی ہے اس کو استعمال نہیں کر سکتی۔ اگر خاوند فوت ہو جائے یا اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ اپنے حق مہر کی مالک بنتی ہے اور اسے استعمال کر سکتی ہے''۔ (حقوق النساء فی الاسلام ص ۲۲) حضرت ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں روایت نقل کی ہے کہ مسروق روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول ﷺ پر بیٹھے اور فرمایا: اے لوگو! عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام میں سے کسی نے چار سو درہم سے زائد مہر نہ دیا۔ اگر تم اس سے زیادہ دیتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ پر سبقت نہ لو۔ میں نہیں جانتا کہ کسی مرد نے چار سو درہم سے زیادہ مہر دیا ہو (یعنی حضرت عمر نے چار سو درہم مہر مقرر کر دیا)۔ پھر منبر سے اترے تو قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا' قریشی عورت نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ نے لوگوں کو چار سو درہم سے زائد مہر دینے سے منع کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس قریشی عورت نے کہا: کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور اگر تم ارادہ کر لو کہ بدلو ایک بیوی کو پہلی بیوی کی جگہ اور دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس مال سے کوئی چیز' کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال (زمانہ جاہلیت کی طرح) بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے ۝ اور

(النساء:۲۰۔۲۱)　　کیوں کر (واپس) لیتے ہو تم مال کو حالاں کہ
مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے
سے اور وہ لے چکی ہیں تم سے پختہ وعدہ O

جب یہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللھم غفراً (اے اللہ! مغفرت فرما) لوگ عمر سے زیادہ دین کو سمجھتے ہیں' پھر حضرت عمر واپس منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زائد عورتوں کا مہر مقرر کرنے سے روکا تھا پس اب جو جتنا چاہے اپنے مال سے مہر دے (اس کو اجازت ہے)۔

ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمایا کہ جس کا جیسے جی چاہے پس ویسے ہی کر لے۔ اس کی سند مضبوط ہے۔

الشیخ محمد الحامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شادی کرنا ہمارے اہم کاموں میں سے ہے' کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے کہ انسان کی طبیعت اس طرف مائل ہوتی ہے' شادی کرنا آسان اور سہل کام ہے لیکن لوگوں نے اس میں مختلف اشیاء کا اضافہ کر کے اس کو نہایت مشکل بنا دیا ہے حتیٰ کہ اس میں مشکلات ہی کی وجہ سے اکثر لوگ اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کتنے ہی مرد ہیں جنہوں نے کنوارے ہی زندگی گزاری اور کنوارے ہی مر گئے اور کتنی ہی عورتیں ہیں جو شادی نہ ہونے کی وجہ سے کنواری ہی رہیں اور کنواری ہی مر گئیں۔ اس کی مزید وضاحت کی جائے تو بالفاظ دیگر وہ کنوارہ اور کنواری جنہوں نے ساری زندگی شادی نہ کی انہوں نے شر اور فساد کی زندگی بسر کی اور شر و فساد کی موت مرے کیونکہ فطری تقاضوں کی مخالفت جبلت کو خراب کر دیتی ہے اور خلقت انسانی کے الٹ کام کرنا انسان کو اس سیدھے رستے سے ہٹا دیتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس زندگی گزارنا کھلا شر اور واضح فساد ہے۔ بے شک دین اسلام نے حدود میں رہتے ہوئے مباح چیز سے اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ دین اسلام کے پیروکار اپنے دامن کو پاک اور دل کو صاف رکھ سکیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے مہذب و مکرم ہوں اور ہر قسم کی برائی اور گندگی سے بچ کر اعلیٰ اخلاق کی مثال بنیں۔ اسی لیے اسلام جائز طریقے سے شہوت پوری کرنے کی اجازت دیتا ہے تاکہ عقل انسانی میں فتور نہ آئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ　　چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ کھول کر بیان کر

سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○

(النساء: ۲۶۔۲۸)

دے اپنے احکام تمہارے لیے اور چلائے تم کو ان (کامیاب لوگوں) کی راہوں پر جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور اپنی رحمت سے توجہ فرمائے تم پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے ○ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنی رحمت سے توجہ فرمائے تم پر اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کر رہے ہیں اپنی خواہشوں کی کہ تم (حق سے) بالکل منہ موڑ لو ○ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہلکا کرے تم سے (پابندیوں کا بوجھ) اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور ○

وہ چیز جو آدمی میں فضیلت کا جذبہ پیدا کرتی اور فسادی جذبات وخواہشات کو کم کرتی ہے وہ شادی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اچھے انداز میں اس کا ذکر کیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○

(النساء: ۲۱)

اور کیوں کر واپس لیتے ہو تم مال حالاں کہ مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے اور وہ لے چکی ہیں تم سے پختہ وعدہ ○

واقعی یہ شادی کا بندھن پختہ وعدہ ہے کہ لوگوں کے مزاج اور عادات واطوار مختلف ہونے کے باوجود یہ پختہ وعدہ ان کی زندگی کو خوش کن اور پر لطف بنا دیتا ہے۔ ازدواجی زندگی محبت' مودت اور راحت کے مضبوط اصولوں پر قائم ہے۔ یہی محبت والفت پھر آگے بچوں میں منتقل ہوتی ہے' جو بچے اس محبت بھری شادی کا پھل ہوتے ہیں اور والدین کے جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ والدین میں بچوں کی محبت حد درجے کی ہوتی ہے۔ والد اپنی اولاد کے لیے ہر کام کر گزرتا ہے۔ انہیں ہر تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے اور ان کے آرام وراحت کے لیے اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے اور ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے۔ اگر بچے کو اس

بات کا علم ہو جائے کہ اس کے والدین اس سے کتنی محبت اور شفقت رکھتے ہیں تو بچہ پوری زندگی کبھی بھی والدین کی نافرمانی نہ کرے۔ بیوی بچوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمت عطا فرمائی ہے اور بیوی بچوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس میں غور فکر کرنے کی دعوت دی ہے تا کہ اس میں غور وفکر کر کے وہ اپنے خالق و مالک کی نعمتوں پر شکر بجالائے اور اس خالق و مالک کی عظمتوں کو تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم:۲۱)	اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرمادیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات) بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں شادی کی سب سے بڑی حکمت کا ذکر فرمایا کہ شادی صرف لذت حاصل کرنے کے لیے اور شہوت پوری کرنے کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کی بڑی حکمت تو اولاد کا حصول ہے تا کہ انسان باقی رہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ○ (النحل:۷۲)	اور اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ تو کیا (یہ لوگ) باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی ناشکری کرتے ہیں ○

اب دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے تیسری آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے نعمت اور فضل قرار دیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ:۱۸۷)

وہ عورتیں تمہارے لیے پردۂ زینت و آرام ہیں اور تم ان کے لیے پردۂ زینت و آرام ہو۔

یہ کتنی باریک تصویر کشی کی گئی ہے اور یہ آیت حقیقت کے کتنی موافق ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک آپس میں ایک دوسرے کا ایسے ہی محتاج ہے جیسے انسان اپنے لباس کا ضرورت مند ہوتا ہے۔ کیا میاں بیوی کے درمیان ایسا گہرا تعلق نہیں ہوتا؟ کیا وہ پوشیدہ باتیں جو دوسرے لوگوں سے چھپائی جاتی ہیں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے شیئر نہیں کر لیتے؟ کیونکہ میاں بیوی دونوں خوش حالی و تنگ دستی' آسانی و مشکل اور خوشی غمی میں برابر ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور خاوند اپنی بیوی کو بری اور ناجائز باتوں سے محفوظ و مامون رکھتا ہے اور بیوی اپنے خاوند کو بُری اور ناجائز باتوں سے محفوظ و مامون رکھتی ہے۔ پس میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کا اسی طرح حاجت مند ہے جس طرح گندگی سے محفوظ رہنے اور اپنے جسم کو ڈھانپنے کے لیے انسان لباس کا ضرورت مند و حاجت مند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آیات تو یہ کچھ کہتی ہیں لیکن اس ضمن میں ہمارا کیا کردار ہے؟ ہم نے شادی بیاہ کے معاملے میں ایسے طریقے وضع کر لیے ہیں اور اپنے راستوں میں اتنے کانٹے بکھیر لیے ہیں کہ اب ہمارے لیے ان رستوں پر چلنا مشکل ہو گیا ہے۔ اب ان من گھڑت رسوم و رواج کے آگے بند باندھنا لوگوں کے لیے مشکل ہو گیا ہے اور انسان کی قوت سے باہر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ انہی بری رسوم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نوجوانوں پر شادی کے لیے بھاری رقم حق مہر کے طور پر لاگو کر دی جاتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکی کا باپ اگرچہ خود غریب ہو لیکن وہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی بیٹی کو زیادہ سے زیادہ مہر دیا جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیٹی کا گھر امیروں کی طرح ہو جس میں جدید تقاضوں کے مطابق زندگی کی ہر آسائش ہو لیکن بہت سے نوجوان ایسی خواہشات کو پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس وہ حسرت و یاس لیے شادی کی نعمت سے محروم رہتے ہیں اور اس طرح لڑکی کا باپ جو اونچے گھر کی تلاش میں ہوتا ہے اپنی بیٹی کی عمر ضائع کر دیتا ہے تو اس طرح جو لڑکے اور لڑکیاں ان وجوہات کی بنا پر شادی سے محروم رہتے ہیں وہ بدکاریوں کی وجہ سے معاشرے میں فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اکثر باپ ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ان کے پیش نظر صرف اور صرف مادیت

ہوتی ہے پس وہ ایک غریب لیکن نیک وصالح لڑکے کو ٹھکرا دیتے ہیں اور امیر عیاش قسم کے لڑکے کو اپنی لڑکی کے لیے قبول کر لیتے ہیں۔ بے شک نیک وصالح خاوند اپنی بیوی کو کسی قسم کی تکلیف وایذاء نہیں دیتا اور نہ ہی اپنی بیوی پر تشدد کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے رزق میں برکت فرماتا ہے جس سے وہ بہترین خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (النور:۳۲)

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم میں سے اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے' اگر وہ تنگ دست ہوں تو فکر نہ کرو' غنی کر دے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے ۝

وہ خاوند اگرچہ اتنا زیادہ متقی پرہیز گار نہ بھی ہو لیکن کم از کم وہ اتنا تو ہو کہ اپنی بیوی کو رزق حلال کھلائے اور اس کی دینداری وشرافت کی حفاظت کرے تو اتنا ہی کافی ہے جبکہ فاسق وفاجر خاوند کے فسق وفجور کی وجہ سے بعض دفعہ رزق میں تنگی ہوتی ہے اور حالات برے سے برے ہوتے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے اور گھریلو زندگی بدمزہ ہو کر رہ جاتی ہے جس میں سکون واطمینان نام کی کوئی شئی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت بے چینی وبے اطمینانی کی صورت رہتی ہے۔ وہ باپ اپنی بیٹی پر ظلم کرتا ہے جو مال کا لالچ کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو ایسے لڑکے سے بیاہ دیتا ہے جو بے دین ہو' نہ نماز پڑھتا ہو اور نہ ہی عبادت میں مشغول ہوتا ہو بلکہ شراب نوشی اور عیاشی میں لگا رہتا ہو۔ اس عورت کا کیا حال ہوتا ہوگا جس کا خاوند شرابی ہو اور اس کے منہ سے شراب کی بدبو آتی ہو۔ اے لڑکی کے باپ! اگر تم اپنی بیٹی کے آرام وراحت کے طلبگار ہو تو اس کی شادی صالح پرہیز گار اور نمازی لڑکے سے کرو۔ اس کی غربت کی وجہ سے اسے رشتہ دینے سے انکار نہ کر دے کیونکہ غربت تو ختم ہونے والے سائے کی طرح ہے' یہ ہمیشہ نہیں رہتی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کیسے لڑکے سے کرے؟ تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

تمہیں چاہیے کہ دیندار لڑکا اختیار کرو کیونکہ جب وہ دیندار لڑکا اپنی بیوی سے محبت کرے گا تو اس کا احترام کرے گا اور جب اس پر غصے ہوگا تو اس کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔

حق مہر کے زیادہ ہونے کے سبب کتنے ہی لڑکے اور لڑکیاں شادی جیسی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں اور شادی کے بغیر ہی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں' تو جب شرعی طریقے سے جنسی تسکین حاصل نہیں ہو پاتی تو پھر زنا اور لواطت کی صورت میں معاشرے میں طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں اور عزت و شرف اور اسلامی اقدار کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اگر اس طرح بھی جنسی جذبات کی تسکین نہ ہو تو پھر ہاتھ کے ساتھ منی نکال کر جنسی تسکین کے حصول کی قبیح حرکت کی جاتی ہے جس سے کئی نوجوانوں نے اپنی صحت و عقل اور زندگی کو تباہ کیا ہے اور مہلک جان لیوا بیماریوں کا شکار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ مجرد رہنے اور کنوارہ رہنے کی کتنی خطرات کتنی برائیاں اور کتنے مفاسد ہیں' اسی وجہ سے آپ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور مجرد رہنے کو سخت ناپسند کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حق مہر کی زیادتی بالکل حرام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا۔ اور دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال۔ (النساء:۲۰)

اگر کوئی صاحب مال و ثروت زیادہ سے زیادہ جتنا بھی حق مہر مقرر کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ آسانی سے زیادہ حق مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہے لیکن غریب آدمی کو اس قدر زیادہ حق مہر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے کے وہ شادی جیسی نعمت سے ہی محروم رہ جائے یا وہ بھاری قرضوں تلے دب جائے۔ شریعت اسلامیہ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے' پس لڑکی والوں کو زیادہ حق مہر کا مطالبہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے تاکہ شادی بیاہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو' اگر زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جائے گا تو اس سے کئی نوجوان شادی سے محروم رہ جائیں گے اور نتیجۃً معاشرے میں برائی اور فحاشی پھیلے گی۔

دوسری بحث: حق مہر اور اس میں آسانی کا پہلو

پوری شریعت اسلامیہ بغیر کسی تنگی تکلیف کے سہولت اور آسانی پر مبنی ہے' شادی کرنا ایک دائمی سنت پر عمل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرض کی ادائیگی ہے پس حق مہر کی

زیادتی یا کسی اور شرط کی صورت میں کوئی مشکل پیدا کرنا یہ آسانی اور یسر کے خلاف ہے جو شریعت اسلامیہ کی بنیاد کے منافی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۭ (الحج:۷۸) اور اس نے تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

ایسی آسانی اور سہولت کے پیش نظر اسلام نے حق مہر میں میانہ روی اور شادی بیاہ کے دوسرے معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی تلقین کی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک وہ نکاح سب سے بابرکت ہے جس میں اخراجات کم ہوں۔

(مسند احمد ج۶ص۸۲'المشکوٰۃ رقم الحدیث:۳۰۹۷)

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

بے شک بہتر حق مہر وہ ہے جو آسانی سے دیا جا سکے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۲۷۹)

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ زیادہ سے زیادہ حق مہر کی کوئی حد نہیں لیکن برکت اسی میں ہے جو آسانی سے ادا کیا جا سکے' جس کا تصور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس حکم سے پیش فرمایا:

اگر کوئی آدمی کسی عورت کو دو مٹھی بھر کھانا حق مہر کے طور پر دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہے۔ (مسند احمد ج۳ص۳۵۵' دار قطنی ج۳ص۳۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

عورتوں کے حق مہر میں غلو (زیادتی) نہ کرو' اگر یہ دنیا میں عزت اور آخرت میں تقویٰ کا باعث ہوتا تو نبی ﷺ تم سے زیادہ اسے اختیار کرنے کے حقدار تھے۔

حق مہر میں سہولت و آسانی ایسا مفروضہ ہے جو انسان کے رزق کی کثرت و قلت کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ کبھی ایک خاص رقم ادا کرنا ایک آدمی کے لیے آسان ہوتا ہے تو دوسرے آدمی پر مشکل ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمایا جو ملک حبشہ کی تھیں۔ نجاشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں فراخ دلانہ عطیہ پیش کرنا چاہا تو اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے چار ہزار درہم مساوی دو سو دینار حق مہر ادا کر دیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ حق مہر زیادہ ہے کیونکہ بادشاہوں کے لیے یہ آسان اور مناسب ہے لیکن جب ایک غریب نوجوان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا:

میں نے ایک سو ساٹھ درہم حق مہر کے عوض شادی کی ہے اور میں اس کو کثیر سمجھتا ہوں۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
گویا کہ تم چاندی اس پہاڑ سے نکالتے ہو۔ (تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۰۱)

اور جس طرح کہ حق مہر آدمی کی طاقت و استطاعت کے مطابق ہوتا ہے' ایسے ہی رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انتہائی غریب آدمی کے لیے اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ حق مہر ادا کرے اگر چہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو' پس جب وہ آدمی لوٹ کر آیا تو عرض کرنے لگا کہ مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: کیا تمہیں قرآن سے کوئی چیز یاد ہے؟ اُس نے عرض کیا: جی ہاں فلاں فلاں سورت۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا ہے اس کے عوض جو قرآن تجھے یاد ہے۔
(صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۳۲۔ ج ۶ ص ۲۳۷۔ ج ۷ ص ۳۲' سنن ابوداؤد۔ کتاب النکاح باب: ۳۱۔ باب: ۶۷' سنن النسائی ج ۶ ص ۱۲۳' سنن ابن ماجہ ۱۸۹۰) یعنی جو قرآن کا حصہ تجھے یاد ہے تو اس کی تعلیم اپنی بیوی کو دے گا۔ اس طرح ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی شادی ایک عورت سے اس کے عوض کر دی کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن پاک کی سورت سکھا دے گا۔ اسی طرح ابونعیم نے حلیہ میں جو روایت کی ہے وہ بھی آسانی اور سہولت میں اس کے مشابہ ہے۔ ابونعیم نے نقل کیا کہ ابوطلحہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ ام سلیم نے کہا: اگر چہ میں آپ سے شادی کرنے میں رغبت رکھتی ہوں اور آپ جیسے مردوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا لیکن آپ غیر مسلم ہیں اور میں ایک مسلمان عورت ہوں تو اس صورت میں آپ سے شادی کرنا صحیح نہیں۔ ابوطلحہ نے کہا: تم پر کیا آفت آ گئی ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا: مجھ پر کیسے آفت آتی ہے؟ ابوطلحہ نے پوچھا کہ تم کتنا سونا چاندی (مال) لینا چاہتی ہو۔ ام سلیم نے جواب دیا کہ مجھے سونے چاندی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو ایسے آدمی ہو کہ ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی تمہیں کچھ دے سکتے ہیں' یا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اس لکڑی کو پوجتے ہو جسے فلاں قبیلے کے لوگوں نے گھڑ کر بت بنا دیا ہے؟ اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا حق مہر ہو گا۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ابوطلحہ نے پوچھا: کون مجھے اسلام میں داخل کرے گا؟ ام سلیم نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جاؤ' پس ابوطلحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے

صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ جب انہوں نے ابوطلحہ کو دیکھا تو فرمایا:

اے صحابہ! تمہارے پاس ابوطلحہ آیا ہے' آنکھوں میں اسلام کی چمک لے کر۔

ابوطلحہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور رمیصاء نے جو کہا تھا اس کی خبر رسول اللہ کو دی۔ پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوطلحہ کی شادی ام سلیم کے ساتھ اسی شرط پر کر دی جو ام سلیم نے عائد کی تھی (کہ تیرا اسلام قبول کرنا ہی میرا حق مہر ہے)۔

اس سے پتہ چلا کہ حق مہر کے تھوڑا یا زیادہ ہونے کا کوئی معیار مقرر نہیں بلکہ جو آسانی سے ادا ہو سکے وہی حق مہر ہے۔ بے شک آسانی خیر و برکت کا موجب بنتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک نکاح میں عظیم بات برکت ہے اور اس میں سب سے آسان چیز تعاون و مدد ہے' مہر کے معاملے میں۔

پس جو لوگ حق مہر وغیرہ میں کڑی شرائط لگاتے ہیں وہ شادی کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین اسلام کی آسانی و رحمت پر غور و فکر کریں اور ایسی مشکلات پیدا نہ کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔ (البقرہ:۱۸۵)	اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔

لہٰذا انسان کو حق مہر میں آسانی اختیار کرنی چاہیے تاکہ وہ خیر و برکت حاصل ہو جس کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہ خیر و برکت اس مال سے بہتر ہے جس سے لڑکے والوں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔

نوٹ: ''یہ جو احادیث طیبہ پیچھے گزری ہیں جن میں کم سے کم حق مہر پر بھی نکاح کر دیا گیا ہے یہ مہر معجّل پر محمول ہیں جب کہ فقہاء احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم حق مہر دیا جائے گا۔ اس سے کم درست نہیں' البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر مہر معجّل کے طور پر کچھ نہ کچھ دیا جائے اور باقی بعد میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ بہرکیف کم از کم حق مہر دس درہم ہیں جو تقریباً سوا تین تولے چاندی بنتی ہے''۔ (مترجم غفرلہ)

تیسری بحث: عورت کا اپنے حق مہر میں تصرف کا اختیار

حق مہر عورت کا ذاتی حق ہے۔ وہ اپنے دوسرے مال کی طرح اس کی بھی ویسے ہی

مالک ہوتی ہے اور خاوند جس طرح بیوی کی دوسری اشیاء کا حقدار نہیں ہوتا اسی طرح حق مہر رکھنے کا بھی حقدار نہیں اور خاوند کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ بیوی کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اپنے حق مہر میں سے اس کو کچھ دے' کیونکہ خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کو نان ونفقہ' رہائش اور گھر کا دوسرا سامان مہیا کرے' ہاں اگر عورت اپنی خوشی سے اس کو کچھ دے دیتی ہے تو اس سے ان دونوں پر کوئی حرج نہیں' اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗئًا مَّرِيْۗئًا ○ (النساء:۴)

اور دیا کرو اپنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوشدلی سے تو کھاؤ اسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوشگوار سمجھتے ہوئے ○

جہیز میں مختلف قسم کے مطالبات کرنے کی صورت میں لڑکے والے جو ضرورت سے زیادہ بوجھ لڑکی کے اہل خانہ پر ڈالتے ہیں کہ فرنیچر ایسا ہونا چاہیے' کپڑے اس طرح کے ہوں' گھر کا سامان یوں ہونا چاہیے وغیرہ اس قسم کے مطالبات ناحق طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کے مترادف ہیں اور شریعت اسلامیہ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ صاحب عزت آدمی ایسے بھونڈے مطالبات کو نہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لیے پسند کرتا ہے۔ جب لڑکے والے مطالبات کرتے ہیں کہ جہیز ایسا ہونا چاہیے اور اتنا ہونا چاہیے تو پھر لڑکی والے بھی زیادہ سے زیادہ حق مہر کا مطالبہ کر دیتے ہیں اور اس طرح احکام شریعت کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں تو پھر ایسے جہیز اور حق مہر میں برکت نہیں رہتی کیونکہ دونوں کے ذہن مطمئن نہیں ہوتے' جس سے ازدواجی زندگی میں بے سکونی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ بعض جگہوں پر یہ بھی رواج ہے کہ حق مہر کے بدلے لڑکے والوں سے لڑکی کا جہیز لیا جاتا ہے۔ اس میں حرج تو کوئی نہیں ہے لیکن اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا کہ فریقین آسانی سے برداشت کر سکیں۔ اس میں بے جا مجبور نہیں کرنا چاہیے کہ فلاں چیز بھی ہو اور فلاں چیز بھی' ایسا کرنا فضول خرچی اور مال کا ضیاع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ (الاسراء:۲۷)

بے شک فضول خرچی کرنیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ○

اسی طرح یہ شرائط لگانا کہ زیور اور سونا اتنا ہونا چاہیے یا یہ کہنا کہ سونے اور چاندی کے برتن ہونے چاہئیں یہ خواہ مخواہ آسانی اور سہولت کو مشکل میں بدلنا ہے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کے برتنوں کو پسند کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے ارشاد فرمایا:

بے شک وہ شخص جو سونے یا چاندی کے برتن میں کھاتا ہے یا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:١٦٩٢)

پس بہتر جہیز وہی ہے جو آسانی کے ساتھ دیا جا سکے اور حق مہر بھی وہی بہتر ہے جو سہولت کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔ یہی چیز اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

چوتھی بحث: دلہن کا جہیز

جس طرح دین اسلام نے حق مہر میں آسانی اور نرمی اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے ایسے ہی جہیز میں بھی قناعت اور میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور فضولیات سے قطع نظر ضروریات پر انحصار کرنے کی رغبت دی ہے۔ جہیز میں فخر و مباہات اور تکلف سے کام لینا اور حق مہر میں زیادہ سے زیادہ مطالبہ کرنا فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے جس سے آدمی کی معیشت متاثر ہوتی ہے۔ آج اگر لوگ اسلام کے روشن اصولوں پر عمل کریں اور اپنے غلط رسوم و رواج کی پوجا چھوڑ دیں تو موجودہ بگڑتی ہوئی اقتصادی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ گھر کی خوشی اور سعادت تصنع اور تکلف میں نہیں اور نہ ہی گھر کے بے جا سامان کی کثرت میں ہے کیونکہ ان چیزوں کا حساب کتاب نہیں ہونا بلکہ اعمال کا حساب ہونا ہے۔ حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تبع تابعین کی زندگیاں انہی اسلامی اصولوں پر کاربند تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ کو جہیز میں ایک چادر، چمڑے کا مشکیزہ اور ایک گدا جس میں اذخر (نامی گھاس بھری ہوئی) تھی، عطا فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا: ہم حضرت علی و فاطمہ کی شادی میں آئے، ہم نے اس سے بہتر کوئی شادی نہ دیکھی، کھجور کی شاخیں نیچے بچھائی تھیں، ہمیں کھجور اور خشک انگور دیا گیا پس ہم نے کھایا اور شادی کی رات ان کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز عطا فرمایا' نہ ہی حضرت فاطمہ نے کسی چیز کی شکایت کی اور نہ ہی حضرت علی نے کوئی مطالبہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی زندگی بہترین نمونہ ہے جس کی مثال دی جاتی ہے' لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ آج کے مسلمان زندگی اور گھر کی سعادت بہت زیادہ جہیز اور گھریلو ساز و سامان میں سمجھتے ہیں' اگرچہ اس کے لیے انہیں کتنی ہی مشکلات کا اور مجبوریوں کا سامنا کرنا پڑے' جب کہ اسلام مکمل طور پر ان تکلفات اور فضولیات کو ناپسند کرتا ہے۔

تیسری فصل

شادی کی تقریبات اور صالحین کا عمل

یہ فصل مندرجہ ذیل پانچ ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: نکاح اور رخصتی کی تقریب

دوسری بحث: دعوت ولیمہ

تیسری بحث: سہاگ رات

چوتھی بحث: رخصتی سے قبل دلہن کے لیے چند نصیحتیں

پانچویں بحث: سہاگ رات میں بزرگوں کے معمولات

پہلی بحث: نکاح اور رخصتی کی تقریب

دین اسلام نے شادی کی تقریب منعقد کرنے کا طریقہ بتلایا ہے کیونکہ یہ بہترین امور میں سے ہے جس میں معززین مدعو ہوتے ہیں جو نیک خواہشات' اچھی تمناؤں اور کامیابی کی دعاؤں کا اظہار کرتے ہیں' ایسی پاک فضا میں خیر کے کلمات خطبہ مسنونہ کی صورت میں پڑھے جاتے ہیں جس میں ایمان و تقویٰ کی تاکید ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نکاح اور دیگر امور کے لیے خطبہ حاجت سکھایا جو اس طرح ہے''۔

الحمد لله نستعینه و نستغفره و نعوذبالله من شرور انفسنا من یهد الله فلا مضل له ومن یضلل فلا هادی له اشهدان لااله الاالله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله یایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الاوانتم مسلمون واتقوا الله الذی تساءلون به والا رحام ان الله کان علیکم رقیبا یایها الذین امنو اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیماO

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور ہم اپنے نفوس کے شرور سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام کی حالت میں ہی مرنا اور اللہ سے ڈرو' وہ اللہ' مانگتے ہو تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) جس کے واسطے سے اور (ڈرو) رحموں کے قطع کرنے سے' بے شک اللہ تم پر ہر وقت نگران ہے اور اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ درست بات کہا کرو تو اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہی شخص بڑی کامیابی حاصل کرتا ہےO اصحاب سنن نے اس کو روایت کیا ہے۔

یہ چند آیات جو موقع کی مناسبت سے مختص کی گئیں ہیں یہ حق اور سچائی کے لیے وحی کی گئیں ہیں جو سچائی اسلام میں پسندیدہ ہے۔ اسی طرح شادی کی تقریب منعقد کرنا سنت ہے کہ اس سے شادی کا اعلان ہو جاتا ہے اور لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں لڑکی کی شادی

فلاں لڑکے سے ہوئی ہے۔شادی کی اس تقریب میں منکرات سے بچتے ہوئے مناسب حد تک تفریح کا سامان بھی کیا جا سکتا ہے' مثلاً دف بجانا اور آواز سے سر پیدا کرنا جائز ہے نکاح کے اعلان کے لیے یہ قدر متعین ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حلال اور حرام کے درمیان فرق کرنے والے دف اور آواز ہیں۔

یعنی دف اور آواز سے سر نکالنا جائز ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نکاح کا اعلان کرو اور نکاح (کی تقریب) مسجد میں کرو اور اس موقع پر دف بجاؤ۔

معلوم ہوا کہ دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور بعد میں مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں شادی کے موقع پر قرظة بن کعب اور ابومسعود انصاری کے ہاں گیا' وہاں کچھ لڑکیاں گیت گا رہی تھیں' میں نے انہیں کہا کہ تم دونوں تو رسول اللہ کے صحابی ہو اور اہل بدر سے ہو' کیا تمہارے ہاں بھی یہ کچھ ہوتا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ اور اگر چاہتے ہو تو چلے جاؤ' رسول اللہ نے شادی کے موقع پر ایسی تفریح کی ہمیں اجازت دی ہے۔

اس حد تک اسلام نے تفریح کی اجازت دی ہے کہ اس سے چہروں پر رونق آ جاتی ہے اور دل خوش ہوتے ہیں۔یہی اسلام کی آسانی اور مہربانی ہے کیونکہ اسلام لوگوں کی طبیعتوں اور حاجات کو پیش نظر رکھتا ہے اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانہ راستہ اختیار کرتا ہے' لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے مسلمان شادی بیاہ کے موقع پر حد سے زیادہ لہو و لعب کرتے ہیں اور دین کی حدود کو پھلانگتے ہیں۔ایسا کرنا فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی اختیار کرنے کے مترادف ہے۔حد سے تجاوز کرنا کسی صورت میں بھی شادی کی نعمت کا شکر نہیں اور نہ ہی اللہ کے فضل کی حمد و ثناء ہے بلکہ یہ سراسر گناہ ہے۔اسی طرح بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شادی کے موقع پر بہت زیادہ احتیاط اور پابندی کرتے ہیں اور شادی کی تقریب میں حد سے زیادہ سختی اور تنگی پیدا کر دیتے ہیں' ایسا کرنا بھی درست نہیں' خیر اور سلامتی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے بتلائے ہوئے طریقوں اور ان کی سیرتوں کی اتباع میں ہی پوشیدہ ہے۔

دوسری بحث: دعوت ولیمہ

رسول اللہ ﷺ نے خاوند کے لیے مسنون قرار دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر شکر ادا کرتے ہوئے دعوت ولیمہ کا اہتمام کرے جس میں وہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو کھانا کھلائے اور محتاجوں اور فقیروں کو بھی اس میں شامل کرے۔

دعوت ولیمہ میں وہ تکلف سے کام نہ لے بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق خرچہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی انسان پر بھی اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ایک دفعہ ابوسعید الساعدی نے اپنی شادی پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدعو کیا اور ابوسعید کی بیوی جو کہ اس دن دلہن تھی لیکن وہ ان کی خدمت کر رہی تھی پس جب رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا تو اس دلہن نے کھجوروں کا وہ شربت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جو اس نے رات کو کھجور سے نچوڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ کسی کو بھی اس کی استطاعت سے زیادہ کام کرنے سے منع فرماتے تھے اور دعوت ولیمہ کے لیے ایک بکری سے زیادہ پر دعوت کرنے سے روکتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے سب سے زیادہ حضرت زینب کے ولیمہ پر بڑی دعوت کی۔ اس ولیمہ پر آپ نے ایک بکری ذبح کی۔

دلہا اور دلہن کے لیے دعا: سنت مطہرہ میں دلہن اور دولہے کے لیے ایک دعا ہے جو خلوت کے بعد ان کو دی جاتی ہے رسول اللہ ﷺ دولہے کو اس دعا کے ساتھ مبارک باد دیا کرتے تھے:

بارک اللہ لک و بارک علیک و جمع بینکما فی خیر۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مبارک بنائے اور تم پر برکتیں فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ ملائے رکھے۔

اسی طرح دلہن کے لیے بھی اس کی مثل دعا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو جب میری ماں مجھے لائیں اور گھر میں داخل کیا تو وہاں پر کچھ انصاری عورتیں تھیں انہوں نے مجھے دعا دی:

علی الخیر والبرکة وعلی خیر طائر. (بخاری، ابوداؤد) — آپ پر خیر و برکت ہو اور قسمت اچھی ہو۔

یہ دعا کسی بھی لفظ سے دی جائے، جائز ہے لیکن جو الفاظ سنت سے ثابت ہیں ان میں خیر و برکت زیادہ ہے اور اسلامی شعائر کا احیاء ہے۔

تیسری بحث: سہاگ رات

یہ زندگی کی یادگار رات ہوتی ہے۔ ازدواجی زندگی میں یہ رات بہت اہمیت کی حامل ہے۔ چاہیے کہ ہر سال اس کا ذکر کیا جائے تاکہ رشتہ ازدواج مضبوط رہے۔ اس کے لیے کچھ ابتدائی تیاریاں اور کچھ آداب ہوتے ہیں۔ پس اس کی ابتدائی تیاریاں تو طویل ہیں جو منگنی سے شروع ہوتی ہیں کہ لڑکی اور لڑکے کا تعین دینداری، طبعی موافقت اور ذہنی ہم آہنگی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، تو جب لڑکی اور لڑکے کا چناؤ ہو جائے تو باقاعدہ منگنی کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں لڑکی اور لڑکے کا تعارف کروایا جاتا ہے اور بعض دفعہ وہ دونوں اس تقریب میں موجود ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ منگنی کے بعد لڑکی اور لڑکے کو اکیلے ملنا جلنا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی عادات و اطوار سے خوب واقفیت حاصل کر لیں، یہ ایک مغالطہ ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب وہ دونوں اکیلے ملیں گے تو تیسرا ان میں شیطان ہوگا جو ان میں جنسی ہیجان پیدا کرے گا جس سے ان میں بدکاری کے ارتکاب کا خدشہ ہے کیونکہ محبت بہری اور اندھی ہوتی ہے، پس منگنی ہو جانے کے بعد لڑکی اور لڑکے کو اکیلے ملنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

منگنی کے بعد پھر شادی کا مرحلہ آتا ہے اور آخر کار وہ رات آجاتی ہے جس میں بیوی کو خاوند کے گھر بھیج دیا جاتا ہے۔ خوشیوں کے ان لمحات میں بھی دین اسلام نے کچھ آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا ہے، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) ولیمہ: اسلام میں ولیمہ کرنا سنت ہے جس طرح حدیث شریف میں ہے ”تم ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی (ذبح کر لی) ہو۔ (صحیح الجامع الصغیر ج اص ۵۰۰۔ رقم الحدیث: ۲۵۵۶)

اور اگر ایک بکری ذبح کرنے کی بھی استطاعت نہ ہو تو کم از کم جتنی چیز بھی کفایت کرتی ہو اس پر ولیمہ کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے حضرت صفیہ سے شادی کے موقع پر کھجوروں اور

ستوؤں سے دعوت ولیمہ کی۔

وہ دعوت ولیمہ جس میں اعلیٰ قسم کے کھانے پکائے جائیں اور غریبوں کو محروم رکھا جائے کسی صورت میں بھی پسندیدہ اور جائز نہیں ہے جس طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سب سے برا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں امیر لوگوں کو تو مدعو کیا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث:۲۳۵۳)

(۲) نکاح کا اعلان: نکاح ہونے کے بعد نکاح کا اعلان ہر جائز طریقے سے کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: نکاح کا اعلان کروا گرچہ دف بجا کر ہی ہو۔

(الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۶۲۔رقم الحدیث: ۸۱۹۵)

(۳) سہاگ رات: سہاگ رات غسل کرنا' خوشبو لگانا' غیر ضروری بالوں کا مونڈھنا اور ناخن کاٹنا مستحب ہے۔

(۴) سہاگ رات ایام حیض (ماہواری کے دنوں) میں نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ایام حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔

(۵) پہلی رات جب خاوند اپنی بیوی کے پاس آئے تو ان دونوں کو دو رکعات نفل پڑھنے مستحب ہیں۔ اگر وہ نفل نہ پڑھیں تو بھی عشاء کی نماز ان دونوں کو جماعت سے پڑھنی چاہیے یعنی خاوند جماعت کروائے اور بیوی اس کے پیچھے نماز پڑھے۔ پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجیں اور آخر میں خاوند درج ذیل الفاظ سے دعا کرے اور بیوی آمین کہے' دعا یہ ہے:

اللھم ارزقنی الفھا وودھا و رضاھالی وارضنی بھا واجمع بیننا باحسن اجتماع وایسر ائتلاف فانک تحب الحلال و تکرہ الحرام.

اے اللہ مجھے اس (عورت) کی محبت' الفت اور رضا عطا فرما اور مجھے اس سے راضی کر دے' ہمیں بہتر انداز میں اکٹھا رکھ اور جلدی ایک دوسرے سے مانوس کر دے' بے شک تو حلال کو پسند فرماتا ہے اور حرام کو ناپسند کرتا ہے۔

بعض صالحین کا قول ہے کہ جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اس کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھو:

اللھم علی کتابک تزوجتھا وبامانتک اخذتھا فان قضیت لی منھا بولد فاجعله مبارکا تقیاذکیا. ولا تجعل للشیطان فیه شریکا ولا نصیبا.

اے اللہ! میں نے تیرے حکم کے مطابق اس سے شادی کی اور تجھ پر یقین رکھتے ہوئے اسے حاصل کیا' پس اگر تو نے مجھے اس عورت سے بچہ عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس بچے کو برکت والا' متقی اور نیک بنا دے اور اس میں شیطان کا کوئی حصہ اور شرکت نہ ہو۔

حضور ﷺ نے شادی کے موقع پر تفریح طبع کے طور پر دف بجانے اور گیت گانے کی اجازت دی ہے۔ (المرأۃ بین البیت والمجتمع ص ۳۴۔۳۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک قریبی لڑکی کو ایک انصاری مرد کے ساتھ رخصت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا:

اے عائشہ! کیا تمہارے پاس تفریح طبع کے لیے کچھ نہیں تھا؟ کہ انصار تفریح طبع پسند کرتے ہیں۔

اس تفریح طبع سے مراد گیت گانا اور دف بجانا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نکاح کے موقع پر دف بجانا اور گیت گانا حلال اور حرام کے درمیان فرق (پیدا کرتا) ہے۔

حضور ﷺ رخصتی کی اس تقریب کو ناپسند کرتے تھے کہ جو خاموشی سے گونگوں کی طرح گذر جائے اور اس میں کوئی حس وحرکت اور اعلان وغیرہ نہ ہو۔ مسند اور دوسری کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاموشی کے نکاح کو اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس میں دف بجا کر یہ گیت گایا جائے:

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

''ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے ہاں آئے پس تم ہمیں مبارکباد دو ہم تمہیں مبارکباد دیتے ہیں''۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ وہ گیت پسند فرماتے تھے جن میں خیر اور سلامتی کے الفاظ

ہوتے تھے نہ کہ وہ گیت جن میں جنسی ہیجان پیدا کرنے کے الفاظ' عورتوں کی صفات اور شراب کے اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی قریبی لڑکی کو انصاری قبیلہ کی طرف رخصت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا: جی ہاں (رخصت کر دیا ہے)۔ آپ نے پوچھا: کیا کوئی گانے والی بھی ساتھ بھیجی ہے؟ حضرت عائشہ عرض کرتی ہیں: نہیں جناب۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انصاری قوم گیت پسند کرتی ہے پس اگر تم ان کے ساتھ دف بجانے والی اور گیت گانے والی لڑکی بھیج دیتیں تو کتنا ہی اچھا ہوتا۔

حضرت عائشہ نے عرض کی کہ آپ فرمائیں کیسا گیت ہونا چاہیے تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو گاتی ہیں:

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

ولولا الحبة السمراء لم نحلل بواديكم

''ہم تمہارے پاس آئے' ہم تمہارے ہاں آئے پس تم ہمیں مبارک باد دو ہم تمہیں مبارک باد دیتے ہیں' اگر یہ گندم کے دانے نہ ہوتے تو ہم تمہاری وادی میں نہ آتے''۔

پس یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عنایت اور مہربانی ہے کہ آپ نے شادی کے موقع پر دف بجانے اور خیر و سلامتی کا گیت گانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے تاکہ باراتی ہنستے مسکراتے خوشی سے رخصت ہوں اور یہ کہ اس خوشی کے موقع کی مناسبت سے بشریت بھی اپنا حصہ وصول کرے کیونکہ خوشی کے موقع پر دف اور گیت گانا فطری و بشری تقاضا ہے اور اسلام دین فطرت ہے۔ جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت اور رخصت عطا فرمائی' صحابہ کرام اس سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے' پس صحابہ کرام شادی بیاہ کے موقع پر تفریح طبع کی محفل میں بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عامر بن سعد فرماتے ہیں کہ میں شادی کے موقع پر قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری کے ہاں گیا تو وہاں کچھ لڑکیاں گیت گا رہی تھیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے صحابہ! کیا تمہارے ہاں بھی یہ کچھ ہوتا ہے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا کہ اگر آپ چاہیں تو ہمارے ساتھ بیٹھیں اور سنیں' اور چاہیں تو چلے جائیں کیونکہ شادی کے موقع پر

اس حد تک تفریح طبع کی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رخصت دی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جائز حد تک کھیل کود کرتب دکھانا اور ڈرامے پیش کرنا جن میں کسی حرام کی آمیزش نہ ہو جائز اور درست ہے' کیونکہ یہ تفریح طبع اور خوشی حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خوشی کے موقعوں یعنی عیدوں اور شادی کی تقاریب میں ان کی اجازت دی ہے کیونکہ اس سے زندگی میں خوشی پیدا ہوتی ہے اور آپس میں محبت والفت بڑھتی ہے جس سے مسلمانوں کی زندگی عبادت وتقویٰ اور تفریح طبع کے درمیان درمیان گزرتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بری نظر سے اور فحاشی سے محفوظ رکھے۔

چوتھی بحث: رخصتی سے قبل دلہن کے لیے چند نصیحتیں

(۱) اپنے خاوند کے سامنے جھوٹ نہ بول کیونکہ جھوٹ آدمی کے دل میں شک وشبہ پیدا کر دیتا ہے جو ازدواجی زندگی کے لیے زہر قاتل ہے۔

(۲) بے جا اشتعال انگیزی سے بچ کہ یہ گھر کو جہنم بنا دیتی ہے۔

(۳) اگر تیرا خاوند بہت غیور ہے تو تو زیادہ بناؤ سنگھار نہ کیا کر کیونکہ یہ بات غیور مرد کو غضبناک کرتی ہے اور وہ سمجھتا ہے شاید اس نے کسی دوسرے مرد کے لئے بناؤ سنگھار کیا ہے اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ بھی ہو۔

(۴) اپنے خاوند کے سامنے کسی اجنبی مرد کی تعریفیں نہ کر اگرچہ تو اچھی نیت سے کسی کی تعریف کرے گی لیکن خاوند اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کسی دوسرے مرد کی تعریف کرے بلکہ مرد تو کسی دوسرے کی تعریف سننا قطعاً پسند نہیں کرتا۔

(۵) پیٹ بھر کر کھانے سے پرہیز کر کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا حسن و جمال کو ختم کر دیتا ہے اور موٹاپا پیدا کرتا ہے۔

ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ میری بیٹی اس بات کو جانو:

(۱) کہ تمہارے درمیان الفت ومحبت کا تعلق ہونا چاہیے' ایسی کوئی بات نہ ہو کہ جس سے تمہارے درمیان شقاوت پیدا ہو' پس اے بیٹی! تو ایسی بات سے پرہیز کر جو تمہارے درمیان نفرت پیدا کرے کیونکہ ایک دفعہ نفرت پیدا ہونے سے کئی نفرتیں جنم لیتی ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

(۲) حتی المقدور اپنے خاوند کی اطاعت کرنے کی کوشش کر' زیادہ مذاق اور فضول باتوں سے اجتناب کر۔ مرد کی غیرت کو نہ للکار کیونکہ یہ طلاق کی چابی ہے اور تو خاوند پر طعن و تشنیع نہ کر کیونکہ یہ نفرت اور غصے کو پیدا کرتی ہے۔

(۳) اپنی صحت کی حفاظت کر اور ایسی کریم' لپ اسٹک اور نیل پالش سے اجتناب کر جو چہرے اور جسم کے فطرتی حسن کو ختم کر دیتی ہیں کیونکہ ان چیزوں میں زہریلے کیمیکلز اور مواد ہوتے ہیں جو جسم میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کر دیتے ہیں جس سے جسم بھدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح لپ اسٹک وغیرہ میں زہریلا مادہ ہوتا ہے جو لعاب کے ساتھ مل کر اندر جاتا ہے اور گردوں کو تباہ کر دیتا ہے' اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے۔

(۴) جو کام کرنا تیری ذمہ داری ہے وہ اچھے طریقے سے انجام دے' باہر کے معاملات کو طے کرنا تیرے خاوند کی ذمہ داری ہے جبکہ گھریلو معاملات کو طے کرنا تیری ذمہ داری ہے۔

(۵) تم جان لو کہ ہر مرد کا حسن ذوق اور فہم علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے پس تم ہر بات میں گھر کے چھوٹے چھوٹے مسائل کو ذکر کر کے اس کو تکلیف نہ دو۔

(۶) گھر کے تمام امور کو تم خود منظم کرو اور اپنی ازدواجی زندگی کے راز کسی دوسرے کو نہ بتلاؤ۔ حدیث طیبہ میں ہے: ''قیامت کے دن سب سے برا وہ مرد یا عورت ہو گی جو ان دونوں میں سے اپنی خلوت کی باتیں دوسروں کو بتائے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶۹)

(۷) اپنے خاوند کے خطوط اس کی مرضی کے بغیر کسی کو نہ دکھا اور کسی دوسرے کو ان کے بارے میں خبر نہ دے۔

(۸) اپنے آپ کو ایسی باتوں سے بچا جو تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دیں اور اپنے اختلافات کسی دوسرے کو نہ بتا۔

(۹) اے بیٹی! تیرا بار بار خاوند کے گھر سے لوٹ کر آنا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ جب تیرے گھر جاؤں تو تو اپنے گھر کے کاموں میں مشغول ہو۔ تجھے اپنے گھر خوش دیکھ کر میرا دل خوشی اور سرور سے بھر جائے۔ ماں باپ اور بھائی کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب ان کی بیٹی ناراض ہو کر خاوند کے گھر سے

آتی ہے لہٰذا تو ایسا نہ کرنا۔

(۱۰) میری ان نصیحتوں کو یاد کر لے اور کم از کم مہینے میں ایک بار ضرور ان کو دہرالیا کر' سلامتی اور خیریت سے اب اپنے خاوند کے گھر جا' میں تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔

عوف بن محلم الشیبانی کی بیوی نے اپنی بیٹی کو ملک کندہ کی طرف رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی: اے میری بیٹی! اب تو اپنے اس گھر کو جس میں تو پلی بڑھی ہے چھوڑ کر ایسے گھر کی طرف جارہی ہے جسے تو نہیں جانتی اور ایسے جیون ساتھی کی طرف جارہی ہے جس سے تو مانوس نہیں ہے پس تو اس کی خادمہ بن کر رہنا تو وہ تیرا غلام بن کر رہے گا۔ تو اپنے خاوند کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دس چیزوں پر عمل کرنا:

(۱) قناعت اور کفایت شعاری سے اس کے ساتھ رہنا۔

(۲) اطاعت وفرمانبرداری سے اس کے ساتھ زندگی گزارنا۔

(۳) اس کی مرضی کے مطابق کام کرنا۔

(۴) اس کی ناراضگی سے بچنا' وہ تم میں کسی بری چیز کو نہ دیکھے اور نہ ہی تجھ سے بدبو آئے' خوشبو لگاتی رہنا اور سرمہ لگانا حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے' جسم کی صفائی پانی اور صابن سے اچھی ہوتی ہے اور جسم میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

(۵) اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھنا کیونکہ بھوک کی آگ سیخ پا کر دینے والی ہوتی ہے۔

(۶) اس کے سونے کے وقت سکون کرنا کیونکہ نیند خراب کرنے سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔

(۷) اس کے گھر اور اس کے مال کی حفاظت کرنا کیونکہ مال خرچ کرنے میں میانہ روی حسن تدبیر سے ہے۔

(۸) اس کی جان' عزت اور اس کے رشتہ داروں کی طرف پوری توجہ دینا۔

(۹) تو اس کے راز کو افشا نہ کرنا اگر اس کے راز کو افشاء کروگی تو اس کے غصے کو دعوت دوگی۔

(۱۰) کسی کام میں اس کی نافرمانی نہ کرنا' اگر تو نافرمانی کرے گی تو اس کے سینے کو بھڑکائے گی۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ تو اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھ کہ اس کی پریشانی کے وقت تم خوش نہ ہونا اور اس کی خوشی کے وقت تم رنجیدہ خاطر نہ ہونا کیونکہ پہلی خصلت کوتاہی ہے اور

دوسری خصلت دوسرے کو غصہ دلانا ہے۔

جس حد تک ہو سکے تم اس کی عزت وتکریم کرو وہ بھی ایسے ہی تمہارا احترام کرے گا' تم جتنا ٹوٹ کر اسے چاہو گی وہ بھی ایسے ہی تم سے محبت وموافقت کرے گا۔ یہ بات خوب جانو کہ اس کی رضا کو اپنی رضا پر ترجیح دینا اور اتنی لمبی لمبی نفل نمازیں نہ پڑھنا کہ جو تیرے اور اس کے درمیان زیادہ حائل ہوں' اس کی خواہش کو اگرچہ تم پسند کرو یا نہ کرو اپنی خواہش پر فوقیت دینا۔

ماں اپنی بیٹی کو نصیحت کرتی ہے کہ اے میری بیٹی! تم اپنے جسم کی صفائی ستھرائی سے غفلت نہ کرنا کیونکہ جسم کی نظافت تیرے چہرے کو روشن کرے گی جس سے تیرا خاوند تجھ سے محبت کرے گا اور جسم کی پاکی سے تجھ سے بیماریاں دور رہیں گی جس سے تیرا جسم کام کرنے کے لیے مضبوط رہے گا اور جب وہ تمہیں بلائے تو تو اسے خوشی' سرور اور پیار سے مل کیونکہ محبت جسم ہے اور چہرے کی خوشی اس کی روح ہے۔

ایک بھائی اپنی بہن کو رخصتی کے وقت یوں نصیحت کرتا ہے: اے میری بہن! ہر عزت و تکریم' ڈر' خوف اور محبت والفت جو تم ہمارے لیے ظاہر کیا کرتی تھی اب تم پر ضروری ہے کہ تم اس سے زیادہ عزت وتکریم خوف وڈر اور الفت ومحبت کا اظہار اپنے خاوند سے کیا کرو' اللہ تعالیٰ تجھے خطاؤں سے بچائے اور تیری مدد کرے۔

ایک ماں اپنی بیٹی کو یہ کہتے ہوئے نصیحت کرتی ہے: اے میری بیٹی! میں نہیں چاہتی کہ تمہیں دھوکے میں رکھوں۔ اس بات کو ذہن میں بٹھا لو کہ ازدواجی زندگی کی مٹھاس وحلاوت پہلے مہینے ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتی ہے پس اگر تم باقی زندگی میں یہی حلاوت چاہتی ہو تو تمہیں چاہیے کہ آنے والی نصیحتوں پر عمل کرو۔

(۱) تم اپنے اندر وہ اوصاف وعادات پیدا کرنے کی کوشش کرو جو تیرے خاوند کو پسند ہوں' جس وجہ سے تم اپنے خاوند کی نظروں میں ایسے ہی پیاری لگو جیسے تم دوشیزگی کے وقت تھی۔ یہ خیال نہ کرو کہ تم اب زوجہ بن گئی ہو بلکہ تمہیں اپنی دوشیزگی والے ناز دہراتے رہنا چاہیے۔

(۲) کوئی بھی شخص اگر یہ کہتا ہے کہ وہ تیرے خاوند کو تجھ سے زیادہ سمجھتا ہے تو تم اس کے اس دعوے کو تسلیم نہ کرو حتیٰ کہ اگر میں تیری ماں بھی یہ کہہ دوں تو تم اسے بھی تسلیم نہ کرو

اور نہ ہی ان لوگوں کی باتوں پر توجہ دے جو تیرے خاوند پر تنقید کرتے ہیں۔ جو لوگ تجھے خاوند کے خلاف بھڑکاتے ہیں وہ تیرے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان کی باتوں میں ہرگز نہ آنا۔

(۳) جب تجھے اپنے خاوند کی غلطی یا قصور کا پتہ چلے تو تم اس کو ملامت نہ کرنا اور نہ ہی اس کو رنج میں مبتلا کرنا' تو اپنے اس حق سے تجاوز نہ کرنا جو تم اپنے والد یا بڑے بھائی کے بارے رکھتی تھی۔

(۴) اس بات کا یقین کر لے کہ تو اپنے خاوند کے ساتھ لڑائی میں نہیں جیت سکتی کیونکہ مرد کی قوت ہر لحاظ سے زیادہ ہوتی ہے لیکن تو اس بات کو یاد رکھ کہ عورت کا سب سے تیز دھار اسلحہ اس کا حسن و جمال' لطف و بردباری' اطاعت و فرمانبرداری اور رونا پیٹنا ہے تو اس اسلحے کو کمزور تصور نہ کرنا۔ یہ تمام چیزیں سخت سے سخت دل کو نرم کرنے اور بڑے سے بڑے ظالم شخص کو مطیع کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(۵) گھر میں آنے والی کسی بھی مصیبت کو بڑا نہ سمجھنا اور غم و حزن کے آگے جھک نہ جانا بلکہ ان مصائب سے گھر سے باہر لڑنا تیرے خاوند کا کام ہے' گھر میں خوشی وغمی پیدا کرنا تجھ پر ہے' تجھے چاہیے کہ تو ہر حال میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کر' ہنستے مسکراتے چہرے سے اس کا استقبال کر' اس کے دل و دماغ میں کام کرنے کی امید اور جوش بیدار کر اور اس کے دل میں حرارت پیدا کر۔

(۶) تو اپنے خاوند کی ماضی کی باتوں پر مطلع ہونے سے گریز کر کیونکہ ماضی گزر چکا ہے اور بھلا دیا گیا ہے' اگر تو اس کی گذشتہ باتوں کو کریدے گی تو وہ تجھ پر غضبناک ہو سکتا ہے۔ یہ بات یاد رکھ کہ تیرا خاوند بھی ایک انسان ہی ہے وہ فرشتہ ہرگز نہیں۔

(۷) اپنے خاوند کی جیب پر رحم کر' زیادہ زیورات اور بے جا کپڑے خریدنے سے پرہیز کر' جس چیز کی تجھے ضرورت ہے بس اسی پر اکتفا کر' ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال کیونکہ یہ فضول خرچی ہے اور اسلام نے فضول خرچی سے منع کیا ہے۔

(۸) اپنے خاوند کی خواہشات کا احترام کر اور اس کی ضروریات کا خیال رکھ۔ اس کے مطالبے سے پہلے ہی اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کر' اس کے پیشے سے بھی محبت کر مثلاً اگر وہ اہل ادب سے ہے تو تم اس کی کتابوں وغیرہ کو سلیقے سے رکھو۔ اسی

طرح اگر وہ کسی دوسرے پیشے سے تعلق رکھتا ہو تو تمہیں چاہیے کہ اس کا ہاتھ بٹاؤ۔

(۹) تم اپنی سہیلی بنانے میں احتیاط سے کام لینا کیونکہ انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے اور اپنی گھریلو باتیں اپنی سہیلیوں کو نہ بتانا۔ اگر تو نے گھر کی بات کسی کو بتادی تو گویا تو نے عمارت میں رخنہ پیدا کر دیا ہے۔

(۱۰) جب تم دسترخوان پر بیٹھو تو خوشی اور فرحت کا مظاہرہ کرو کیونکہ ماتھے پر بل ڈالنے اور منہ بسورنے سے نظام انہضام خراب ہوتا ہے جس سے صحت خراب ہوتی ہے۔

(۱۱) تم عورتوں کے لیے بہترین نمونہ بن جاؤ' اپنے خاوند سے محبت کر' اس کو کام کرنے پر ابھار' اس کی عزت کر' اس کے ساتھ رحم دلی سے پیش آ' اس کی غلطیوں سے درگزر کر اور اس کی ہر بات کا احترام کر' اسی طرح تم اپنی اور اپنے خاوند کی زندگی کو آرام و راحت والا بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔

دلہن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی زینت دوسروں کو دکھائے بلکہ قرآن پاک نے اس کی حدود و قیود بتادی ہیں۔ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے عورت کو اپنے خاوند کے لیے ہی زیب و زینت کرنی چاہیے۔ اسی طرح اسلام نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ دعوت ولیمہ میں صرف امیر لوگوں کو ہی بلایا جائے اور غریبوں کو ترک کر دیا جائے بلکہ امیروں کے ساتھ ساتھ غرباء کو بھی دعوت دینی چاہیے۔ حق مہر ادا کرنا مرد پر ضروری ہے اور اسے یہ ضرور ادا کرنا چاہیے۔ اگر عورت اپنی رضامندی سے معاف کر دے تو یہ اس کی مرضی ہے۔

پانچویں بحث: سہاگ رات میں بزرگوں کے معمولات

قاضی شریح فقیہ کے گھر میں: قاضی شریح' شعبی نامی بندے کو مخاطب کرتے ہوئے اور اپنی بات بتاتے ہوئے کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ کچھ عورتوں نے میری بیوی کو میرے کمرے میں داخل کیا تو میں نے کہا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی اپنے خاوند کے پاس آئے تو خاوند دو رکعات نفل ادا کرے پھر رب تعالیٰ سے اس عورت کی خیریت کی دعا کرے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی پناہ مانگے' یہ کلمات کہتے ہوئے:

اللھم انی اسئلک خیرھا و — یا اللہ! میں تجھ سے اس عورت سے

خیر ما جبلتها علیه واعوذ بک من شرھا و شر ما جبلتها علیه . | خیر اور اس کی فطرت میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور اس کی فطرت میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

قاضی شریح کہتے ہیں کہ جب میں نے نماز پڑھی اور سلام پھیرا تو وہ بھی میرے پیچھے میری طرح نماز پڑھ رہی تھی، پس جب دوسری عورتیں چلی گئیں تو میں اس کے قریب ہوا اور میں نے اس کے پہلو کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا: اے ابوامیہ (قاضی شریح کی کنیت)! ذرا ٹھہریئے! پھر اس نے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، میں اسی کی حمد کرتی ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتی ہوں اور میں محمد ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر درود بھیجتی ہوں، میں ایک اجنبی عورت ہوں، مجھے آپ کے اخلاق وعادات کا کچھ علم نہیں، پس آپ مجھے بتائیں جو آپ پسند کرتے ہیں میں وہی کروں گی اور آپ جو ناپسند کرتے ہیں میں اس سے پرہیز کروں گی اور مزید کہا: جیسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا میری شادی آپ سے ہوئی، اب آپ مالک ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کے مطابق کریں یا اچھے طریقے سے مجھے اپنے گھر بسائیں یا بہتر طریقے سے چھوڑ دیں یہ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں بس یہی کہتی ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنی اور آپ کی بخشش طلب کرتی ہوں، قاضی شریح کہتے ہیں: اے شعبی! میں نے ضروری سمجھا کہ جو خطبہ میں نے اس وقت دیا تھا وہ تمہیں بتاؤں، میں نے اپنی بیوی سے یوں کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور میں نبی ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر درود وسلام بھیجتا ہوں، امابعد! جو تم نے باتیں کی ہیں اگر تم ان پر ثابت قدم رہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر ان کی خلاف ورزی کرو گی تو یہ تمہارے خلاف حجت ہوگی۔ میں فلاں فلاں بات پسند کرتا ہوں اور فلاں فلاں بات ناپسند کرتا ہوں۔ ہم دونوں برابر ہیں، تم مجھے اپنے آپ سے جدا نہ سمجھنا، اچھی بات کو آگے منتقل کر دینا اور بری بات پر پردہ ڈالنا۔

بیوی نے پوچھا: میرے گھر والوں کے ملنے جلنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

قاضی شریح: میں اپنے سسرال والوں کا زیادہ آنا جانا پسند نہیں کرتا۔

بیوی نے پوچھا: آپ اپنے پڑوسیوں میں سے کسے پسند کرتے ہیں کہ وہ آپ کے گھر

داخل ہو پس میں اس کو اجازت دوں گی اور کسے ناپسند کرتے ہیں پس میں اس کو منع کر دوں گی۔

قاضی شریح کہتے ہیں: فلاں فلاں قبیلے والے نیک لوگ ہیں اور فلاں برے لوگ ہیں۔ قاضی شریح کہتے ہیں: اے شعبی! ان باتوں کے بعد میں نے بہت اچھے طریقے سے رات بسر کی حتیٰ کہ ایک سال ہماری شادی کو گذر گیا لیکن میں نے اپنی بیوی میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی جو مجھے ناپسند ہو' ہماری شادی کو ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ میں عدالت سے واپس آیا تو اپنے گھر میں ایک بڑھیا کو دیکھا جو اچھی باتوں کا حکم دے رہی تھی اور بری باتوں سے منع کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ بڑھیا کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ آپ کے سسرال میں سے فلاں عورت ہے' پس جب میں بیٹھ گیا تو وہ بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا: السلام علیکم! اے ابوامیہ (شریح)! میں نے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بڑھیا نے جواب دیا: میں آپ کے سسرال میں سے فلاں ہوں' میں نے دعا دی: اللہ تمہارا بھلا کرے' اس بڑھیا نے مجھے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا ہے؟ میں نے جواب دیا: بہت اچھی بیوی ہے۔ بڑھیا نے کہا: اے ابوامیہ! عورت دو وجہ سے خراب ہوتی ہے: جب وہ بچے کو جنم دے اور جب وہ خاوند کے نزدیک بہت زیادہ مقبول ہو جائے' پس اگر تم اس میں کوئی خرابی دیکھو تو اسے سیدھا کرنے کا تمہیں اختیار ہے' خدا کی قسم! کتنے ہی گھر ایسے ہیں جو شر انگیز عورتوں نے تباہ کر دیئے۔ میں نے جواب دیا: خدا کی قسم! آپ نے اس کی اچھی تربیت کی ہے اور اچھے اخلاق سکھائے ہیں۔

بڑھیا نے پوچھا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی سسرال والی عورتیں بھی آپ سے ملیں؟

میں نے جواب دیا: جب چاہیں آئیں۔ قاضی شریح کہتے ہیں وہ بڑھیا ہر سال ہمارے گھر آتی رہی اور وہی نصیحت کرتی رہی' پس میری بیوی میرے پاس بیس سال رہی لیکن ایک دن بھی مجھے اس نے شکایت کا موقع نہیں دیا' صرف ایک بار ایسا ہوا حالاں کہ غلطی میری ہی تھی۔

امام احمد نے ربیعہ اسلمی کی بات بیان کی' اس طرح کہ ربیعہ اسلمی وہ صحابی تھے جنہوں نے تمام کاموں سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت کے لیے منتخب کر لیا

اور رات بھی آپ کے پاس ہی گزارنے کی عادت بنالی' پس رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم شادی نہیں کرتے ؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ نہیں' میں غریب ہوں اور میں نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لیے منتخب کرلیا ہے' پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے' پھر وہ صحابی دوسری دفعہ آئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی سوال دہرایا۔ صحابی نے کچھ دیر غور و فکر کیا اور کہا: خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں میرے لیے کیا بہتر ہے اور کون سی چیز مجھے خدا کے قریب کرنیوالی ہے' لہٰذا اب اگر تیسری مرتبہ مجھے پوچھا تو میں وہی کروں گا جس کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا' پس رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ اسے کہا: کیا تم شادی نہیں کرتے ؟ تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری شادی کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: فلاں قبیلے میں جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ کے رسول نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی لڑکی سے میری شادی کرو۔ وہ صحابی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا: اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا اکٹھا کرو۔ انہوں نے فوراً جمع کیا اور مجھے اس قوم کی طرف لے گئے اور میرا نکاح کیا' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو تو تمام صحابہ نے مال جمع کیا تو ایک بکری ذبح کر کے دعوت ولیمہ کی گئی۔

سہاگ رات میں اہم مرحلہ میاں بیوی کا باہم ملنا اور جماع کرنا ہے' اس رات تحفہ وغیرہ دیا جاتا ہے' سب سے اہم بات یہ ہے کہ عورت کا پردہ بکارت زائل ہوتا ہے اور پردہ بکارت فطری طریقے سے ہی زائل کرنا چاہیے' فطری طریقہ یہی ہے کہ آلہ تناسل کو داخل کر کے پردہ بکارت کو زائل کرنا اس کے علاوہ دیگر کسی طریقے سے پردہ بکارت کو زائل کرنا مکروہ ہے مثلاً انگلی کے ساتھ یا کسی اور چیز سے ایسا کرنا درست نہیں' فطری طریقہ یہی ہے کہ پہلے عورت سے مداعبت و ملاعبت یعنی چھیڑ چھاڑ کی جائے' بوس و کنار کیا جائے' اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا جائے' اس سے عورت کو شہوت آئے گی اور اس کی اندام نہانی میں رقیق رطوبت پیدا ہوگی جس سے شرمگاہ کا اندرونی حصہ نرم اور ملائم ہو جائے گا اور پھر آلہ تناسل داخل کرنے سے درد بھی نہیں ہوگا اور آسانی کے ساتھ پردہ بکارت بھی زائل ہو جائے گا' بعض اوقات پردہ بکارت کو زائل ہونے میں کچھ دن بھی لگ سکتے ہیں لیکن اس میں زبردستی اور جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ

عورت کے ساتھ پیار محبت اور رحمت و الفت سے ہی پیش آنا چاہیے' اگر زبردستی کی جائے گی تو اس سے عورت میں نفرت پیدا ہو سکتی ہے' کچھ علاقوں اور بعض خاندانوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ وہ انگلی کے ساتھ پردہ بکارت کو زائل کرتے ہیں اور شرمگاہ سے نکلنے والے خون کو سفید کپڑے پر لگا کر سب کو دکھایا جاتا ہے' یہ بالکل غلط طریقہ ہے' دین اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا' اسلام تو یہی درس دیتا ہے کہ مباشرت کے وقت عورت اور مرد کی شرمگاہوں سے جو بھی رطوبات نکلتی ہیں ان کو کسی کپڑے سے صاف کر کے اس گندے کپڑے کو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کر کے پھینک دینا چاہیے اور اپنی شرمگاہ کو دھو کر صاف کر لینا چاہیے' سہاگ رات ہو یا کوئی اور رات ہو جب بھی مباشرت کی جائے اسلامی اصولوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

چوتھی فصل

شادی بیاہ کے احکامات' ہدایات اور نظم و ضبط

یہ فصل مندرجہ ذیل چند بحثوں پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: خواہشات کی تسکین اور شادی

دوسری بحث: اسلام میں شادی کے احکام

تیسری بحث: شادی بیاہ میں ناجائز چیزیں

چوتھی بحث: قرآن پاک کی روشنی میں بیویوں کی تعداد

پانچویں بحث: بیویوں کی تعداد میں اسلامی اصلاح کا اثر

پہلی بحث: خواہشات کی تسکین اور شادی

دین اسلام بشری فطری تقاضوں کی پوری پوری رعایت رکھنے میں دوسرے ادیان سے ممتاز ہے۔ یہ فطری جذبات کی سرکوبی اور بشری تقاضوں کو سلب نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ. (آل عمران:۱۴)	آراستہ کر دی گئیں ہیں لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات اور بیٹوں کی محبت۔

یہ خواہشات وشہوات پسندیدہ ہیں جن سے لذت حاصل کی جاتی ہے بری اور مکروہ نہیں ہیں۔ قرآن پاک کا بیان ان فطری جذبات کو جائز طریقے سے استعمال کرنے کے اصول و قواعد بتاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگنے سے منع کرتا ہے۔ اسلام ان شہوات وخواہشات کو صحیح جگہ استعمال کرنے کی ہدایت دیتا ہے اگر ان فطری وطبعی خواہشات کو اسلام کی روشنی میں استعمال کیا جائے تو اس میں پاکیزگی طہارت اور برکت ہوتی ہے لیکن اگر اسلام کی ہدایت کے خلاف استعمال کیا جائے تو گندگی و پلیدی اور معاشرے میں تباہی جنم لیتی ہے۔ دین اسلام اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیوی چیزوں کے صحیح استعمال کا درس دیتا ہے۔ اسلام ان فطری طبعی اور بشری خصوصیات کو دبانے کا اور ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ ان بشری خصائص کو شریعت کی روشنی میں اپنے قابو میں کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ان بشری خصوصیات اور خواہشات کو شریعت کے مطابق قابو میں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نہ تو سرے سے ان کو دبا دیا جائے جس سے فطرت متاثر ہو اور نہ ہی ان کو حیوانوں کی طرح بے قابو اور بے لگام کر دیا جائے جس سے معاشرہ متاثر ہو بلکہ اسلام ان کے لیے درمیانہ راستہ بتلاتا ہے جو شریعت محمدیہ کا مطمع نظر ہے۔ بشری اور فطری خصوصیات کے حوالے سے اسلام نے جو نظام دیا ہے اتنا پاکیزہ فطری اور نظیف نظام دنیا کے کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ

لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے چاندی کے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت آراستہ (وخوش نما) بنادی گئی ہے۔ (آل عمران:۱۴)

اس آیت کریمہ میں انسان کی ان فطری و دنیوی خواہشات کو جمع کیا گیا ہے اور ان کا اعتراف بھی کیا گیا ہے اور ذاتی طور پر ان کا انکار بھی نہیں ہے اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تمام خواہشات انسان کے اندر رکھ دی گئی ہیں۔ اسلام نے ان کے استعمال کا درست طریقہ بتلایا ہے کہ شادی کر لی جائے اور جائز طریقے سے شریعت کی روشنی میں اس سے لطف اندوز بھی ہوا جائے اور ان سے لذت بھی حاصل کی جائے۔ اگر ان خواہشات نفسانیہ کو بالکل دبانے اور ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ فطرت اور خلقت کے خلاف

اقدام ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری اور تخلیقی اعتبار سے ان کو انسان میں رکھ دیا ہے۔اب اعتدال پسندی اور میانہ روی کا راستہ یہی ہے جو شریعتِ اسلامیہ نے ہمیں بتلایا ہے کہ جائز طریقے سے ان سے مستفید ہونا عین فطرت اور دین ہے۔ معاشرے میں ابتری اور فساد اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ان خواہشات کو جمع کر کے ایک جگہ استعمال میں لایا جائے۔ لیکن اگر اسلامی اصولوں کے مطابق ان کو اپنی اپنی جگہ پر رکھا جائے تو کبھی بھی بُرائی نہیں پھیلے گی اور گندگی و پلیدی میں اضافہ نہیں ہوگا۔

اسلام دنیا میں جائز چیزوں سے لطف اندوز ہونے کو مباح قرار دیتا ہے۔ بلکہ فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (الاعراف:۳۲)

آپ فرما دیجئے کس نے حرام کیا ہے اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا . (القصص:۷۷)

اور دنیا سے اپنے حصے کو فراموش نہ کر۔

اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ . (طٰہٰ:۸۱)

کھاؤ ان پاک چیزوں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (الاعراف:۳۱)

اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

ان آیات میں دنیوی چیزوں سے لطف اندوز ہونے اور ان کو استعمال کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بے شک جائز اور درست طریقہ وہی ہے جس کی مثال ہمیں حدیث نبوی ﷺ سے ملتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۱۲۴، المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۲۶۱)

بے شک خوشبو سے انسان کی طبیعت میں تازگی آتی ہے اور اس کی خواہش بڑھتی ہے۔ جس خواہش کو وہ جائز طریقے سے اپنی بیوی سے پورا کر سکتا ہے۔ یہ تو ہے جسمانی اور نفسانی ضرورت، لیکن روح کی ضرورت نماز سے پوری ہوتی ہے، اور نماز پڑھنے سے انسان اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اپنی بیوی سے جنسی تعلق قائم کرنے پر آدمی کو ثواب ہوتا ہے۔

صحابہ نے تعجب کے انداز میں پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے جو اپنی شہوت پوری کرتا ہے اس کو اس پر ثواب ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنی اس شہوت کو حرام جگہ پر استعمال کرو تو کیا اس پر گناہ ہوتا ہے؟ پس اسی طرح جب تم اس شہوت کو حلال جگہ استعمال کرو گے تو ثواب ہوگا۔ (مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)

معلوم ہوا کہ شادی کرنا اسلام میں عبادت ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بھی خوشحال ہے اسے شادی کرنی چاہیے، پھر اگر وہ شادی نہیں کرتا تو وہ میرے طریقے پر نہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو بھی گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ شادی نظر کو بچانے والی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والی ہے اور جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔

(اس کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقے پر نہیں اور بے شک نکاح کرنا

میری سنت ہے پس جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے۔

(اس کو احمد نے روایت کیا ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں کہ تین افراد ازواج مطہرات کے گھروں میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے بارے سوال کرنے لگے' جب ان کو بتلایا گیا تو وہ اس کو تھوڑا سمجھنے لگے' انہوں نے کہا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام تو ہم سے کہیں بلند ہے' آپ ﷺ تو گناہوں سے پاک ہیں' ان تینوں میں سے ایک نے کہا: پس میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ کا روزہ رکھوں گا اور چھوڑوں گا نہیں۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم نے ہی یہ یہ بات کی ہے؟ خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقے پر نہیں ہے۔ (بخاری' مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین افراد کی مدد کرنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر ہے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی' وہ غلام جو مال دے کر آزاد ہونا چاہتا ہو اور وہ شخص جو گناہوں سے بچنے کے لیے نکاح کرتا ہے۔ (ترمذی)

ایک حدیث پاک میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

جو رزق تم خود کھاتے ہو وہ تمہارے لیے صدقہ ہے' جو تم اپنی اولاد کو کھلاتے ہو وہ تمہارے لیے صدقہ ہے' جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ تمہارے لیے صدقہ ہے' اور جو تم اپنے خادم کو کھلاتے ہو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ ہے۔ (طبرانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نکاح سے روکنے والی یا تو کمزوری و عاجزی ہے یا فسق و فجور ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۵۳۵)

ان احادیث طیبات سے پتہ چلا کہ اسلام خواہشاتِ نفسانیہ کو دباتا نہیں بلکہ جائز طریقے سے ان کو استعمال کرنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اگر کوئی نوجوان جنسی خواہش پوری

کرنے کی رغبت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ جائز طریقے سے شادی کر کے اپنی جنسی و فطری خواہش کو پورا کرے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ ان فطری خواہشات کو بالکل دبا دیا جائے بلکہ جائز طریقے سے ان پر قابو پانے کا حکم دیتا ہے۔

دین اسلام انسان پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے جتنی اس کی طاقت وقوت ہے اور ہر طرح سے انسان کی فطری و طبعی خصوصیات کی تسکین کا درست راستہ بتلاتا ہے تاکہ انسان' ذہنی' جسمانی اور نفسیاتی طور پر کسی پیچیدگی اور بیماری کا شکار نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ (البقرہ:۲۸۶)

اللہ تعالیٰ ذمہ داری نہیں ڈالتا کسی شخص پر مگر جتنی اس کی طاقت ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ (الحج:۷۸)

اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی۔

شریعتِ اسلامیہ نے انسان کی طبعی و فطری خواہشات کا اعتراف کیا ہے اور اعتدال و میانہ روی سے ان کی تسکین کا سامان بھی مہیا کیا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں انسانی طبیعت کا حصہ ہیں' جب اسلام جسمانی و روحانی پاکیزگی و طہارت کی دعوت دیتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان اپنی خواہشات کو بالکل ہی دبا دے اور سرے سے ہی ان کو ختم کر دے۔ بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان کو اپنی طبعی و بشری خواہشات اپنے قبضے اور قابو میں رکھنی چاہئیں' یہ نہ ہو کہ انسان بالکل ہی شہوات کا غلام بن جائے یا بالکل حیوانوں کی طرح زندگی گزارنی شروع کر دے بلکہ انسان اور حیوان کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ . (محمد ﷺ:۱۲)

اور جنہوں نے کفر کیا وہ عیش اڑا رہے ہیں اور محض کھانے (پینے) میں ڈنگروں کی طرح مصروف ہیں۔

جب انسان اپنے اوپر پورا اختیار رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جسم کی ضروریات کے بارے میں جانے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ حلال چیزوں سے جسم کو تسکین دے اور یہ کہ

اللہ تعالیٰ کے کسی حرام کردہ کو حلال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہ پھلانگے۔ انسان کی طبعی زندگی کی ضروریات میں سے کوئی چیز بُری نہیں بلکہ اس کے غلط استعمال کی وجہ سے وہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حلال اور حرام واضح کر دیا ہے۔

اسلام نے ان دنیوی خواہشات سے لطف اندوز ہونے کا میانہ اور معتدل راستہ بتلا دیا ہے' جس میں نہ تو فحاشی اور فسق و فجور ہے اور نہ ہی بالکل محرومی ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(الاعراف: ۳۱-۳۳)

آپ فرمائیں: کس نے حرام کیا ہے اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے ○ آپ فرمایئے: یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف انہی کے لیے ہیں قیامت کے روز' یونہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں ○ آپ فرمایئے: بے شک حرام کر دیا ہے میرے رب نے سب بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں ان سے اور جو پوشیدہ ہیں اور (حرام کر دیا) گناہ کو اور سرکشی کو بغیر حق کے اور (منع کر دیا ہے) اس سے کہ تم شریک ٹھہراؤ' اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند اور یہ کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے ○

بے شک فحاشی اور فجور وہ چیزیں ہیں جو اعتدال اور عدالت سے تجاوز کریں' ہر کام جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوگا' وہ فطرت کو تباہ کرنے والا' عدل و انصاف کے منافی اور انسانی زندگی کی ناموس کے مخالف ہے' لیکن اگر تمام امور اور تمام انسانی خواہشات کو اللہ کے حکم کے

مطابق پورا کیا جائے تو اس سے زندگی میں بقاء اور پاکیزگی وطہارت پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنتا ہے۔ انسان اپنی شرافت و کرامت بھی برقرار رکھتا ہے اور حیوانوں کے ساتھ مشابہت سے بچتا ہے۔

دوسری بحث: اسلام میں شادی بیاہ کے احکامات

نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے' یہ انبیاءِ کرام کی سنت ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ (الرعد:۳۸)

اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی عورتوں سے شادی کرتا ہوں جس نے میری (اس) سنت کو ترک کیا وہ میرے طریقے پر نہیں۔ (متفق علیہ)

آپ علیہ السلام نے نوجوانوں کو شادی کرنے کا حکم دیا' فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شادی کی قدرت رکھتا ہے اسے شادی ضرور کرنی چاہیے کیونکہ یہ سب سے زیادہ نظر کو بچانے والی اور شرمگاہ کی محافظ ہے۔ (متفق علیہ)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص عبادت گزار بننے کے لیے شادی ترک کر دے کیونکہ شادی نہ کرنا سنّت سے اعراض ہے اور آپ نے عثمان بن مظعون کے ترکِ دنیا کی بناء پر شادی نہ کرنے کو ناپسند کیا تھا۔

جس شخص کو شادی نہ کرنے کی وجہ سے بدکاری میں پڑنے کا خوف ہو اس کے لیے شادی کرنا واجب ہے۔ کیونکہ زنا ترک کرنا واجب ہے اور قانون یہ ہے کہ واجب جس کے بغیر مکمل نہ ہوتا ہو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔

اہلِ علم کہتے ہیں کہ شادی کی سنت کو ادا کرنا نوافل پڑھنے سے افضل و اعلیٰ ہے' کیونکہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ مثلاً:

(۱) شادی نظر کو بچانے والی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والی ہے۔
(۲) شادی کرنا حضور علیہ السلام کے حکم کی بجا آوری اور سنت پر عمل ہے۔
(۳) شادی کرنے سے امتِ محمدیہ علیہ السلام کی کثرت ہے۔

(۴) عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت' اس کے نان ونفقہ کی ادائیگی اور عورت کے حقوق کا تحفظ ہے۔

(۵) شادی کرنے سے مختلف قبائل اور لوگوں کا آپس میں ملنا جلنا اور رشتہ داری قائم کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سُسرال والوں کو نسبی اعتبار سے قریب کیا ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۔ (الفرقان:۵۴)

اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا انسان کو پانی (کی بوند) سے اور بنادیا اسے خاندان والا اور سسرال والا۔

لوگوں کے باہمی روابط اور تعلقات یا تو قرابت داری کی وجہ سے ہوتے ہیں یا ایک دوسرے کے ہاں شادی کرنے سے قائم ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کثیر عورتوں سے نکاح کیا کہ اس سے مختلف قبائل میں روابط بڑھتے ہیں۔

لہٰذا شادی کرنا ان مذکورہ بالا عظیم مصلحتوں کی بناء پر سنتِ مؤکدہ ہے۔

لیکن بعض علماء نے شادی کو واجب قرار دیا ہے' بہر کیف زیادہ صحیح وہی صورتیں ہیں جن کا ذکر ہم نے شروع میں کیا ہے' البتہ شادی کرنا اس بندے پر واجب ہے جو عبادت کی نیت سے ترکِ دنیا اختیار کرتا ہے۔

شادی کرنے کا مقصد و مدعا خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل' آپ کی محبت اور اتباع کرنا مقصود ہے۔

شادی سنت کے مطابق کرنا' باوقار مسلم معاشرے کے قیام' بہترین قوم و ملت اور اعلیٰ تعلیمی مدرسے کی تشکیل کے لیے بہت ضروری ہے تاکہ قوم کی ایسی وحدت سامنے آئے جو اسلام کے سائے میں زندگی بسر کرے' اس کی حدود کی حفاظت کرے اور اسلام کی ترویج کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش بروئے کار لائے۔

دین اسلام دین فطرت ہے' یہ بشری تقاضوں کو جائز طریقے سے پورا کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہارا نکاح کرنا بھی صدقہ ہے۔

ہمارے دین میں ترکِ دنیا اختیار کرنا اور رہبانیت نہیں ہے اور نہ ہی نکاح ترک کرنے کی کوئی صورت ہے کیونکہ شادی کرنا تو رسولوں کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ

اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور ان کے لیے ان کی بیویاں اور اولاد بنائی۔ (الرعد:۳۸)

جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تین صحابہ کرام کا مقدمہ پیش کی گیا' ان میں سے ایک نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کر لیا' دوسرے نے ہمیشہ روزے رکھنے کو لازم کر لیا اور تیسرے نے ہمیشہ رات کے قیام کا عہد کر لیا۔ جب یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: لیکن میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں' سوتا بھی ہوں' روزے بھی رکھتا ہوں' روزے چھوڑتا بھی ہوں' عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں' جس نے میری سنت کو چھوڑا وہ میرے طریقے پر نہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کے ترک دنیا اختیار کرنے کو ناپسند فرمایا' اگر آپ اس کی اجازت دیتے تو ہم ضرور اختیار کرتے۔

ترک دنیا اختیار کرنا عیسائیوں کی شریعت میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا تا کہ امتِ محمدیہ کی نسل میں اضافہ ہو اور جہاد کو دوام ہو۔

حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کو فرمایا: شادی کرو' اس امت کی بہتر چیز عورتیں ہیں۔ (بخاری)

ہماری ہر قسم کی خوشیاں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے مطابق ہیں۔ حقیقی خوشی اس بندۂ مؤمن کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی پیروی کرتا ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ شادی کرے کیونکہ یہ نظر کو سب سے زیادہ بچانے والی اور شرمگاہ کی بہت بڑی محافظ ہے اور جو تم میں سے اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں' کیونکہ

روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۹۷۵۔ ج ۲ ص ۱۳۲۱)

شادی کرنا مسلمان کے گھر کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسلامی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مددگار ہوتا ہے اور عبادت میں مشغول رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شادی میں محبت والفت رکھ دی ہے اور اس سے اولاد میں اضافہ اور ان کی اچھی تربیت کرنا آسان ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الروم: ۲۱)

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان رحمت و محبت (کے جذبات)۔

شادی کرنے سے لوگوں کے آپس میں روابط اور تعلقات بڑھتے ہیں' نسلوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ برائیوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے' معاشرہ فتنہ وفساد سے نجات پاتا ہے اور امت محمدیہ میں اضافہ ہوتا ہے جس پر حضور ﷺ قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کریں گے' اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری توجہ اس طرح دلاتے ہوئے فرمایا:

تم زیادہ بچے جننے والی' شدید محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کرو' تاکہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر میں قیامت کے روز فخر کروں۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۹۴۰)

جس امت اور قوم کی تعداد کم ہو وہ تعطل کا شکار ہو کر تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تعداد کم ہونے سے ہر شعبے مثلاً زراعت' صنعت' اقتصادیات اور عسکریت وغیرہ میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے' جو پوری قوم کی موت کا سبب بنتا ہے۔

جیون ساتھی کا انتخاب اچھا ہونا

(۱) شوہر کا مسلمان اور نیک ہونا ضروری ہے

رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کے اولیاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

جب تمہارے پاس ایسے لڑکے کا رشتہ آئے کہ جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اپنی لڑکی کی اس سے شادی کردو بصورت دیگر زمین میں بہت بڑا فتنہ وفساد پھیلے گا۔
(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۷۰)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیسے جانیں کہ وہ بندہ کیسا ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں اور معاملات میں کیسا ہے؟ یہ تمام معلومات ہم بے شمار طریقوں سے حاصل کر سکتے ہیں' مثلاً نیک لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں' اس کے دوست احباب سے اس کے بارے معلومات مل سکتی ہیں' رشتہ طے کرنے میں بہت جلدی نہیں کرنی چاہیے' بلکہ اچھی طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے اور لڑکی یا لڑکے میں جو عیب یا بیماری وغیرہ ہوں انہیں ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ شادی کے بعد بُرے نتائج کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس بارے میں چند نکات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لڑکی کے سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ لڑکی کا نکاح کسی بے نماز سے نہ کریں کیونکہ نماز نہ پڑھنا حرام ہے اور کفر کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے نماز چھوڑ دی اس نے عہد کا انکار کیا۔
(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۱۴۳' المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۷۴' الترغیب رقم الحدیث: ۵۶۴)

کیونکہ ایسے شخص میں دین ودنیا کا فتنہ موجود ہے۔ لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ اکثر لوگ رشتہ طے کرتے وقت آدمی کے دین کے بارے پوچھتے ہی نہیں کیونکہ ان کے پیش نظر مال ودولت اور جاہ ومنصب ہوتا ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو' اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا' اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا' اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے ○

نامعقول عذر کی بناء پر لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنا سراسر غلط ہے' مثلاً یہ کہنا کہ لڑکی اپنی تعلیم مکمل کر لے' یا بڑی کی پہلے ہوگی چھوٹی کی بعد میں' یا امیر لڑکوں کو تلاش کرنے میں وقت

ضائع کرنا یہ سب غلط اور نادرست عذر ہیں۔ایسا کرنے سے خطرناک نتائج نکلتے ہیں' لڑکیاں اپنے باپ کے گھر میں ہی بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات ان جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں طرح طرح کی بُری عادات جنم لیتی ہیں جن کا سدِ باب مشکل ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی عیب نہیں کہ انسان اپنی بہن' بیٹی کے لیے کوئی اچھا' نیک و صالح لڑکا تلاش کرے جو اس کے قابل ہو' ہمارے اکثر بزرگوں نے ایسا کیا ہے' جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب سرِ فہرست ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا' کہنے لگا کہ میری ایک بیٹی ہے جس سے میں بہت محبت کرتا ہوں' اس کے لیے کئی رشتے آئے ہیں' پس آپ مجھے کس سے شادی کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ تو حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس کی شادی ایسے شخص سے کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو (کیونکہ) اگر وہ اس سے محبت کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر غصے ہو گا تو ظلم نہیں کرے گا۔

(۲) بیوی نیک اور پرہیزگاری ہونی چاہیے

جو شخص شادی کرنے میں رغبت رکھتا ہو' رسول اللہ ﷺ نے اس کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ یہ دنیا نفع کی جگہ ہے اور بہترین منافع نیک عورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: دنیا تمام کی تمام متاع ہے اور اس کی بہتر متاع نیک عورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بیان فرماتا ہے کہ اہلِ ایمان ہمیشہ نیک بیویوں اور صالح اولاد کی دعائیں کرتے رہتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا○	اور جو عرض کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! مرحمت فرما' ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا○ (الفرقان:۷۴)

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے' بعض لوگ تو شادی کے سلسلے میں بے شمار شرائط پیش کرتے ہیں اور حسن و جمال' مال و دولت' حسب و نسب جیسی خوبیاں تلاش کرنے میں سر گرداں رہتے ہیں' لیکن سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ لڑکی میں دینداری دیکھی جائے'

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حسن و جمال کو پس پشت ڈال دیا جائے بلکہ کسی حد تک ظاہری خوبصورتی بھی ضروری ہے کیونکہ بیوی کی خوبصورتی خاوند کو بدنظری اور دوسرے گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے' لیکن اصل اور بنیاد صرف اور صرف دینداری اور پرہیزگاری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (النساء:۳۴)

تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں' حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں کی) غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت سے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس بارے میں ارشاد فرمایا:

چارہ وجوہ کی بناء پر عورت سے شادی کی جاتی ہے: اس کے مال' حسب ونسب' حسن و جمال اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس تم دینداری کو پسند کرو' تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۰۰۳)

اس حدیث میں دینداری کو اوّلیت دینے پر ابھارا گیا ہے کیونکہ مومن کی یہی شان ہے کہ وہ دینداری اور پاکیزگی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اسی طرح دوشیزہ لڑکی سے شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس طرح حدیث میں آیا ہے: حضرت جابر جب غزوہ ذات الرقاع سے واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تو نے شادی کی ہے؟ حضرت جابر کہتے ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: باکرہ (دوشیزہ) عورت سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا دوشیزہ ٹھیک نہ تھی کہ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ غزوۂ احد میں شہید ہو گیا اور سات بیٹیاں پیچھے چھوڑیں' پس میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو میری بہنوں کی دیکھ بھال کر سکے' ان کو جمع رکھے اور ان کی کفالت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ تو اپنے مقصد کو پالے گا۔

(مسند احمد ج۶ ص۳۷۶)

لیکن یہ تو صرف خاص حالات میں ایسا ہو سکتا ہے کہ غیر باکرہ کو زیادہ اہمیت دی جائے' وہ اس صورت میں کہ آدمی کی پہلی بیوی سے بچے ہوں اور ان کی تربیت کا مسئلہ ہو تو ایسی حالت میں یا اس جیسے دوسرے حالات میں غیر باکرہ سے شادی کی جا سکتی ہے۔

منگنی اور شادی کے معاملے میں بعض اُمور کی اجازت

(۱) آدمی جب منگنی کرنا چاہے تو لڑکی کے چہرے، ہتھیلیوں اور بالوں کو دیکھنا اس کے لیے جائز ہے، اگر وہ نہ دیکھ سکے تو اسے چاہیے کہ وہ لڑکی کے پاس کسی ایسی عورت کو بھیجے جس پر اسے یقین ہو اور وہ عورت اسے لڑکی کے بارے میں صحیح صحیح بتادے۔

ایک شخص جو شادی کرنا چاہتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے اس لڑکی کو دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۹)

(۲) وہ عورت جس کا پہلے نکاح ہو چکا ہو اس سے شادی کے بارے میں مشورہ لینا چاہیے اور کنواری لڑکی سے اجازت لینی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیر کنواری کی شادی اس کے مشورے سے کرنی چاہیے اور کنواری کی شادی اس کی اجازت سے کرنی چاہیے۔ صحابہ نے عرض کی کہ کنواری سے اجازت کیسے ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۰۴۷۔۷۰۴۷) کسی نوجوان لڑکی کو کسی ایسے لڑکے سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے جسے وہ ناپسند کرتی ہو۔ اسی طرح کسی لڑکے کو ایسی لڑکی سے شادی پر مجبور نہیں کرنا چاہیے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، ایسا کرنے سے ازدواجی زندگی میں ناکامیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۳) ماہ شوال میں دخول کرنا مستحب ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں شادی کی اور شوال میں ہی خلوت کی، پس آپ کی بیویوں میں سے کون ہے جسے مجھ سے زیادہ ان سے شرف حاصل ہوا ہو؟ حضرت عائشہ اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شوال میں ہی اپنی بیویوں سے دخول فرمائیں۔

(۴) نکاح کا اعلان دف بجا کر اور جائز طریقے سے گا کر کرنا مستحب ہے لیکن عورتوں کی آواز پست ہونی چاہیے تاکہ کوئی مرد نہ سنے کیونکہ خوشی کے وقت عورتوں کی آواز کا اتنا بلند ہونا کہ مرد سنیں، جائز نہیں ہے۔

شادی کے موقع پر دف بجانا اور گانا ایسے ہی جائز ہے، جیسے عیدوں کے موقع پر

عورتوں کے لیے دف بجانا جائز ہے' لیکن یہ مردوں کے لیے جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو انصاری آدمی کے ساتھ رخصت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کوئی تفریح کا سامان نہیں تھا' کیونکہ انصار تفریح کو پسند کرتے ہیں۔

(اتحاف المتقین ج۶ ص۴۹۳)

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دف بجانا حلال و حرام کے درمیان فرق ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۲۰۶)

وہ گانا بجانا جس میں لغویات ہوں اور دیگر آلاتِ موسیقی ہوں حرام ہے' خواہ کیسٹ میں ریکارڈ شدہ ہو یا سٹیج پر ہو۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ. (لقمان: ٦)

اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصدِ حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا' تاکہ بھٹکاتے رہیں راہِ خدا سے (اس کے نتائجِ بد سے) بے خبر ہو کر۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ''لھو الحدیث'' سے مراد حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کے نزدیک گانا گانا ہے' بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر تین مرتبہ قسم اٹھائی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایسے گروہ ہوں گے جو ریشم' شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۴۶۶)

تمام علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ موسیقی کے آلات کی خرید و فروخت بھی حرام ہے کیونکہ موسیقی دل میں نفاق پیدا کرتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق میرے پاس آئے اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ گیت گا رہی تھیں جو یوم بعاث کے بارے میں انہوں نے بنائے ہوئے تھے' وہ لڑکیاں کوئی باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے گھر میں یہ شیطانی مزامیر کہاں سے آئے؟ تو آپ

ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک ہر قوم کی کوئی نہ کوئی عید ہوتی ہے آج کا دن ہماری عید ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۱ ، صحیح مسلم - کتاب العیدین: ۱۶ ، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۸ ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۴)

بہرکیف نکاح کا اعلان کرنے کی غرض سے زیادہ دیر دف وغیرہ نہیں بجانا چاہیے بلکہ تھوڑا ہی کافی ہے جس سے اعلان کا مقصود پورا ہو جائے۔

(۵) لڑکی کے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ بہت زیادہ حق مہر کا مطالبہ نہ کریں، اسی طرح جہیز وغیرہ کے سلسلے میں اسراف نہ کریں۔

حق مہر مرد پر واجب ہے اور یہ عورت کا حق ہے، شادی بیاہ میں رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہ دولہے اور دلہن کی مالی اعانت کریں۔ خاندان کے بزرگوں کو چاہیے کہ وہ حق مہر تھوڑا اور مناسب رکھنے کی نصیحت کریں، کیونکہ تھوڑا حق مہر رکھنے میں ہی برکت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک عورت کے لیے برکت اسی میں ہے کہ اس کی منگنی کا وقت اور اس کا حق مہر تھوڑا ہو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۲۵)

احادیث طیبات سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی شادی ایک غریب آدمی سے صرف اس کے عوض کر دی کہ اس کو کچھ قرآن پاک یاد ہے۔ اسی طرح ایک نوجوان کو کہا کہ تم شادی کر لو اگرچہ ادھار لے کر حق مہر ادا کرو۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے لوگوں سے مال ادھار لیا اور واپس دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادائیگی کے اسباب پیدا فرما دے گا اور جس نے مال لیا اور ضائع کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسی کو ہلاک کر دے گا۔

(صحیح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۰۳۶ - رقم الحدیث: ۵۹۸۰)

پس اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچ ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (النور: ۳۲)

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم میں سے اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے، اگر وہ تنگدست ہوں (تو فکر نہ کرو) غنی کر دے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے ○

پس اللہ تعالیٰ نے غیر شادی شدہ لوگوں کا نکاح کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے' اور اس میں امیر و غریب سب شامل ہیں۔

اس بات کو بھی بیان کر دیا کہ کوئی غریب شخص شادی کرنے سے نہ رک جائے کیونکہ رزق دینا تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ رب حالات تبدیل کرنے پر قادر ہے وہ اپنے فضل سے غریب کو امیر کر دیتا ہے پس شادی کرنا مالداری کا سبب ہے۔

اور جس نے حرام کاری سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے شادی کی' اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین بندے اللہ تعالیٰ کی مدد کے حق دار ہیں: وہ غلام جو مال دے کر آزاد ہونا چاہتا ہو' وہ شخص جو عفت و پاکیزگی کے لیے نکاح کرے اور اللہ کے رستے میں نکلنے والا مجاہد۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۳۵۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: مال داری نکاح سے تلاش کرو۔

اس لیے لڑکیوں کے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے اور زیادہ حق مہر کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے تا کہ شادی کے معاملات آسان اور سہل رہیں۔

(۶) ولیمہ کرنا: شادی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی استطاعت و قدرت کے مطابق دوسرے دن دعوتِ ولیمہ کرے' سات دن تک بھی اس کی تاخیر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح گوشت پکائے بغیر بھی جائز ہے' دراصل کھانا پکانے میں اسراف و فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ آپ کو برکت دے ولیمہ کرو' اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۷۴)

دعوتِ ولیمہ میں امیروں کے ساتھ غریبوں کو بھی مدعو کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے برا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۷۰۶) یہ بات مستحسن ہے کہ صاحب ثروت اور مال دار لوگ ولیمے کی دعوت میں مدد کریں۔

☆ جس کو ولیمے کی دعوت دی جائے' اس پر ضروری ہے کہ وہ دل خوش کرنے کے لیے' روابط مضبوط کرنے کے لیے اور سنت کو زندہ کرنے کے لیے اس دعوت کو قبول کرے' اگر اسے کوئی عذر ہو تو وہ معذرت کر لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم

میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اسے آنا چاہیے۔
(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۵۳۶)

☆ اگر دعوتِ ولیمہ میں غیر شرعی امور ہوں اور وہ آ کر انہیں ختم کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے ضرور آنا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی' آپ ﷺ آئے' گھر میں کچھ تصویریں دیکھیں تو آپ لوٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کس وجہ سے لوٹ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ گھر میں تصویروں والا پردہ ہے اور جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (کنز العمال رقم الحدیث:۴۹۸۸'الزفاف ص ۷۷)

☆ ایک ہی وقت میں اگر مختلف ولیموں کی دعوت ملے تو جو سب سے پہلی دعوت ہے اسے قبول کرے۔ اسی طرح جو سب سے قریبی ہو اسے قبول کرے' پھر جو اہل علم ہو اس کی دعوت قبول کرے اور اگر سب برابر ہوں تو قرعہ ڈال لے۔

☆ مہنگے ہال کرائے پر لینے سے اجتناب کرنا چاہیے' جو دولہے کے لیے مالی دشواری پیدا کر دے بلکہ ایسی جگہ پر ہی کر لینا چاہیے جو زیادہ مہنگی نہ ہو' ان تمام امور میں ریا کاری سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے شہرت چاہی' اللہ نے اسے شہرت دی' جس نے ریا کاری کی' اللہ نے اسے ریا کار بنا دیا۔
(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۳۰۳_۶۳۰۴)

☆ نئے جوڑے کے لیے اس طرح دعا کرنی چاہیے:

بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر.	اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو خیر و عافیت سے اکٹھا رکھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۰۹۱)

جاہلوں والی دعا سے پرہیز کرنا چاہیے یعنی یہ کہنا کہ اللہ تجھے مال دے' تیری بیوی سے تجھے اولاد دے اور بیٹے دے۔

☆ جب لوگ ولیمہ کا کھانا کھا چکیں تو یہ دعا مستحب ہے:

اکل طعامکم الابرار وصلت	تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور

علیکم الملائکة وافطر عندکم الصائمون. فرشتے تم پر درود بھیجیں اور تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کریں۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۱۲۲۶'الزفاف ص ۸۵)

☆ بہتر چیز یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ میں کسی بزرگ یا صاحبِ علم سے کوئی اچھی بات سنی جائے اور کچھ کتابیں یا اسلامی کیسٹیں بانٹی جائیں تاکہ خیر و برکت میں اضافہ ہو۔

مال دار لوگوں کو چاہیے کہ اگر کوئی غریب شادی کرنا چاہتا ہو تو اسے اپنی پوری زکوٰۃ یا زکوٰۃ کا کچھ حصہ دیں تاکہ وہ شادی کر سکے۔

تیسری بحث: شادی بیاہ میں ناجائز چیزیں

(۱) لڑکی کا نکاح سرپرست کی موجودگی میں ہی صحیح ہوتا ہے' یہ جمہور علماء کا قول ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق کہ نکاح ولی کی موجودگی میں ہی ہوتا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۵۵۵ تا ۷۵۵۸) اسی طرح عقدِ نکاح پر دو عادل گواہوں کی گواہی ہونی چاہیے۔

(۲) مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی کرنا حرام ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے' یہاں تک کہ وہ خود ہی منگنی چھوڑ دے یا اس کو (منگنی کی) اجازت دے دے۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۶۶۶)

(۳) نکاح شغار حرام ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۹۷) نکاح شغار وہ ہوتا ہے کہ ایک سرپرست اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر کرتا ہے کہ دوسرا شخص بھی اپنی لڑکی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے اور اس میں حق مہر کا ذکر نہ کیا جائے یعنی دونوں حق مہر دیئے بغیر ایک دوسرے کی سرپرستی میں رہنے والی لڑکیوں سے نکاح کر لیں۔ اس کو نکاحِ شغار کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دینِ اسلام میں نکاحِ شغار نہیں ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۵۰۱)

نکاحِ فاسد: عدت کے دوران نکاح کرنا' کافر عورت سے نکاح کرنا' شادی شدہ غیر

طلاق یافتہ سے نکاح کرنا، نسبی اور رضاعی محرمات سے نکاح کرنا فاسد ہے' ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(۴) متعہ کرنا حرام ہے' متعہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے مخصوص مدت کے لیے نکاح کرتا ہے اور جب وہ متعین مدت ختم ہو جائے تو وہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے ساتھ متعہ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۸۹۸)

(۵) منگیتر لڑکے کا اپنی منگیتر لڑکی سے نکاح سے پہلے کسی محرم کی عدم موجودگی میں خلوت (تنہائی) اختیار کرنا حرام ہے' کیونکہ ابھی یہ ایک اجنبی کی مانند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) اختیار نہ کرے مگر کسی ذی رحم محرم کی موجودگی میں ایسا کر سکتا ہے' (صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۷۔ ج ۷ ص ۴۸' فتح الباری ج ۹ ص ۳۳۱) اسی طرح غیر محرم شخص کا کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا بھی حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۶۴۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونکنا بہتر ہے اس سے کہ اس کا ہاتھ کسی ایسی عورت کے ہاتھ سے مَس کرے جو عورت اس کے لیے حلال نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۲۵۱۳)

اسی طرح غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ کسی عورت کا اکیلے سفر کرنا درست نہیں' اگر ساتھ محرم ہو یا کوئی تیسرا بندہ ہو یا زیادہ لوگ ہوں تو پھر ٹھیک ہے کیونکہ تیسرے بندے کی موجودگی سے خلوت ختم ہو جاتی ہے۔

(۶) منگنی کی انگوٹھی پہننا بھی درست نہیں' کیونکہ یہ رواج عیسائیت سے آیا ہے اور سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے پہننا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اتار کر پھینک دی اور فرمایا: تم آگ کے انگارے کو لے کر ہاتھ پر رکھ لیتے ہو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۱۰۹) حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تم اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اسے کسی اور کام میں لاؤ'

اس نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔

اور اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ منگنی کی انگوٹھی تکلیف کو دور کرتی ہے اور نفع پہنچاتی ہے اور محبت میں اضافہ کرتی ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(۷) شادی بیاہ اور دوسرے مواقع پر عورتوں اور مردوں کا اختلاط حرام ہے کیونکہ اس میں فساد اور فتنہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد مردوں کے لیے عورتیں سب سے بڑا فتنہ ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۵۹۷)

(۸) شادی بیاہ کے موقع پر دولہے اور دلہن کی تصویریں بنانا اور ویڈیو فلم بنانا بھی درست نہیں' اس میں فضول خرچی اور فساد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ہاں سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ کی تخلیق کی تشبیہ بناتے ہیں۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۹۹)

ایک روایت میں ہے: ان تصویروں والوں کو عذاب دیا جائے گا' انہیں کہا جائے گا: زندہ کرو جو تم نے تخلیق کیا۔ پھر فرمایا: وہ گھر جس میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۵۶۵-۱۵۹۳)

(۹) دولہے اور دلہن کو سٹیج پر بٹھانا درست نہیں کیونکہ سب کی نظریں ان پر پڑتی ہیں' یہ رواج بھی غیر اسلامی ہے' کیونکہ اس میں فتنہ فساد زیادہ ہے۔

(۱۰) ہنی مون منانے کے لیے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر غیر مسلم ممالک میں جانا جائز نہیں' اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے بیچ میں رہائش اختیار کرتا ہے کہ میں ان دونوں کو جہنم میں دیکھ رہا ہوں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۰۷) ایک روایت میں ہے: جو مشرک کے ساتھ ملا اور اس کے ساتھ رہا پس وہ اسی کے مثل ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۰) اچھی بات یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ساتھ لے کر عمرہ کرے اور مقاماتِ مقدسہ پر دعا کرے اور ان کی زیارت کرے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی مشرک کے ساتھ مقیم رہا تو اللہ کی ذمہ داری اس سے ختم ہوگئی۔

(رواہ البیہقی ج۹ ص ۱۳' طبرانی ج ۲ ص ۳۴۲' العلل رقم الحدیث: ۹۴۲)

(۱۱) عورت کے لیے سر کے بال کاٹنا بھی جائز نہیں' کیونکہ لمبے بال عورت کا حسن ہیں۔ عورت کا میک اَپ کے لیے بیوٹی پارلر جانا جائز نہیں' کیونکہ وہاں دوسری بہت سی بُرائیاں اور منکرات پائی جاتی ہیں مثلاً بھنوؤں کے بال مونڈنا' چہرے کے بال صاف کرنا اور جسم کے دوسرے اعضاء کے بال نوچنا یہ سب ناجائز ہیں۔ جب کہ صرف میک اپ اور زینت کرنا یہ درست اور جائز ہے' دلہن کو چاہیے کہ وہ خود ہی کرے یا اس کی سہیلیاں کر دیں۔

(۱۲) آج کل جو سب سے بڑی بُرائی ہے کہ عورتیں بازاروں اور گاڑیوں میں چہرہ بے نقاب رکھتی ہیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے' بے پردگی حرام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ. (الاحزاب:۵۳)

اور جب تم ان عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے ہو کر مانگو' یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار ہوتیں تو جب کوئی سوار ہمارے برابر آ جاتا تو ہم اپنی چادریں سروں سے چہروں پر ڈال لیتیں' جب وہ گزر جاتا تو ہم چہرہ بے نقاب کر لیتیں۔ (مسند احمد ج۶ ص۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۳۳) برقع پہننا جائز ہے لیکن چہرے پر ایسا نقاب ضرور ہو جس سے چہرہ نظر نہ آئے۔

چوتھی بحث: تعدّدِ ازواج قرآن حکیم کی روشنی میں

سورۂ نساء کے شروع میں آیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا

اور اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو' تین تین اور چار چار اور اگر تمہیں

تَعُوْلُوْاؕ (النساء:۳)

یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی (سے نکاح کر لو) یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم ایک طرف ہی جھک جاؤ ○

اسی سورہ میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۱۲۹)

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے ہو کہ پورا پورا انصاف کر و اپنی بیویوں کے درمیان' اگرچہ تم اس کے بڑے خواہش مند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو اور اگر درست کر لو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ○

عہدِ رسالت' صحابہ' تابعین اور مجتہدین میں ان آیات سے جو احکام مستنبط کیے گئے' مندرجہ ذیل ہیں: (المرأۃ بین البیت والمجتمع ص ۹۷-۹۹)

(۱) چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت' پہلی آیت میں جو ''انکحوا'' استعمال ہوا ہے' اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے لیکن یہ وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہے۔
جمہور مجتہدین ہر زمانے میں اس پر متفق رہے ہیں۔
لیکن کچھ اہل ہوس یہ کہتے ہیں کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت ہے' ان کی یہ بات قرآن و سنت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔

تعددِ ازواج کی حدود و قیود

اسلام نے جو تعددِ ازواج کا نظام دیا ہے یہ فطری و اخلاقی نظام ہے۔ (المرأۃ بین البیت والمجتمع ص ۹۳-۹۵) لہٰذا آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ کسی عورت سے جہاں چاہے جب چاہے تعلقات قائم کر لے۔ اسی طرح کسی عورت سے خفیہ رشتہ طے کرنا بھی جائز نہیں' بلکہ ضروری ہے کہ وہ پہلے عقدِ نکاح کرے اور پھر اس کا اعلان کرے' اگرچہ تھوڑے ہی لوگوں کو

بتلائے' یہ بھی ضروری ہے کہ اس شادی کا لڑکی کے سرپرستوں کو بھی علم ہو اور وہ اس سے راضی ہوں یا کم از کم وہ اس پر کوئی اعتراض نہ کریں۔
جدید نظام کے مطابق اس نکاح کو رجسٹرڈ بھی کروانا چاہیے اور مرد کو ولیمہ بھی کرنا چاہیے اور شادی پر دف وغیرہ بجا کر خوشی کا اظہار کرنا بھی جائز ہے۔

(۲) تعددِ ازواج بیویوں کے درمیان عدل کرنے سے مشروط ہے۔ جس میں عدل و انصاف کی قدرت نہ ہو' اس کے لیے ایک سے زائد بیویاں رکھنا جائز نہیں۔ اگر اس نے زیادہ شادیاں کرلیں تو عقدِ نکاح تو صحیح ہوگا لیکن عدل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔

عدل کیا ہے؟

حدیث و سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں تمام علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جس عدل کی شرط لگائی ہے وہ رہائش' لباس' کھانے پینے' رات گزارنے اور دیگر تمام معاملات میں برابری اور انصاف ہے۔

(۳) مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام بیویوں اور ان کی اولاد پر برابر خرچ کرنا چاہیے۔ یہ بات امام شافعی سے منقول ہے۔

(۴) دوسری آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیویوں کے درمیان محبت و الفت میں برابری انسان کی استطاعت میں نہیں' لیکن شوہر کو یہ بات بھی زیب نہیں دیتی کہ وہ صرف ایک بیوی کی طرف ہی مائل رہے اور دوسری بیوی کو بالکل ہی چھوڑ دے بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ حتی المقدور تمام بیویوں کے ساتھ لطف و مہربانی اور محبت و پیار میں یکسانیت اختیار کرے۔

حضور ﷺ کی سیرت اس آیت کریمہ کی حسین تصویر ہے' جب آپ ﷺ تمام بیویوں کے درمیان عدل و انصاف فرماتے تو رب سے دعا کرتے: یا اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے اور جو میں نہ کرسکوں اس پر میرا مواخذہ نہ فرمانا' کیونکہ طبعی طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

تعددِ ازواج کی اس وجہ سے بھی اجازت دی گئی ہے کہ اگر ایک بیوی حمل وغیرہ کے مراحل سے گزر رہی ہے تو خاوند دوسری بیوی سے اپنی ضرورت اور خواہش پوری کرسکے اور

اس سے امت میں کثرت بھی پیدا ہوتی ہے' جس سے امت کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص زیادہ بیویاں رکھتا ہے تو اس کی ذمہ داریوں اور فرائض میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے' اس لیے اگر کوئی شخص ایک سے زائد شادیاں کرنا چاہتا ہے تو اسے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

مغربی تعددِ ازدواج میں انسانیت اور اخلاق نہیں

مغرب میں جو زیادہ شادیاں اور عورتوں سے تعلقات رکھے جاتے ہیں اس میں انسانیت اور اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ایک شخص ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ جائز و ناجائز تعلقات رکھ سکتا ہے اور قانون بھی اس کی تائید کرتا ہے' اس مغربی نظام میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:

☆ ان کے روابط اور تعلقات بیوی کے نام پر نہیں ہوتے بلکہ دوست اور گرل فرینڈ کے نام پر ہوتے ہیں۔

☆ ان کی بیویوں کی تعداد چار تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ بیک وقت متعدد خواتین کے ساتھ تعلقات رکھ سکتے ہیں۔

☆ ان کے تعلقات علی الاعلان نہیں ہوتے بلکہ پوشیدہ ہوتے ہیں جنہیں کوئی دوسرا نہیں جانتا ہوتا' حتیٰ کہ لڑکی اور لڑکے کے خاندان کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔

☆ مغربی نظام میں مرد کسی عورت کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتے' نہ رہائش کی اور نہ نان ونفقہ کی بلکہ اس سے تعلقات قائم رکھنے کے بعد اس کو بے یارومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے۔

☆ مغربی نظام میں عورتیں تعلقات رکھنے کے بعد حمل ضائع کر دیتی ہیں اور یہ نسلِ انسانی کی توہین ہے یا حرامی بچوں کو جنم دیتی ہیں جن کے نسب باپ سے ثابت نہیں ہوتے یعنی بچے کو اپنے باپ کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔

جب کہ اسلام کے نظام تعددِ ازدواج میں شوہر اپنی بیویوں کے ہر قسم کے خرچ اور ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

وہ جتنی شادیاں کرتا ہے علی الاعلان کرتا ہے۔ سب لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ فلاں عورت فلاں شخص کی بیوی ہے' پیدا ہونے والی اولاد کی کفالت کرتا ہے اور اولا کا نسب باپ سے

ثابت ہوتا ہے وہ اولاد باپ کی وراثت میں حق دار ہوتی ہے۔

الغرض اسلامی نظام میں وہ تمام انسانی اور اخلاقی قدریں موجود ہیں جو انسانیت کے شرف کا باعث ہیں۔ فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے کہ مذکورہ بالا دو نظاموں میں سے کون سا نظام انسانی واخلاقی ہے اور کون سا غیر انسانی اور غیر اخلاقی ہے۔

پانچویں بحث: تعددِ ازواج میں اسلامی اصلاح کا اثر

جب اسلام آیا تو اس وقت تعددِ ازواج کا نظام مختلف قوموں اور مختلف قبائل میں رائج تھا لیکن اس کی کوئی حد اور قید نہیں تھی۔ اسلام نے سب سے پہلی جو اس نظام کی اصلاح کی وہ یہ کہ اس کی حد مقرر کر دی کہ کوئی بھی مسلمان بیک وقت چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ یہ بہت بڑی اصلاح تھی کیونکہ اس جاہلی معاشرے میں اس وقت ہر آدمی نے درجنوں کے حساب سے بیویاں رکھی ہوتی تھیں۔ اسلام نے اس کو محدود کر دیا۔ (المرأة بین البیت والمجتمع ص ۱۰۲-۱۰۴)

اور اس سے بڑھ کر اسلام نے یہ شرط عائد کر دی کہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اختیار کیا جائے۔ یہ اسلام کی ایسی شرط ہے جو فلاسفہ اور حکماء کے خیالوں اور نظاموں سے بہت اعلیٰ اور مفید ہے۔ حضور ﷺ جب اپنے مرضِ وصال میں تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت بیماری اور کمزوری کے عالم میں بھی عدل وانصاف اختیار کیا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر زوجہ کے پاس اسی طرح رات بسر کرتے جس طرح دوسری کے پاس رات بسر کرتے' حتیٰ کہ جب مرض کا زور ہو گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام ازواج مطہرات کی رضا اور مرضی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہائش اختیار کی اور وصال تک آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی رہے۔

بیویوں کے معاملے میں عدل وانصاف کے حوالے سے اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہے' جو عدل وانصاف اور اخلاقِ عالیہ کا مظاہرہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں کیا ہے۔ اسلام نے ہر مسلمان کو یہ بات باور کرائی ہے کہ اس کا رب تعالیٰ اسے ہر وقت دیکھ رہا ہے' لہٰذا مسلمان کو ہر وقت اپنے خالق سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے مالک کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے' اس طرح کی تربیت بھی اسلامی معاشرے میں تعدد ازواج کے حوالے سے کافی مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ اسلام کے ان اصولوں پر عمل کرنے سے گھریلو

اور معاشرتی زندگی میں سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اسلامی گھرانہ شروع سے ہی محبت والفت کا گہوارہ اور اخلاص ووفا کی تصویر رہا ہے' خواہ اس میں ایک بیوی ہو یا تین چار بیویاں ہوں۔ تعددازواج کا اثر جنگوں کی فتوحات پر بھی ہوتا ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ اسلامی جنگوں کا سلسلہ حضور ﷺ کی ہجرت سے ہی شروع ہوا اور خلفائے راشدین' دورِ اموی اور دورِ عباسی تک جاری رہا۔ یہ تقریباً دوسو سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اس میں مشرق ومغرب اور شمال وجنوب ہر طرف جنگوں اور معرکوں کا سلسلہ جاری رہا' ان معرکوں میں کافی مسلمان شہید بھی ہوئے' قیدی بھی بنے اور کافی لاپتہ بھی ہو گئے' لیکن اس کے باوجود معرکوں اور جنگوں کا سلسلہ ویسے ہی جاری رہا اور معاشرتی وسماجی زندگی پوری آب وتاب سے جاری رہی۔ دوسری طرف دیکھیں تو صرف چوتھائی صدی کے عرصے میں یورپ صرف دودفعہ جنگوں میں کودا' جس میں لاکھوں مرد مارے گئے اور عورتوں کی تعداد زیادہ رہ گئی جس سے ان کو اقتصادی ومعاشرتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جب کہ مسلمان مسلسل دوسو سال تک جنگوں میں مصروف رہے' اس کے بعد تاتاریوں کے ساتھ جنگیں ہوئی' صلیبی جنگیں ہوئی' لیکن پھر بھی مسلمانوں میں کبھی ایسا معاشرتی و اقتصادی مسئلہ پیدا نہیں ہوا' اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام نے تعددِ ازواج کا نظام رائج کر کے عورت کو تحفظ بھی دیا ہے اور امت میں اضافہ بھی ممکن بنایا ہے' یہی اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

پانچویں فصل

گھریلو اور معاشرتی زندگی میں عورت کا مقام

یہ فصل مندرجہ ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث	:	عورت کے ملازمت کرنے کے شرعی ضوابط
دوسری بحث	:	عورتوں اور مردوں کے معاملات قرآن کی روشنی میں
تیسری بحث	:	عورت کا پردہ' شریعت اور تاریخ کے آئینے میں
چوتھی بحث	:	گھر کا کام عورت کی ذمہ داری ہے
پانچویں بحث	:	خاوند کا بیوی سے حسنِ معاملہ
چھٹی بحث	:	خانگی زندگی کے آداب

ساتویں بحث : عورت میں مادرانہ شفقت

آٹھویں بحث : مامتا کے خصائص اور ماں کی جاں نثاری

پہلی بحث: معاشرے میں عورت کے ملازمت کرنے کے شرعی ضوابط

عورتوں کو ملازمت اختیار کرنے سے اسلام نے منع نہیں کیا۔ اگر کوئی عورت تجارت کرتی ہے' ڈاکٹر ہے' معلّمہ ہے یا رزق حلال کمانے کے لیے کوئی پیشہ اختیار کرتی ہے جس میں وہ شرعی اصول وضوابط کو پیشِ نظر رکھ کر کام کرتی ہے تو یہ جائز ہے' اس میں کوئی حرج اور کوئی قباحت نہیں ہے۔

شرفِ انسانی اور عورتوں کی عزت کو محفوظ بناتے ہوئے اگر ان کو کام کرنے دیا جائے تو یہ معاشرے کی ترقی کا باعث ہوگا۔ اس سے ایک طرف تو عورتوں کے علم' شعور اور وقار میں اضافہ ہوگا اور دوسری جانب اجتماعی ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ ان اصول وضوابط شرعیہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جو کام بھی ہوگا اس میں برکت ہوگی اور ترقی ہوگی لیکن اگر ان انسانی اور اخلاقی اقدار اور شرعی اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیں گے تو پھر معاشرتی بے راہ روی اور بے شمار خرابیاں سامنے آئیں گی۔

مغربی عورت جب بازار' مارکیٹ یا روڈ پر نکلتی ہے تو اسے عیش وعشرت اور جنسی ہوس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس وقت انسانی شرف اور نسوانی عزت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اس وقت عورت کی قیمت ایک کھلونے اور ٹشو پیپر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس صورت میں مغرب نے عورت کو کیا عزت وشرف دیا ہے؟ اس نظام نے تو انسانیت اور اخلاق کی تمام قدروں کو ملیامیٹ کردیا ہے۔

اس وحشیانہ نظام میں عورت کیا کام کرتی ہے؟ یا وہ کسی دفتر میں سیکرٹری ہے جس سے دفتر کا تمام عملہ دل بہلاتا ہے یا وہ کسی بڑی دکان پر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے نیم عریاں حالت میں مختلف کرتب کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے یا وہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی آنے جانے والے کو اپنے نسوانی حسن سے محظوظ کرتی ہے۔ اس تمام نظام کا کیا معنیٰ ہے؟

اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ قوم اپنی تجارت اور اقتصادی ترقی کے لیے عورت کے نسوانی حسن کو استعمال کرتی ہے۔ وہ لوگ عورت سے گھریلو خدمت لینے کی بجائے اس کو بازاروں اور مارکیٹوں کی زینت بناتے ہیں تاکہ ان کے نسوانی حسن کے ذریعے اپنا مال بیچا جائے' جو کھلم کھلا انسانیت اور نسوانیت کی تذلیل ہے۔

اس سے زیادہ اور تذلیل کیا ہے کہ عورت کو نئے اسٹائل کا لباس پہنا کر گڑیا کی طرح بڑی بڑی دکانوں میں مجسموں کی صورت میں کھڑا کر دیا جاتا ہے جس کو لوگ آتے جاتے آگے پیچھے سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھتے ہیں' کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کو پیدا کیا ہے؟ کیا یہ اخلاق ہے؟ کیا یہ انسانیت کی تکریم ہے؟ کیا اس مادی تہذیب نے عورت کی یہ قیمت لگائی؟ کیا ہمیں ایسے غیر اخلاقی اور غیر انسانی نظام کی تقلید کرنی چاہیے؟

حالانکہ عورت' قابلِ تکریم اور قابلِ عزت انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شرف عطا فرمایا ہے۔ عورت قابلِ قدر ماں ہے یا محبت کرنے والی بہن ہے یا مونس و غمخوار بیوی ہے۔ ان پاکیزہ رشتوں سے عورت کی شناخت ہوتی ہے' جب ہم نے ان معزز رشتوں کے ناطے سے عورت کو پہچانا اور اس کو حقوق دیئے تو اس کی کرامت اور سعادت میں مزید اضافہ ہوگا۔

کیونکہ ماں کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس کے قدموں تلے جنت کا سکون ہے اور نیک و صالح بیوی دنیا کی قیمتی ترین متاع ہے۔ کیا مادر پدر آزاد معاشرہ عورت کو یہ مقام دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

گھر کی چار دیواری میں عورت کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ وہ خاوند کو کام کرنے کی ترغیب دیتی ہے' اس کے ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے' اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے اور خاندان کی معیشت کو احسن طریقے سے چلاتی ہے' یہی سب سے بڑی سعادت ہے۔ اگر عورت گھر میں وقت کم گزارے گی اور بازار و مارکیٹ میں یا آفس میں زیادہ وقت دے گی تو گھریلو نظام اور خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

گھر میں عورت اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرتی ہے' ان کی اخلاقی حالت سدھارتی ہے جس سے وہ معاشرے کے شریف اور معزز انسان بن کر ابھرتے ہیں۔ اگر ان بچوں کو ملازمین اور نرسوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر عورت خود بازاروں اور دفتروں کی زینت بنے گی تو بچوں کی صحیح اور بہتر تربیت کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

گھر میں عورت کا وجود شوہر کے لیے محبت ومودت اور سکون واطمینان کا پیغام مہیا کرتا ہے لیکن اگر عورت بھی شوہر کی طرح سہ پہر کو تھکی ماندی گھر آئے گی تو اس صورت میں ازدواجی زندگی کا سکون یقیناً ختم ہو کر رہ جائے گا۔

دنیا کی تمام دولت اور تمام نعمتیں بیوی کی محبت والفت اور سکون کے عشرِ عشیر بھی نہیں ہو سکتیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل اخراجات کے زیادہ ہونے کی وجہ سے عورت بھی اپنے خاوند کے ساتھ مل کر کام کرے تاکہ زندگی احسن طریقے سے گزر سکے۔

لیکن ان کو اس بات سے واقفیت نہیں کہ جب عورت گھر سے باہر نکلے گی تو گھر کی چھوٹی سی سلطنت کو کون چلائے گا' جب گھریلو سکون ختم ہو جائے گا تو زندگی کیسے بہتر انداز میں گزر سکتی ہے؟ جب کہ عورت گھر میں رہ کر معاشرے کو جس قدر ترقی یافتہ بنانے میں مدد دے سکتی ہے اتنا باہر نکل کر شاید وہ نہ کر سکے' وہ اس طرح کہ عورت گھر میں رہتے ہوئے خاوند کو پُرسکون اور پُرعزم رکھتی ہے اور بچوں کی اخلاقی اور تعلیمی تربیت بہتر انداز میں کر سکتی ہے۔ جب معاشرے میں اچھی تعلیم' اچھی تربیت اور ذہنی سکون ہو گا تو یقیناً معاشرہ ترقی کرے گا۔

مغرب کی اخلاقی بے راہ روی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک امریکن خاتون ڈاکٹر ایڈا ایلین (EDAELEEN) کہتی ہیں کہ تجربات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ماں کا گھر میں رہنا اور بچوں کی تربیت کرنا ہی ضروری ہے' موجودہ جدید نسل کی اخلاقی حالت اور پچھلی نسلوں کی اخلاقی حالت میں جو اتنا بڑا فرق رونما ہوا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ماں نے اپنے گھر کو وقت کم دیا اور بچوں کی تربیت سے سستی برتتی رہی جس کی وجہ سے نئی نسل کی اخلاقی حالت سُدھر نہ سکی اور اگر قوم اسی ڈگر پر چلتی رہی تو اس کا انجام بہت بھیانک ہو گا' میں اسی طرف زور دوں گی کہ عورت کو واپس گھر کی چار دیواری میں لایا جائے۔

ہم ہر کام میں مغرب کی تقلید کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ مذکورہ بالا قول بھی انہی کی ایک دانشور خاتون کا ہے جس نے اپنے معاشرے کی اخلاقی تباہی کا سبب بتا دیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مزید اپنی زندگی اور اپنے معاشرے کو تباہ کرنے کی بجائے اس کی بہتری کے لیے کاربند ہوں۔

دین اسلام عورت کو کام کرنے سے منع نہیں کرتا' لیکن یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتا کہ

عورت اپنا طبعی وفطری میدان چھوڑ کر بغیر عذر کے اِدھر اُدھر گھومتی پھرے' جہاں اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ بلکہ اسے اپنے فطری وطبعی میدانِ عمل گھریلو سلطنت میں ہی اپنا کردار احسن طریقہ سے ادا کرنا چاہیے۔ وہ مسلم عورت ہو یا غیر مسلم دونوں کے لیے یہی مفید ہے۔

دوسری بحث: عورتوں اور مردوں کے معاملات قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید نے زندگی کے تمام معاملات کے حل کے لیے ہمیں ہدایت عطا کی ہے۔

جہاں تک حقوق کا تعلق ہے قرآن پاک نے مرد اور عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔

عورتوں کے لیے بھی وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ اسی طرح جو سزائیں عورتوں کے لیے ہیں وہی مردوں کے لیے ہیں' پھر کفالت و ذمہ داری کے حوالے سے مردوں کو عورتوں سے درجہ کے لحاظ سے ممتاز کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد فطری طور پر سخت کوش ہے۔

یہ امتیاز شرعی مساوات سے دوری نہیں بلکہ یہ حقیقی مساوات ہے۔ اس میں عورت اور مرد کی فطری ضرورت اور ذمہ داریوں کے حوالے سے جو جس لائق ہے اسی تناظر میں اس پر حقوق و فرائض لاگو ہوتے ہیں۔

نسبی اعتبار سے قرآن پاک نے جو ہمیں دستور دیا ہے کہ ماں کی عزت و توقیر کی جائے' بیٹیوں پر شفقت کی جائے' ان کی ولادت کو ناپسند نہ کیا جائے' ان کی اچھی تربیت کی جائے۔

بیویوں میں ہر طرح سے مساوات کو ملحوظ رکھا جائے' انہیں کسی علیحدہ جگہ پر نہیں بلکہ اپنے ساتھ رکھا جائے' تہذیب وشائستگی کے حوالے سے بھی قرآن پاک نے دو الفاظ میں تمام ادب وشائستگی کو سمو دیا ہے۔ قرآن پاک میں ان تمام معاملات کے لیے معروف (بھلائی) اور احسان کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

عورت سے محبت کی حالت ہو یا جفا کی' رضا ہو یا غصہ' بسانے کا تعلق ہو یا طلاق کا معاملہ' قرآن پاک نے تمام حالتوں میں بھلائی اور احسان کے الفاظ ہی استعمال کیے ہیں۔ یہی وہ اساس ہے جس پر شریعت کے تمام احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اسی میں عورت اور مرد کی

مصلحت ہے اور اسی میں پوری قوم کی بہتری ہے۔

تیسری بحث: عورت کا پردہ، شریعت اور تاریخ کے آئینے میں

اقوام مغرب نے مشہور کر رکھا ہے کہ پردہ شریعتِ محمدیہ میں نافذ ہوا ہے۔ اس سے پہلے عرب اور دوسرے کسی علاقے میں اس کا رواج نہیں تھا۔

یہ ان کا مَن گھڑت وہم ہے۔ یہ پردہ شریعتِ محمدیہ ہی کی ایجاد نہیں بلکہ پہلی شریعتوں میں بھی رائج تھا، یہ بات پرانی کتابوں اور انجیلوں میں موجود ہے۔ جس نے تعصب کی عینک اتار کر ان کتب کا مطالعہ کیا ہو وہ بڑی آسانی سے جان سکتا ہے کہ عورت کا پردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی معروف تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک معروف تھا اور لفظ برقع کا تکرار متعدد کتب قدیم اور انجیلوں میں ملتا ہے۔

سفر تکوین کے چوبیسویں صحیفے میں رفقہ نامی عورت کا ذکر ہے کہ اس عورت نے نظر اٹھائی تو اسحاق کو دیکھا پس وہ عورت اونٹ سے اتری اور اپنے غلام سے کہا: یہ سرسبز کھیت میں چلنے والا کون آدمی ہے؟ غلام نے جواب دیا: یہ میرا آقا ہے۔ پس رفقہ نے اپنا برقع پکڑا اور اپنے اوپر اوڑھ لیا۔

اسی سفر تکوین کے اڑتیسویں صحیفے میں لکھا ہے کہ تامار نامی عورت چلی گئی اور اپنے باپ کے گھر بیٹھ گئی، جب اسے وہاں لمبا عرصہ گزر گیا، اس نے سوگ کا لباس اتارا اور برقع اوڑھ کر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔

سلیمان کے گیتوں میں سے پانچویں گیت میں ہے: عورت کہتی ہے: اے مجھ سے محبت کرنے والے! تو نے دوپہر کا کھانا کہاں کھایا، میں تیرے دوستوں کے ریوڑ کے پاس کیسے پردہ اوڑھے ہوئے جاتی؟

سفر اشعیاء کے تیسرے صحیفے میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ ان صہیونی عورتوں سے باز پرس کرے گا جنہوں نے اپنے برقعے اتار دیئے ہیں۔

بولس اپنے پہلے رسالہ کورنثوس میں لکھتا ہے: نقاب عورت کا شرف ہے، اگر عورت اپنے بال لٹکالے تو یہ اس کے وقار کا باعث ہے کیونکہ بال برقع کا بدل ہیں۔

ان کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب عورت اجنبی لوگوں سے ملتی تو برقع اوڑھ لیتی

اور جب اپنے لوگوں میں ہوتی تو برقع اٹھا لیتی تھی۔ کتب قدیمہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی کتابوں میں برقع اوڑھنے اور چادر لپیٹنے کا ذکر آیا ہے جب کہ قرآن نے لفظ برقع کا ذکر نہیں کیا' بلکہ مطلقاً حجاب (پردے) کا حکم دیا ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مخصوص کتب پردے اور حجاب کے ذکر سے بھری پڑی ہیں' جس طرح کا حجاب وہ عورت کو چھپانے اور حسد سے بچانے کے لیے کرتے تھے۔

یونان میں عورتوں کے لیے پردہ کرنا لازمی ہوتا تھا' اسی طرح رومان میں بھی یہ قانون لاگو تھا کہ جب عورتیں بازاروں یا سڑکوں پر نکلیں تو وہ برقع اوڑھ لیا کریں' بلکہ رومان میں تو دو سو سال قبل مسیح میں یہ قانون تھا کہ عورتیں زیب و زینت کر کے باہر نہیں نکل سکتیں' اسی میں سے ایک قانون جس کا نام (قانونِ اوبیا) تھا اس میں یہاں تک درج تھا کہ عورتیں گھر میں بھی زیب و زینت نہیں کر سکتیں۔

پس اسلام آیا تو اس میں بھی حجاب کو ضروری قرار دیا گیا۔ اسلام نے اس حجاب کو اخلاقی ادب کے طور پر متعارف کروایا اور مرد و عورت دونوں کو اپنے اپنے انداز میں اس پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔

قرآن کریم نے مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ. (النور:۳۰)

وہ اپنی نظروں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے۔

مومن عورتوں سے قرآن پاک یوں مخاطب ہوتا ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ

اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں' اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر' یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر' یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے

نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ. (النور:۳۱)

بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر' یا اپنی خواتین پر یا اپنی مملوکہ باندیوں (نوکرانیوں) پر یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں۔

جس طرح اسلام نے مردوں کو ایسی زینت سے منع کیا ہے جس سے مرد کی مردانگی مجروح ہوتی ہے' اسی طرح عورتوں کو بھی ایسی زینت سے روکا ہے۔ فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب:۳۳)

اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی زینت کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا۔

اس حجاب اور پردے سے مراد عورت کو گھر میں چھپانا اور بند کرنا نہیں' غضِ بصر اور حجاب کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ عورت کو چار دیواری میں بند کر دیا جائے اور باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ بلکہ عورت اپنے ضروری کاموں کے لیے باہر جا سکتی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی قرآن پاک کی یہ آیاتِ حجاب عورتوں کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتی تھیں۔ اس وقت عورتیں جہاد کے لیے میدانِ جنگ میں بھی جاتیں' نماز کے لیے مساجد میں بھی جاتیں اور تجارت بھی کرتیں اور ہر وہ کام کرتیں جس کی ضرورت ہوتی لیکن جس پردے کے بارے میں قرآن پاک نے حکم دیا وہ عورتیں اس پر عمل کرتیں جس کی وجہ سے ہر میدان میں کامیاب رہتیں۔

اسی طرح قرآن پاک نے حکم دیا ہے کہ جب تم کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہو تو اجازت لے لو۔ اس وقت عرب کے لوگ وفد در وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور بغیر اجازت ہی گھر میں داخل ہو جاتے' اس وجہ سے ان زائرین کو بغیر اجازت حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

فرمانِ عالیشان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ.

(الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو' بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں' اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے' تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ۔

اس آیت کریمہ میں آداب زیارت سکھائے گئے ہیں اور پردے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ اسلام میں پردے کا مفہوم قید کرنا اور عورت کی آزادی کو سلب کرنا نہیں بلکہ پردہ تو فضولیات سے اور بے حیائی و عریانی سے منع کرتا ہے اور غیر مردوں کے سامنے زیب و زینت کرنے سے روکتا ہے۔ آداب شرف سکھاتا ہے اور عفت و حیا کا درس دیتا ہے۔

دورِ جاہلیت میں جو عورتیں زیب و زینت کر کے سرعام پھرتی تھیں' اسی جاہلانہ عادت سے قانون رومان نے روکا تھا لیکن لوگوں نے اس قانون کی پرواہ نہ کی بلکہ سرکشی کی اور حدود سے تجاوز کیا۔ ایسی جاہلی عادت کی پاداش میں حضرت اشعیاء علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا' پس آپ نے فرمایا: بے شک یہود کی بیٹیاں شیخی بگھارتی ہیں' گردن لمبی کر کے فخر سے چلتی ہیں' آنکھوں سے اشارے کرتی ہوئیں' ہاتھوں کو ہلاتی ہوئیں اور پاؤں زمین پر زور سے مار کر چلتی ہیں' رب تعالیٰ ان کو گنجا کر دے گا اور کسی دن ان کی تمام زینتیں چھین لے گا۔

بے ہودہ زیب و زینت سے تمام شریعتوں نے روکا ہے' کیونکہ نہ تو اس کو کوئی اخلاق

پسند کرتا ہے اور نہ ہی فطرتِ سلیمہ اسے پسند کرتی ہے۔

چوتھی بحث: گھر کا کام عورت کی ذمہ داری ہے

گھر کا کام کرنا اور گھریلو امور کی دیکھ بھال کرنا عورت کی ذمہ داری ہے' مرد نے تو مال کمانے اور خوراک مہیا کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ اب یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ گھر کے کام بھی مرد پر ڈالے جائیں۔ علماء کرام کے اس بارے میں بے شمار اقوال ہیں کہ عورت گھر کا کام بذاتِ خود کرے یا نوکر سے کروائے۔

امام ابن حجر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آئیں اور عرض کیا کہ مجھے ایک خادم دیا جائے تا کہ مجھ سے کاموں کا بوجھ ہلکا ہو۔

امام طبری اس بات سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ گھر کے تمام امور مثلاً کھانا پکانا' آٹا گوندھنا' صفائی کرنا اور دیگر کام یہ خاوند پر لازمی نہیں بلکہ یہ بیوی ہی سرانجام دے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے نہ ہی حضرت علی کو خادم مہیا کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی خود دیا۔ اگر خادم مہیا کرنا شوہر پر لازمی ہوتا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کو حکم دے دیتے' لیکن ایسا نہیں کیا۔ علماء کرام اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ گھر کی خدمت کرنا عورت پر لازم ہے۔ اگرچہ عورت عزت وشرف اور اچھے نسب والی ہو اور خاوند امیر بھی ہو تب بھی گھر کے کاموں کی ذمہ داری عورت پر ہی لازم ہے۔

عورت کو خدمت کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں' بلکہ علماء کا اجماع اس پر ہے کہ خاوند تمام امور میں اپنی بیوی کی معاونت کرے۔ امام شافعی اور دیگر علماء کوفہ کہتے ہیں کہ اگر عورت کا اپنا خادم ہے تو خاوند پر بیوی اور اس کے غلام دونوں کا نان ونفقہ دینا ضروری ہے۔ لیکن اہل ظاہر کا یہ قول ہے کہ خاوند پر کوئی ضروری نہیں کہ وہ اس کو کوئی خادم مہیا کرے' اگرچہ وہ عورت کسی خلیفہ کی ہی بیٹی ہو۔

جمہور علماء کے قول کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے

ساتھ عمدگی سے۔ (النساء:۱۹)

اگر عورت کو خادم کی سخت ضرورت ہو اور خاوند خادم نہ دے تو گویا خاوند نے عورت سے بھلائی نہیں کی۔ (فتح الباری ج۹ص۴۱۸) بہر کیف بھلائی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر عورت کو خادم کی ضرورت ہو اور خاوند اس پر قادر بھی ہو تو خادم مہیا کرنے میں کوئی ممانعت نہیں' اسی طرح عورت کو اگر خادم کی ضرورت ہے اور عورت خادم رکھنے پر قدرت بھی رکھتی ہو یعنی وہ اتنی مال دار ہو کہ خادم کے اخراجات برداشت کرسکتی ہو تو وہ اپنے خرچے پر خادم رکھ سکتی ہے۔

الغرض ہر صورت میں حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کا ہی دونوں طرف سے مظاہرہ ہونا چاہیے۔

پانچویں بحث: خاوند کا بیوی سے حسنِ معاملہ

(۱) حسنِ معاشرت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (النساء:۱۹)

اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے' پھر اگر تم ناپسند کرو انہیں تو (صبر کرو) شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے خیر کثیر رکھی دی ہو ۝

اس آیت کریمہ میں لفظ ''عسی'' استعمال ہوا ہے' جو رجا اور امید کے لیے آتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنی بیوی کی غلطیوں سے درگذر کر کے اللہ کی رضا کی امید رکھو۔

حضرت عمر بن الاحوص الجشمی فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا' آپ نے فرمایا: تم عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو' بے شک تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے اور ان کا حق تم پر ہے۔ ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے لباس اور نان و نفقے کو بہتر طریقے سے پورا کرو' اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں اور تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ص۲۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۵۱' آداب الزفاف ص۱۴۹)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۳۱۴) حضور ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے زیادہ لطف و محبت سے پیش آتے۔ ایک سفر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹ والے سے فرمایا: اے انجشہ! آرام سے چلنا (اوپر) شیشے (کی مانند نازک عورتیں) ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۲۹۷۔ رقم الحدیث: ۷۸۸۵)

روایت کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنی بیوی کے بُرے اخلاق کی شکایت کرنے کے لیے آیا' پس وہ ان کے دروازے پر کھڑا انتظار کرنے لگا تو اس نے سنا کہ حضرت عمر کی بیوی ان سے جھگڑ رہی ہے اور زبان درازی کر رہی ہے' لیکن آپ بالکل خاموش ہیں' اس کو کوئی جواب نہیں دیتے۔ یہ سن کر وہ شخص واپس لوٹ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی اور دبدبے کے باوجود یہ حال ہے تو میں اپنی حالت کی کیسے شکایت کرسکتا ہوں؟ اتنے میں حضرت عمر بھی گھر سے باہر نکل آئے' انہوں نے اس شخص کو دروازے سے مڑتے ہوئے دیکھا تو اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی بیوی کے بُرے اخلاق اور زبان درازی کی شکایت کرنے آیا تھا' پس میں نے آپ کی بیوی کو بھی ایسے ہی سنا تو میں واپس لوٹ گیا اور سوچا کہ اگر امیر المؤمنین کا یہ حال ہے تو میں کیسے شکایت کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی! میں نے اس وجہ سے برداشت کیا کہ اس کے مجھ پر کچھ حقوق ہیں' وہ میرا کھانا تیار کرتی ہے' روٹی پکاتی ہے' میرے کپڑے دھوتی ہے' میرے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے' حالانکہ یہ سب کام اس پر واجب نہیں' اس کے علاوہ وہ مجھے دلی سکون مہیا کرتی ہے جس سے میں حرام سے محفوظ رہتا ہوں' پس میں اس وجہ سے اس کو برداشت کرتا ہوں۔ اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! میری بیوی بھی ایسے ہی ہے' آپ نے جواب دیا: اے میرے بھائی! اپنی بیوی کو ایسے ہی برداشت کرو' زندگی تھوڑی سی ہی تو ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کوئی مومن کسی مومنہ کو دھوکہ نہ دے' اگر مرد کو اس کی کوئی بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۷۴۱) صحیح بخاری میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور تم اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرو' بے شک یہ عورتیں ٹیڑھی پسلی

سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ ڈالو گے اور اگر تم نے اسے یونہی چھوڑ دیا تو وہ مسلسل ٹیڑھی ہوتی جائے گی پس تم عورتوں سے بہتر سلوک ہی کرو۔

بعض دوسری روایات میں ہے: عورت پسلی کی طرح ہے' اگر تم نے اسے سیدھا کیا تو ٹوٹ جائے گی' اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

اسلام اس تناظر میں مرد کو عورت کی کفالت کی ذمہ داری میں اعلیٰ مثال بن کر رہنے کا درس دیتا ہے' عورت کے ساتھ حسنِ معاشرت کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ گلاب کا پودا اپنے کانٹوں کے باعث خوبصورت ہوتا ہے' اگر کوئی کہے کہ گلاب کا پودا بغیر کانٹے کے ہو تو یہ اس کی خام خیالی ہے' اسی طرح اگر کوئی یہ خیال کرے کہ کانٹا گلاب کے پودے کو بدصورت بنا دیتا ہے تو یہ بھی اس کی کم عقلی ہے۔ جس طرح گلاب کا پھول نرم و نازک اور کمزور ہوتا ہے اور اس کی حفاظت کانٹا کرتا ہے' اسی طرح عورت بھی صنف نازک ہے اور اس میں زبان درازی کا کانٹا اس کی حفاظت کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

''اور جو شخص ان عورتوں پر ان کی طبیعت کے خلاف ذمہ داری ڈالتا ہے وہ ایسا ہے گویا کہ وہ پانی میں آگ تلاش کر رہا ہے''۔

امام غزالی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں' جس میں عورت کی زبان درازی پر صبر کرنے کی جزا کا ذکر ہے۔ بعض دفعہ کسی شخص کو عورتوں کی بداخلاقی سے آزمایا جاتا ہے' جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک عبادت گزار صبر کرنے والے شخص کے پاس کچھ لوگ آئے' اس نے ان لوگوں کی مہمان نوازی کی' جب بھی وہ شخص اندر جاتا آتا تو اس کی بیوی اس کو برا بھلا کہتی' لیکن وہ خاموش و ساکت ہے' وہ لوگ یہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اس نے کہا: تم اس سے تعجب نہ کرو۔ میں نے رب سے دعا کی تھی کہ مولا تو آخرت میں میرا مواخذہ نہ کرنا' دنیا میں ہی میرا مواخذہ کر لے تو فلاں شخص کی بیٹی سے نکاح میرا مواخذہ ٹھہرا' میں نے اس سے شادی کر لی ہے اور اس کی بدخلقی پر صبر کرتا ہوں جیسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

قرآن مجید نے بھی بیویوں کے اس درشت رویے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا. (التحریم:١٠)

وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں نے اُن دونوں سے خیانت کی۔

امام غزالی کہتے ہیں: عورتوں کے اس رویے پر صبر کرنا مجاہدۂ نفس' غصے کا توڑ' اور اچھے اخلاق کی زینت ہے۔ پس جو شخص آخرت کے رستے کا سالک ہے' اسے اس قسم کی مثالوں سے اپنے نفس کی تربیت کرنی چاہیے اور صبر کرنے کا عادی بننا چاہیے تاکہ اس کے اخلاق معتدل ہوں اس کے نفس کی ریاضت ہو اور اس کا باطن بُری صفات سے پاک صاف ہو۔

اہل وعیال کی ان باتوں پر صبر کرنا' ان کی صحیح کفالت کرنا اور ان کے لیے تگ و دو کرنا فی نفسہٖ عبادت ہے۔ اس سے بھی کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں' جنہیں چند لوگ ہی سمیٹ سکتے ہیں۔

جو شخص ابھی سلوک کی ابتدائی منازل پر ہو اس کے لیے یہ درست ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے شادی کرلے تو اس طرح صبر کرنے سے اس کا مجاہدۂ نفس ہوگا اور اخلاق بہتر ہوگا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج کے سخت رویے کے بارے میں ذکر فرمایا:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۝ (التحریم:٥)

کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیبیاں عطا فرمائے جو تم سے بہتر ہوں گی' پکی مسلمان' ایمان والیاں' فرماں بردار' توبہ کرنے والیاں' عبادت کرنے والیاں' روزہ دار' کچھ پہلے بیاہیاں اور کچھ کنواریاں۝

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے' آپ کی ازواج بھی آپ سے بعض دفعہ بحث ومباحثہ کرتی تھیں لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پر سختی نہ فرماتے تھے۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ سے ھرزہ سرائی کرنے لگی' آپ نے کہا: تو مجھ سے یہ لڑائی جھگڑا کیوں کرتی ہے؟ تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی بحث و تکرار کر لیتی ہیں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ آپ سے بہتر ہیں' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حفصہ خائب و خاسر ہوا گر وہ یوں تکرار کرتی ہے۔ پھر آپ نے (اپنی بیٹی) حفصہ کو فرمایا کہ تم ابی قحافہ کی بیٹی (حضرت عائشہ) پر کوئی الزام نہ لگانا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہیں اور ان سے بحث و مباحثہ کرنے سے ڈرنا۔

حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں تمہارے غصے اور رضا سے واقف ہوتا ہوں' انہوں نے عرض کیا: آپ کیسے جانتے ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: محمد ﷺ کے رب کی قسم!' اور جب تم غصے میں ہوتی ہو تو کہتی ہو: ابراہیم کے رب کی قسم!۔ انہوں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا: بے شک میں آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں' اس کے علاوہ آپ کی ذات شریفہ سے محبت و اخلاص نہیں چھوڑتی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ کو فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے ابوزرع کا تعلق ام زرع سے ہے لیکن میں تمہیں طلاق نہیں دیتا۔

(صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵' صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب: ۶۴' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۸)

(۲) بیوی سے چھیڑ چھاڑ اور کھیل کا حق

باہمی کھیل اور چھیڑ چھاڑ دل میں محبت پیدا کرتا ہے' عورت کے ساتھ کھیلنا' اس کو سیر کروانا اور ایسے مزاحیہ تھیٹر پر لے جانا جہاں عریانی و فحاشی نہیں ہوتی' یہ عورت کا حق ہے۔ اسی طرح موسمی و ثقافتی میلوں پر جانا اور فطرت کے حُسن کا نظارہ کرنا بھی درست ہے اور محبت و الفت میں اضافہ کرتا ہے۔ مظاہر فطرت کو دیکھ کر بندے کا اپنے خدا پر ایمان پختہ ہوتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ۝ (الاعلیٰ: ۴۔۵)

اور جس نے زمین سے چارا نکالا ○ پھر اسے بنا دیا کوڑا سیاہی مائل ○

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے کچھ حبشی لوگوں کی آوازیں سنیں' جو یوم عاشوراء کو کھیل کود/کرتب دکھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم ان کا کھیل کود

دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے جواب دیا: ہاں دیکھنا چاہتی ہوں' تو آپ نے ان کو بُلا بھیجا۔ وہ آ گئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ایک بازو دروازے کے کواڑ پر رکھ لیا تو میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے بازو پر رکھی اور ان حبشیوں کے کرتب دیکھنے لگی۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا: بس کافی ہے؟ میں نے کہا: خاموش رہیے' یہ بات دو تین مرتبہ ہوئی' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ! بس اتنا کافی ہے؟ میں نے کہا: ہاں کافی ہے' پس آپ نے ان کو اشارہ کیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مؤمنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا اور اپنے اہل کے ساتھ مہربانی کرنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

یہ سب کچھ اس شرط پر ہے کہ خاوند کا حسنِ سلوک اور زیادہ نرمی اس حد تک نہ ہو کہ جس سے عورت کے اخلاق بگڑ جائیں اور خاوند کی ہیبت وعزت ہی ختم ہو کر رہ جائے' بلکہ ان سب امور میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اپنانی چاہیے۔

خاوند کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیوی پر ظلم وزیادتی اور سختی کرے اور نہ ہی یہ درست ہے کہ عورت کی ہر جائز وناجائز خواہش پوری کرتا رہے کہ وہ مکمل طور پر عورت کے تابع ہو جائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: بے شک مرد اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے عورتوں کی پیروی کی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس مرد نے عورت کی ہر خواہش کی پیروی کی اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں اوندھا گرائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کی (غلط آراء میں) مخالفت کرو' ان کی مخالفت میں ہی برکت ہے یعنی ایسی رائے میں مخالفت کرو جو ان کی زنانہ خواہش پر مبنی ہو اور ایسی رائے میں مخالفت نہ کرو جو تجربہ پر یا کسی شرعی اصول پر مبنی ہو' کیونکہ حق بات کی اتباع کرنا زیادہ بہتر ہے۔ عورت کے ساتھ حسن سلوک اور لطف ومہربانی کرنے سے اس کا جائز حق ادا ہوتا ہے اور اس سے خاوند کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) مرد کو غیرت مند ہونا چاہیے

اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند کو ایسے امور سے غفلت نہیں برتنی چاہیے' جن میں ڈھیل دینے سے ان کا علاج مشکل ہو جائے۔ پس خاوند جب اپنی بیوی کو ضروری کاموں میں کوتاہی

کرتے ہوئے یا برائی کی طرف رغبت کرتے ہوئے دیکھے تو ہرگز خاموشی اختیار نہ کرے بلکہ عورت کو ایسے کاموں سے روکے کیونکہ اس طرح برائی کی عادت پڑ جانے کا اندیشہ ہے' جس کا علاج بہت مشکل ہو جائے گا اور جس سے شقاوت و قطع تعلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس مرض کے بڑھنے سے پہلے ہی اس کا علاج کرنا چاہیے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○ (التحریم:٦)

اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے' اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں' نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی' جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجا لاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے ○

امام ذہبی نے اس آیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے: یعنی اپنے اہل و عیال کو ادب سکھاؤ' تعلیم دو اور انہیں اطاعتِ الٰہی کا حکم دو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکو' جس طرح تم پر اپنی ذات کے بارے میں ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین قسم کے شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: دیوث مرد نما عورت اور شراب پینے کا عادی۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! شراب پینے والے کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں پس دیوث کون ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دیوث وہ ہے جسے پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے گھر کون آتا جاتا ہے۔ پھر صحابہ نے پوچھا کہ مرد نما عورت کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا: وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے: والدین کا نافرمان' دیوث اور مرد نما عورت۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے: شراب کا عادی' والدین کا نافرمان اور وہ بے غیرت جو اپنے اہل میں فحاشی قائم کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیور ہے اور مومن میں بھی غیرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے جب کوئی بندۂ مومن حرام کام کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت مغیرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت سے متعجب ہو؟ خدا کی قسم میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ (متفق علیہ)

دین اسلام عفت و پاکیزگی کا دین ہے بالخصوص نوجوانوں میں پاکیزگی وطہارت کا زیادہ حکم دیا جاتا ہے اور دینی و مذہبی حمیت و غیرت پیدا کی جاتی ہے۔ کوئی بھی غیرت مند انسان یہ نہیں چاہتا کہ ہماری بہنیں بیٹیاں استقبالیہ کمرے کی زینت بنیں یا بڑے بڑے ہوٹلوں میں مہمانوں کے سونے والے کمروں میں راحت کا سامان بنیں یا بڑے بڑے پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں شارٹ لباس پہن کر گھومیں پھریں یا اپنا جسم برہنہ کر کے ٹی۔وی سکرین پر دعوتِ نظارہ دیں۔

یہ ایسے امور ہیں جن سے معاشرہ بے راہ راوی کا شکاری ہوتا ہے اور زندگی مکدر ہو کر رہ جاتی ہے اور بالآخر نفرت اور قطع تعلقی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ انہی عریانی و فحاشی کے کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے اور ایسے لوگوں پر اپنے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ غیرت جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر بغیر کسی شک وشبہ کے غیرت کھائے''۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ (الحجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔

(۴) اخراجات میں میانہ روی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ

خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰھَا ؕ (الطلاق:۷) گیا ہے وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور تکلیف نہیں دیتا اللہ کسی کو مگر اس قدر جتنا اس کو دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دینار جو تو اللہ کے رستے میں خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو تو غلام آزاد کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو تو مسکین پر صدقہ کرتا ہے اور وہ دینار جو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ اجر وثواب والا وہ دینار ہے جو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امیر وغریب کو اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اب ہر بندہ اپنا اعتدال اور میانہ روی اپنی مالی حیثیت کے مطابق ہی اختیار کرے گا تو کسی قوم کے ہاں وہ فضول خرچی کے زمرے میں آئے گا اور کسی قوم کے نزدیک وہ کنجوسی میں شمار ہوگا۔

بہرکیف قرآن نے ایک قاعدہ اور اصول وضع کیا ہے کہ ہر شخص اپنی مالی حالت کے مطابق ہی اعتدال کا راستہ اپنائے گا اور یہی وہ راستہ ہے جس پر صحابہ کرام اور سلف صالحین کا عمل رہا ہے کیونکہ اسی میں حضور ﷺ کی اتباع ہے۔ اس ضمن میں روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں تو وہ ہر بیوی کے لیے ہر چوتھے دن ایک درہم کا گوشت خریدا کرتے تھے۔

آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی نسبت خود زیادہ اچھا کھانا نہ کھائے۔ جس طرح کا کھانا اپنے اہل وعیال کو مہیا کر سکتا ہو وہی خود کھائے اور ایسے کھانے کی تعریفیں گھر والوں کے سامنے نہ کرے جو وہ مہیا نہیں کر سکتا اور اپنے گھر والوں کے لیے حلال مال کمائے اور حلال کھلائے حدیث شریف میں آیا ہے: جسم میں گوشت کا جو لوتھڑا حرام سے پروان چڑھا اس کے لیے جہنم کی آگ ہی بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (التحریم:۶) اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے۔

(۵) بیویوں کے درمیان عدل کرنا

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان نان و نفقے کے سلسلے میں عدل و انصاف کرنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کو اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں' لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سب بیویوں کے درمیان عدل فرماتے تھے۔ جب کسی غزوہ یا کہیں اور سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے' جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور یہ اس بی بی پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اپنی بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہیں کرتا وہ ایک کے جذبات کو مجروح کر دیتا ہے' جس سے ان کے درمیان نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہو تو قیامت کے دن جب وہ آئے گا تو اس کی گردن ایک طرف جھکی ہوئی ہوگی۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۵۱۵)

(۶) عورت کی جنسی خواہش کو پورا کرنا

حدیث شریف میں آیا ہے: تمہارے جسم کے ہر حصے میں صدقہ ہے۔ آدمی کو اپنی صحت کے حوالے سے سستی نہیں اختیار کرنی چاہیے' اپنی صحت کو نظرانداز کرنا اپنے حق میں بھی اچھا نہیں اور ایسا کرنا عورت کے لیے تکلیف کا باعث ہے' جس سے خاندان میں پھوٹ پڑتی ہے اور اولاد پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں' لہٰذا آدمی کو اپنی غذا درست رکھنی چاہیے اور ضرورت کے وقت ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق کوئی دوا وغیرہ استعمال کر لینی چاہیے۔

اگر جسمانی علاج نہ ہو تو نفسیاتی علاج کی طرف توجہ دینی چاہیے' کیونکہ کتنے ہی ایسے مرد ہیں جن کے آلۂ تناسل میں ٹیڑھا پن اور فتور ہوتا ہے اور علاج کروانے سے وہ بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں' لہٰذا بیوی کی جنسی تسکین کو پورا کرنے کے لیے علاج کروانا اور مال خرچ کرنا بہتر اور ثواب ہے۔

جمہور علماء نے آزاد عورت سے عزل کرنا حرام قرار دیا ہے' یعنی عورت کی رضا اور مرضی کے بغیر حمل ٹھہرنے کے خوف سے عورت کی شرمگاہ سے باہر مادۂ منویہ کا انزال حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ عزل کرنے سے عورت لذت حاصل کرنے سے محروم رہتی ہے جو عورت کا حق ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی ذی روح جس کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی

ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔ (متفق علیہ)

(۷) دینداری اور بہتر تربیت کی طرف توجہ

جس طرح خاوند کو اپنی جسمانی صحت اور اپنے اہل وعیال کی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے اسی طرح اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے دین کی سلامتی اور حسنِ خلق کی طرف بھی توجہ دے اور خاوند کو بلند نگاہ قائد اور دلنواز ناصح ہونا چاہیے تاکہ عورت اس کی ہر بات کو قبول کرے اور اس کی ہر نصیحت پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم:۶)

اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. (طٰہٰ:۱۳۲)

اور حکم دیجیے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی اس پر پابند رہیے۔

حدیث شریف میں ہے: تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اسی حدیث کے دوسرے مقام پر ہے: اور آدمی اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اور اپنی زیرِ کفالت لوگوں کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۴۵۶۹)

چھٹی بحث: خانگی زندگی کے آداب

ازدواجی زندگی باہمی مشترک زندگی ہوتی ہے جس کی بنیاد محبت و پیار پر ہوتی ہے، یہی محبت و پیار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس میں ہمیشگی اور دوام ہوتا ہے اور جس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل نہیں ہوتی، اس میں انقطاع اور محرومی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کی جانے والی محبت ہی عورت کے لیے یہ بات لازمی قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی مرضی کے مطابق ہی عمل کرے اور ترقی کے مدارج میں اس کے ہم قدم رہے۔ شیطانی وسوسوں اور خیالات سے چھٹکارا حاصل کر کے صرف اور صرف اپنے خاوند کی

رضا مندی کو ہی چاہے۔ ایک مرد اور عورت اسلام کے حکم کے مطابق ہی ملے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے ہیں۔ یہاں پر حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔

پس جب ایک آدمی اپنے لیے دنیا و آخرت کے معاملات میں راحت' لذت' امن' عزت و احترام' مال و دولت اور خالص محبت پسند کرتا ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ یہ تمام چیزیں دوسروں کو بھی مہیا کرے اور دوسروں میں سب سے پہلے خاوند اپنی بیوی کے لیے اور بیوی اپنے خاوند کے لیے یہ آسائشیں پیدا کرے۔ محبت و پیار کے ساتھ اگر یہ سب کچھ کرنے کا تہیہ کیا جائے تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی' کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے: واجب پر عمل کرنے سے نفس کو تنگی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ بندۂ مومن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اپنے اوپر لاگو ہونے والے احکامات کو پورا کرے' یعنی خاوند کا بیوی کے حقوق کو پورا کرنا اور بیوی کا اپنے خاوند کے حقوق کو ادا کرنا عبادت ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے' کیونکہ ان حقوق و واجبات کو پورا کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہی حکم دیا ہے' تو سب سے پہلے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور پھر زوجین کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے زندگی میں خوشی و سعادت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس ذات نے اس دنیا میں پیدا ہونے والی ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور ان کو تمام معاملاتِ زندگی خوش اسلوبی سے نبھانے کی قوت فراہم کی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرے اور نہ ہی ایک دوسرے کی عزت و کرامت سے کھیلنے کی کوشش کرے' بلکہ ہر کوئی اسلام کے دائرے اور اللہ تعالیٰ کی حدود میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرے کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگتا ہے وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ ان معاملات و آداب کو ہم مندرجہ ذیل صورتوں میں بیان کرتے ہیں:

(۱) خاوند کی اطاعت

بیوی پر اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے' ہر اس کام میں جس کا وہ اسے حکم دے کیونکہ اطاعت کرنے سے دونوں کے درمیان محبت و الفت اور رضا و رغبت پیدا ہوگی اور مخالفت

کرنے سے بغض وعناد اور نفرت پیدا ہوتی ہے' جس سے ہمدردی کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور دلوں میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔

جو عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہیں کرتی اس پر شقاوت و بدبختی چھائی رہتی ہے جس سے ان کے خاندان اور اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے اور جو عورت اپنے خاوند کی ہر بات کو دل و جان سے قبول کرتی ہے اور ہر کام میں فرمانبرداری کرتی ہے وہ خاوند کے دل میں گھر کر جاتی ہے' جس سے ان میں محبت و پیار بڑھتا ہے تو یہی محبت و پیار ان کی اولاد میں بھی پیدا ہوتا ہے' کیونکہ گھر میں جو اخلاق اپنائے جاتے ہیں جب وہ موروثی طور پر آگے بڑھتے ہیں تو بیٹے اپنے باپ سے لیتے ہیں اور بیٹیاں اپنی ماں سے حاصل کرتی ہیں۔

(۲) اولاد کی تربیت

اولاد کی تربیت کرنا بھی بیوی کے واجبات میں سے ہے' خاوند کی دوسری بیوی کی اولاد پر بھی شفقت کرنا عورت پر ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ	اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ	پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لیے ہے
الرَّضَاعَةَ ۚ (البقرہ:۲۳۳)	جو پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت۔

حدیث شریف میں ہے: تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس باپ نگران و محافظ ہے اور اپنی زیر کفالت لوگوں کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ اسی طرح ماں بھی محافظ و نگران ہے اور اس سے بھی اس کی اولاد اور گھر کے معاملات کے متعلق پوچھا جائے گا۔

حضور ﷺ قریشی عورتوں کی تعریف کیا کرتے تھے' کیونکہ وہ اپنے بچوں پر بہت زیادہ شفقت کرتی تھیں۔ وہ عورتیں جو اپنی اولاد کو خادموں اور نرسوں کے حوالے کر دیتی ہیں وہ اپنا مستقبل اور اپنی اولاد کا مستقبل تباہ کر دیتی ہیں' بلکہ اپنی قوم و ملت اور نسلِ انسانی کے مستقبل کو بھی برباد کر دیتی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

''ماں ایک مدرسہ ہے جو مہذب قوم تیار کرتی ہے''۔

بے شک بچہ اپنی ماں سے قومی زبان سیکھتا ہے اور یہ بھی سیکھتا ہے کہ اونچی آواز سے بولنا ہے یا پست آواز سے یا درمیانی آواز سے بات کرنی ہے' بلکہ وہ یہ بھی سیکھتا ہے کہ بات

واضح کرنے کے لیے اشارے کنایے کیسے استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح بچہ اپنی ماں سے ہر طرح کی عادات اور اخلاق سیکھتا ہے۔

وہ ماں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنی ذات کی نفی کر کے دوسروں کے لیے ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہے وہ یہی صفات اپنی اولاد میں بھی پیدا کرتی ہے' جن کی قوم وملت اور وطن کو بہت ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح وہ ماں جو اپنے خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کرتی ہو اور اہل دین ودانش کی قدر کرتی ہو اور بُرائی سے نفرت کرتی ہو تو وہ یہی عادت اپنی اولاد کو دیتی ہے تو بچے بھی بُرائی سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

پاکیزہ وصفائی پسند ماں جو اپنی صفائی' اپنی اولاد کی صفائی' اپنے گھر کی صفائی اور پاکیزگی کی طرف توجہ دیتی ہو' اس کی اولاد بھی صاف ستھرا رہنا ہی پسند کرے گی' کیونکہ ماں ہرگز پسند نہیں کرتی کہ اس کی اولاد گندی رہے اور بُرے اخلاق اپنائے' اسی وجہ سے کہا گیا ہے: بے شک جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس کا معنیٰ یہی ہے کہ ماں کی فرمانبرداری کرنے' اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے اور اس کے حکم کے مطابق اچھی زندگی اختیار کرنے سے ہی جنت ملے گی۔عورت سے اپنی اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا' اسی وجہ سے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو اس بات میں چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے' جب یہ محسوس کرے کہ روزہ رکھنا اس کو یا اس کے بچے کو مشکل/مشقت میں ڈال سکتا ہے۔

بے شک ماں کی ذات بچے کے لیے تربیت گاہ ہے' جس میں بچہ ہر قسم کی تربیت حاصل کرتا ہے اور جب کہا جائے کہ ہر عظیم شخص کے پیچھے ایک عورت ہوتی ہے تو اکثر یہ عورت ماں ہی ہوتی ہے' ہمارے سامنے بے شمار ایسے عظیم لوگوں کی کہانیاں موجود ہیں جن کے پیچھے ان کی ماؤں کا ہاتھ تھا۔

(۳) خاوند کے مال پر ہی قناعت اختیار کرنا

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میاں بیوی کے حقوق میں سے اہم دو امور ہیں: ایک یہ کہ عورت کا اپنی عزت کی حفاظت کرنا اور دوسرا یہ کہ ضرورت وحاجت کے علاوہ مطالبات سے پرہیز کرنا تاکہ خاوند حرام کی کمائی سے بچے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا تو اس کے پڑوسیوں نے اس کو سفر

پر جانے سے روکا اور اس کی بیوی سے کہا کہ تم اس کے سفر پر جانے سے کیسے راضی ہو' حالانکہ یہ تمہارے لیے کوئی خرچہ چھوڑ کر نہیں جا رہا؟ اس عورت نے جواب دیا: میں جب سے اپنے خاوند کو جانتی ہوں یہ خود بہت کھاتا ہے' دوسروں کو نہیں کھلاتا لیکن مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور رزق دیتا ہے' کیا ہوا جو کھانے والا تو جا رہا ہے لیکن کھلانے والا رب تو اِدھر ہی ہے۔

عورت پر واجب ہے کہ وہ خاوند کا مال ضائع نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال کسی کو کھلائے' مگر وہ تر کھانا جس کے خراب ہونے کا ڈر ہو' اگر تو اس نے خاوند کی رضامندی سے دوسرے کو کھلا دیا تو عورت کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا اور اگر خاوند کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو خاوند کو تو اجر ملے گا لیکن عورت کو گناہ ہوگا' (بیہقی) اجازت نہ لینے کی وجہ سے۔

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم عورتیں اپنے باپ' بیٹوں اور خاوندوں کے گھروں میں ہوتی ہیں' ان کے مال میں سے ہمارے لیے کیا کچھ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تر کھانا جسے تم کھاتی ہو اور ہدیہ کرتی ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جب عورت اپنے گھر کے کھانے کو خراب کیے بغیر کسی دوسرے کو دے دیتی ہے تو اس میں عورت کے لیے خرچ کرنے کا ثواب ہے اور اس کے خاوند کے لیے کمانے کا ثواب ہے۔ (مسلم)

(۴) میانہ روی و کفایت شعاری اختیار کرنا

مرحوم علی فکری کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے معاملات میں حسن تدبیر سے کام لینا اور ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھنا ہے۔ گھریلو زندگی میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راستہ اختیار کرنا ہی بہترین عمل ہے جو ہر کام اور ہر معاملہ کو سلجھانے کی اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فضول خرچی اور کنجوسی سے منع کیا ہے اور میانہ روی کا حکم دیا ہے۔

فرمانِ عالی شان ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ○ (الاسراء: ۲۹)

اور نہ بنا لو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اردگرد اور نہ ہی اسے بالکل کشادہ کر دو ورنہ تم بیٹھ جاؤ گے ملامت کیے ہوئے درماندہ ○

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: امیری میں میانہ روی اختیار کرنا کتنا اچھا ہے اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا کتنا اچھا ہے اور عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا کتنا ہی اچھا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان گھر والیوں کو ناپسند کرتا ہوں جو کئی دنوں کا رزق ایک ہی دن خرچ کر دیتی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی چیز کا صحیح اندازہ مقرر کرنا آدھا کمانے کے مترادف ہے اور یہی آدھی معیشت ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اپنا مال محفوظ نہ رکھتا ہوتا کہ اس مال سے اپنی عزت بچائے' صلہ رحمی پیدا کرے اور لوگوں کی بُرائی سے بے نیاز ہو جائے۔ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے معاملات کو حسن تدبیر سے سرانجام دے' جب عورت میانہ روی اور کفایت شعاری سے کام نہیں لے گی تو وہ خاوند کو کسی صورت میں بھی کمائی سے بے نیاز نہیں کر سکتی کیونکہ مال کا زیادہ حصہ عورتوں کی فضول خرچی کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے اور جب عورت کفایت شعار نہیں ہوگی تو وہ اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کو مصیبت میں مبتلا کر دے گی۔

جس طرح مال کمانے کے بارے میں مرد سے پوچھا جائے گا کہ یہ تم نے کہاں سے کمایا؟ حلال کمایا یا حرام کمایا' اسی طرح عورت سے اس مال کے خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا جائے گا' میانہ روی صرف روپے پیسے ہی کے استعمال کرنے میں نہیں' بلکہ گھر کے نظام' سامان کی ترتیب اور زندگی کے تمام امور میں ضروری اور لازمی ہے' مثلاً کپڑوں کی اگر حفاظت کی جائے تو وہ زیادہ عرصہ تک کارآمد رہتے ہیں' اسی طرح گھر کا سامان اور برتن وغیرہ اگر ان کی حفاظت کی جائے اور دیکھ بھال کی جائے تو کافی عرصہ استعمال میں رہ سکتے ہیں۔

جو عورتیں ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتیں اور ہر کام میں فضول خرچی کرتی ہیں وہ اپنی ذات کی دشمن اور خاوند کے لیے مصیبت ہوتی ہیں' وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے خاوندوں کے خون پسینے کی کمائی ضائع کرتی ہیں اور اپنے بُرے تصرف کی وجہ سے اپنا گھر تباہ کر دیتی ہیں۔ اور کئی ایسی سلیقہ شعار عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے حسنِ تدبیر سے مردہ گھر میں جان ڈال لیتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مہنگے کپڑے پہننا اور زیادہ زیور زیب تن کرنا' عزت و فضیلت کا باعث نہیں بلکہ حسنِ تدبیر' کفایت شعاری اور سلیقہ مندی' عزت وفضیلت کا باعث ہے۔ عورت کے اسی حسنِ تدبیر اور کفایت شعاری کی وجہ سے خاندان کی شان' خاوند کی

سعادت مندی اور بچوں کی خوش بختی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایک نیک خاتون اپنی بیٹی کو نصیحت کرتی ہے: اپنے خاوند پر زیادہ بوجھ نہ ڈالنا' اس کے حالات کے مطابق ہی اس سے مطالبہ کرنا' اور اپنے ہاتھ کے عمل اور تدبیر سے اس کو تنگدستی سے باہر نکالنا' قرضوں کے بوجھ کی بہ نسبت بھاری پتھر اٹھانا زیادہ آسان ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے: جب گھر میں کوئی شریف عورت نہ ہو تو اس گھر کی مصلحت ضائع ہو جاتی ہے۔

(۵) میانہ روی اور کفایت شعاری کی چند صورتیں

گھر کے معاملات میں تھوڑی سی دخل اندازی سے آپ ذلت اور خواری سے بچ سکتے ہیں' اگر آپ کی بیوی ضروری اشیاء خریدنے سے پہلے عام بے فائدہ چیزیں خریدتی ہے تو آپ اسے سمجھا سکتے ہیں کہ پہلے اپنی اور اپنے خاندان کی ضرورت کی اشیاء خریدو' مثلاً کھانے کی ضروری اشیاء اور استعمال کی ضروری اشیاء پہلے خریدی جائیں پھر اگر گنجائش ہو تو ضرورت سے زائد پھل وغیرہ یا گھر کی سجاوٹ والی اشیاء خریدنی چاہئیں۔

(٦) گھر کی خدمت

جو کام عورتوں پر بلاواسطہ واجب ہیں وہ گھریلو امور اور گھر کے کاموں کو حسنِ تدبیر سے سرانجام دینا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر کی خدمت کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر کے کام کرنے کا حکم دیا۔

(۷) خاوند کے لیے زیب و زینت

یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ بہت سی عورتیں مختلف محافل میں جانے کے لیے کافی میک اَپ اور زیب و زینت کرتی ہیں اور خاوند کے لیے یہ سب نہیں کرتیں' یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بعض اوقات عورت اس بات کو زیادہ محسوس نہیں کرتی کیونکہ اس کے اور خاوند کے درمیان بے تکلفی ہوتی ہے' لیکن خاوند کے دل میں اس کا بُرا اثر پڑتا ہے' بالخصوص جب وہ عورت باہر نکلتی ہے تو میک اپ کر لیتی ہے اور گھر میں خاوند کے لیے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتی' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ زیب و زینت صرف اور صرف خاوند کے لیے ہی کرنی چاہیے تاکہ خاوند کا دل خوش ہو۔ یہ عورت پر واجب ہے اور خاوند کا حق ہے جو ساری زندگی رہتا ہے۔

وہ اہم باتیں جن کا عورت سے سرزد ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ عورت صاف ستھرے کپڑے پہنے' چہرے پر خوشی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ رکھے۔ اس طرح عورت اپنے خاوند کے دل میں بلند مقام حاصل کر لیتی ہے۔

(۸) صفائی و پاکیزگی

عورت کا صاف ستھرا رہنا اس کی خوبصورتی سے زیادہ ضروری ہے' کیونکہ عورت کی جوانی ڈھلنے کی وجہ سے اس کا حسن و جمال تو ماند پڑ جاتا ہے لیکن صفائی و نظافت ایک ایسی عادت ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے' اسی لیے اسلام نے اس پر ابھارا ہے۔

جان روسو کہتا ہے: انسان دنیا میں سب سے زیادہ گندی عورت سے نفرت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب عورت صفائی و نظافت سے سستی کرتی ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے اپنے خاوند کو اپنی ذات سے دور کر دیتی ہے' جیسے عورت پر واجب ہے کہ وہ گھر کی صفائی اور گھر کی تمام اشیاء کی صفائی کرے ان پر کسی قسم کا گرد و غبار وغیرہ نہ رہنے دے' اسی طرح اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ گھر کا کام کرنے کے بعد خاوند کے آنے سے پہلے نہائے اور اچھا خوبصورت لباس پہنے' جس طرح پہلی رات انتظار کیا تھا اسی طرح خاوند کے آنے کی منتظر رہے۔

ایک عورت اپنی بیٹی کو نصیحت کرتی ہے: اے میری بیٹی! اپنے جسم کی صفائی کو نظر انداز نہ کرنا' بے شک جسم کی نظافت تمہارے خاوند کے دل میں تمہاری محبت پیدا کرے گی' تیرے گھر کی صفائی تمہارا سینہ کشادہ کرے گی' تیرے مزاج کو بہتر بنائے گی اور تیرے چہرے کو روشن کرے گی اور یہ صفائی و نظافت تجھے تمہارے خاوند کے نزدیک محبوب و مکرم بنائے گی اور تیرے گھر ہر آنے جانے والی تمہاری تعریف کرے گی' جس کا گھر اور جسم تم صاف دیکھو گی اس کا دل خوش ہو گا۔ یہی صفائی ستھرائی اچھی صحت کی ضامن ہے اور گندگی سے بدبختی اور بیماری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل و اطاعت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ (البقرۃ:۲۲۲)

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو ۝

اس کے علاوہ صفائی و نظافت میں یہ بھی شامل ہے کہ زیر ناف اور بغلوں سے بالوں کو صاف کیا جائے اور ناخن اتارے جائیں۔ سنت یہ ہے کہ یہ تمام کام جمعہ کے روز کیے جائیں۔ دس دن سے زائد ناخنوں کا نہ کاٹنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: زیر ناف بالوں کا کاٹنا' ناخن اتارنا' بغلوں کے بال کاٹنا اور ختنہ کرنا فطری امور سے ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۹۰۷) اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ کام کرنا فطرتِ سلیمہ سے ہے۔ جب کوئی بندہ یہ صفائی کرتا ہے تو وہ اُس فطرت سے متصف ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بندے کو پیدا کیا ہے' اسی پر ابھارا ہے اور پسند کیا ہے کہ اس طرح بندہ اکمل و اعلیٰ صورت کا مالک بنتا ہے۔ عورت کی خوبصورتی اور حسن و جمال ہی خاوند کو مائل کرتا ہے' عورت کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے جسم پر کسی قسم کی میل کچیل نہ ہو اور بدبو نہ آ رہی ہو اور بال بھی بکھرے ہوئے نہ ہوں' بلکہ ان کو سمیٹ کر رکھے۔

یہ صفائی وضو سے حاصل ہوتی ہے جو دن میں ہر نماز کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس طرح مکمل جسمانی صفائی غسل سے ہوتی ہے جیسے غسلِ جنابت' جمعہ کے دن غسل' عید کے دن غسل اور اس کے علاوہ نہانا اور بالخصوص منہ کی صفائی جو مسواک یا ٹوتھ برش سے ہو جاتی ہے' پھر اس کے بعد شرمگاہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا بھی عورت کی ذمہ داری ہے۔

(۹) حسنِ اخلاق

تمام حکماء کا اس پر اجماع ہے کہ خوش اخلاق عورت اپنے خاوند کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے دل بھی جیت لیتی ہے۔ اس سے کوئی بھی نفرت نہیں کرتا' بالخصوص جب حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو کا نرم لہجہ بھی مل جائے تو اس کا کوئی جواب نہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے اہل کے ساتھ لطف و مہربانی کرنے والا ہو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۲۳۰۔۱۲۳۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد سب سے اچھی چیز جو بندۂ مومن کو ملے وہ خوش اخلاق عورت ہے اور کفر کے بعد جو سب سے بُری چیز ہے وہ بداخلاق اور بدکلام عورت ہے۔

کسی ادیب نے کہا ہے: جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ خود بھی راحت میں ہے اور لوگ بھی اس سے امن میں رہتے ہیں اور جس کے اخلاق بُرے ہوں وہ خود بھی مصیبت میں

ہوتا ہے اور لوگ بھی اس سے مصیبت میں ہوتے ہیں۔

(۱۰) ناراض خاوند کو راضی کرنا

ابوالاسود دؤلی نے اپنی بیوی سے کہا: جب تم مجھے ناراض دیکھو تو مجھے راضی کر لینا اور جب میں تجھے ناراض دیکھوں گا تو تجھے راضی کرلوں گا ورنہ ہم کبھی بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ حضرت حسن بن علی کی ایک زوجہ قبیلہ قریش سے تھیں' ایک دن اس نے آپ سے اکتاہٹ محسوس کی' آپ نے کہا: تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے (یعنی چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے لے)' تو وہ کہنے لگیں کہ بیس سال یہ اختیار آپ کے پاس رہا تو آپ نے اس کی حفاظت کی اور اچھے طریقے سے نبھایا۔ اب جب ایک ساعت کے لیے میرے ہاتھ آیا ہے تو میں ہرگز اس تعلق کو ضائع نہیں کروں گی پس آپ کو اس کی یہ بات اچھی لگی اور آپ اس سے راضی ہو گئے۔

عورت سے اگر کوئی غلطی ہو جائے اور وہ فوراً خاوند سے معذرت کر لے تو خاوند ایسی بات سے راضی ہو جاتا ہے۔ اگر خاوند کچھ بُرا بھلا بھی کہہ دے تو عورت کو اس کے غصہ کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ پھر معذرت کی جائے تو یہ خاوند کی رضا کا سبب ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

''جب محبوب معذرت کرے تو اس کی معذرت اس کے گناہ کو مٹا دیتی ہے اور جو آدمی کسی کی معذرت قبول نہیں کرتا وہ گنہگار رہے''۔ ایک حکیم و دانا کا قول ہے: ''غلطی کرنے والا اگر میرے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کر لے تو یہی بہتر ہے''۔ ایک نیک عورت اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہتی ہے: اے میری بیٹی! جب غصے کی حالت میں تمہارے شوہر کے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے تو تم اس پر ناراض نہ ہونا بلکہ خندہ پیشانی سے اسے معاف کر دینا' اس طرح کی بُری بات تم نہ اس کو کہنا' پس جب وہ اپنی غلطی کو محسوس کرے گا تو اپنی کوتاہی پر نادم ہوگا۔ میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے سے حسنِ ظن رکھنا ان کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو بھلا دیتا ہے۔

(۱۱) خاوند کے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

خاوند اپنی ماں کے جگر کا ٹکڑا ہوتا ہے' وہ بیوی کے پاس ماں کی امانت ہوتا ہے۔ پس بیوی کو اس کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا چاہیے اور اس امانت کو ہمیشہ مطمئن رکھنا

چاہیے تا کہ وہ امانت ضائع نہ ہو۔ یہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب خاوند کی ماں سے محبت سے پیش آیا جائے اور اس کا ادب واحترام کیا جائے۔ خاوند کے جو دوسرے بہن بھائی ہیں ان سے بھی اچھا سلوک کیا جائے۔ اس حسن سلوک کی وجہ سے عورت اپنے خاوند کے قریبی رشتہ داروں کی محبت اور الفت حاصل کر سکتی ہے' جس سے اس کا خاوند بھی ہمیشہ اس سے محبت کرے گا اور اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھے گا۔

(۱۲) خاوند کے جذبات کا احترام

احساسِ لطیف رکھنے والا شوہر اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے نرم لہجے میں گفتگو کرے اور یہ کہ وہ کسی دوسرے مرد سے بے جا گفتگو نہ کرے' بلکہ اس کے احساسات اور جذبات کو سمجھ کر چلے بالخصوص جب کسی محفل وغیرہ میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ جائے تو خاوند کی مرضی کے خلاف دوسرے مردوں سے بات چیت نہ کرے۔ جب خاوند گھر پر نہ ہو تو اس وقت بھی اس کے جذبات کا احترام کرے اور کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب خاوند گھر پر نہ ہو اور اس کا دوست دروازے پر دستک دے اور اندر آنا چاہے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اندر نہ آنے دے اور نہ ہی اس سے بات دُہرانا شروع کر دے' اپنی غیرت اور اپنے خاوند کی غیرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ عورت کو اپنے خاوند کی کمائی پر ہی قناعت کرنی چاہیے اور خاوند کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دینی چاہیے اور اولاد پر شفقت و مہربانی کرے' اولاد کو بُرا بھلا نہ کہے اور نہ ہی خاوند کو بُرا جواب دے۔

بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کو کبھی تکلیف نہ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دنیا میں کوئی بیوی اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو اس مرد کی جنتی حور اس عورت کو کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کرے' تم اس کو تکلیف نہ دو یہ ابھی تمہارے پاس مہمان ہے' عنقریب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ (ترمذی)

خاوند کے جذبات کا احترام اس طرح سے بھی ہے کہ وہ خاوند کا کوئی عیب نہ نکالے' اگر خاوند میں پیدائشی یا قدرتی طور پر کوئی عیب پایا جاتا ہو مثلاً وہ لنگڑا ہو یا بہرا ہو یا اس کی ایک آنکھ خراب ہو یا اس کی زبان میں کوئی مسئلہ ہو تو عورت کسی صورت میں بھی اپنے خاوند کا مذاق نہ اڑائے اور نہ ہی اس کو کسی طرح چھیڑے۔ اسی طرح خاوند کی اگر کوئی دوسرا بندہ بُرائی

کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ خاوند کا دفاع کرے اس سے ان دونوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی۔ خاوند کے رشتہ داروں میں بھی عیب نہ نکالے بلکہ ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرے اور ان کا ہر طرح سے دفاع کرے۔

(۱۳) خاوند کا شکر گزار رہنا

ہر انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے احسان کے بدلے میں اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ کسی کے احسان پر یہ کلمہ کہنا کہ شکریہ جناب! یا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق یہ کہنا: جزاک اللہ خیرا. یہ کلمات احسان کرنے والے کے شکر کے طور پر ادا کیے جاتے ہیں۔ شکریہ ادا کرنا فضل اور احسان کو مزید بڑھاتا ہے اور دلوں میں محبت پیدا کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بہترین عورت وہ ہے جب تم اسے عطا کرو تو شکر ادا کرے جب تم اسے کچھ نہ دو تو وہ صبر کرے جب تم اسے دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے اور جب تم اسے کسی بات کا حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کرے۔ یہ بات آداب میں سے نہیں کہ ازدواجی زندگی میں یہ مقولہ استعمال کیا جائے: واجب پر شکر نہیں ہوتا۔ اپنے فرائض کو ادا کرنے والے کو کسی کام پر لوگوں سے شکریہ کہلوانے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے لیکن دوسروں پر ضروری ہے کہ وہ اس کی تعریف کرکے اور اس کا شکریہ ادا کرکے نیک کام پر مزید ابھاریں۔

جو عورت اپنے خاوند کا شکر ادا کرتی ہے اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کی تعریف کرتی ہے خاوند کے دل میں اس کی عزت مزید بڑھتی ہے جب اولاد اپنی ماں سے کلمۂ شکر سنے گی تو وہ بھی دوسروں کا شکر ادا کرنے کی عادی ہو جائے گی۔ اسی طرح جب عورت سے کوئی غلطی ہو جائے اور وہ معذرت کرلے تو اس کا بھی اولاد پر اثر پڑتا ہے اور بچوں کو بھی غلطی کا اعتراف کرنے اور معذرت کرنے کی عادت پڑتی ہے جو ایک اچھی عادت ہے اور اس طرح بچوں میں عادتِ سلیمہ اور احساسِ لطیف اجاگر ہوتا ہے۔

(۱۴) خاوند کے ساتھ وفاداری کرنا

وفا کرنے والی بیوی اپنے خاوند کے نزدیک محبوب اور عزیز ہوتی ہے خاوند یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کے پاس رہے اور بیوی کی طرف سے بھی وفا یہی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے بغیر نہ رہ سکے۔ عورت کی طرف سے وفاداری یہ ہے کہ وہ جس طرح خوش حالی میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی رہی ہے تنگدستی میں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔

کہا جاتا ہے کہ بہترین عورت وہ ہے جو اپنے خاوند پر رحم وشفقت کرتی ہے وہ اپنے خاوند کی راحت پر اپنی راحت کو قربان کر دیتی ہے۔ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مدینے کے گورنر مروان بن حکم کے سامنے ایک شکایت لے کر آیا کہ اب میں غریب ہو گیا ہوں لہٰذا میرے اور میری بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دیں اور چونکہ یہ حسین وجمیل ہے اس وجہ سے میں اس کے مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا۔ جب وہ عورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئی تو آپ نے مزاح کرتے ہوئے کہا: تو ہم تینوں میں سے کسی کو اپنے لیے منتخب کر لے۔اس کا خاوند بولا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! یہ تو آپ کو ہی منتخب کرے گی۔ پھر آپ نے اس عورت کو کہا کہ تم ہم تینوں میں سے کسے اختیار کرتی ہو؟ امیر المؤمنین کو جو عزت وشرف والا ہے یا حاکم مدینہ مروان کو جو غیظ وغضب والا ہے یا اس اعرابی کو جو بھوکا وکنگال ہے؟ اس نوجوان عورت نے ابن عمر اعرابی کی طرف اشارہ کیا اور یہ شعر پڑھا:

''اگرچہ یہ بھوکا اور کنگال ہے میرے نزدیک میرے اہل اور پڑوسیوں سے زیادہ عزیز ہے اور یہ مجھے بادشاہ حاکم اور ہر درہم ودینار والے سے زیادہ عزیز ہے''۔

پھر اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم! میں زمانے کے حادثے کی وجہ سے اسے نہیں چھوڑوں گی بے شک اس کے ساتھ میری بہت اچھی زندگی گزری ہے اب مجھے خوشحالی وتنگدستی سختی ونرمی آسانی ومشکل اور اپنی قسمت کے رزق پر صبر کرنا ہی بہتر ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی عقل کمال اور مروّت پر تعجب کیا اور اس کے لیے دس ہزار درہم کے انعام کا حکم دیا اور بیت المسلمین کے صدقات میں بھی شامل کر لیا۔

(۱۵) عفت و پاک دامنی

ایک صحابی سے روایت ہے کہ جو زبان بری باتوں اور خیالات کے تذبذب کے شر سے بچ گئی تحقیق اس پر جنت واجب ہو گئی۔اسی طرح روایت کیا گیا ہے: جس نے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والی (زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی (شرمگاہ) کی حفاظت کی وہ جنت میں داخل ہو گا۔(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۲۰۲)

بے شک عورت کی عفت وپاکیزگی وہ جوہر ہے جس سے اس کی تربیت مکمل ہوتی ہے اور یہ وہ اسلحہ ہے جس سے وہ اپنے شرف وکرامت کا دفاع کرتی ہے عورت کی پاک دامنی کی

وجہ سے خاندان میں اس کی عزت ہوتی ہے اور اسے احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے' جب عورت فطری طور پر پاک دامن ہوگی تو وہ اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانیہ اور اندھی محبت سے محفوظ رکھے گی۔

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی پاک دامنی کے حریص ہوتے ہیں' لیکن عورت سے اس بات کی زیادہ توقع کی جاتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے بطن کو نسل انسانی کی حفاظت اور نسب کی پاکیزگی کے لیے مختص کر دیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: حیاء ایک حُسن ہے لیکن عورت سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ (جامع المسانید ج۲ص ۱۶۰) مرد اور عورت دونوں کو ہی حیاء اور پاک دامنی کا درس دیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرماتے ہوئے قرآن پاک میں عفت و پاک دامنی کو ضروری قرار دیا ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۔ آپ حکم دیجیے مؤمنوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں۔ (النور:۳۰)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ۔ (النور:۳۱) اور آپ حکم دیجیے ایمان دار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھا کریں اپنی نگاہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دین کا کوئی خُلق ہوتا ہے اور دین اسلام کا خُلق حیاء ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۰) ایک اور حدیث میں فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا انسان وہ ہے جس کی فحاشی سے بچتے ہوئے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۰۹۵) میں کہتا ہوں کہ میاں بیوی میں سے سب سے بُرا وہ ہے جس کی فحاشی سے دوسرا تنگ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کون سی عورت افضل ہے؟ آپ نے جواب دیا: وہ عورت جو باتوں کے ہیر پھیر نہیں جانتی اور نہ ہی مردوں کے جال میں آتی ہے' بلکہ اس کا دل ان چیزوں سے فارغ ہوتا ہے اور وہ صرف اپنے خاوند کے لیے زیب و زینت کرتی ہے اور اپنی عزت کو اپنے خاوند کے لیے محفوظ رکھتی ہے۔

(۱۶) ہم عورت کی عفت و پاک دامنی کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

مرحوم علی فکری کہتے ہیں: یہ اسلامی معاشرہ جس میں ہم رہ رہے ہیں اس میں بہت سے اثرات باہر سے داخل ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے بلند پایہ اخلاق پر کافی بُرے اثرات مرتب

ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو خلقت کے اعتبار سے کمزور اور نازک بنایا ہے' یہ جلد ہی شہوات کی طرف راغب ہو جاتی ہے' لہٰذا ضروری امر یہ ہے کہ بچی کو ہر اس حرکت سے روکا جائے جس کے بُرے اثرات ہو سکتے ہیں اور یہ ایسے ہی ممکن ہے کہ انہیں ایسی مجلسوں میں جانے سے منع کیا جائے جہاں رقص و سرود ہوتا ہو' فحش لٹریچر پڑھنے سے روکا جائے اور بداخلاق' فحش لڑکیوں کی محفل سے دور رکھا جائے۔

اور بچیوں کو یہ نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ اپنی شادی شدہ سہیلیوں سے زیادہ میل جول نہ رکھیں اور اجنبی مردوں سے اختلاط سے روکا جائے' انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور یوم آخرت کا ڈر سنایا جائے اور متقین و صالحین کے فضائل بتائے جائیں تاکہ بچیاں بُرائی سے رُکیں اور پاک دامنی کا راستہ اختیار کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف بندے میں ہو اور انسان کو اس بات کا پتہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور اس سے باخبر ہے تو انسان اکیلے میں بھی کوئی گناہ نہیں کرسکتا۔

ارشاد ربانی ہے:

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ (الملک:۱۴)	(نادانو!) کیا وہ نہیں جانتا (بندوں کے احوال کو) جس نے (انہیں) پیدا کیا ہے وہ بڑا باریک بین ہر چیز سے باخبر ہے ۝

نابغہ بنی شیبان نے کیا خوب کہا ہے:

وہ شخص جو علیحدگی میں چپکے سے چھپ کر گناہ کرتا ہے وہ اپنے آپ کو کیسے اکیلا سمجھتا ہے حالانکہ دو لکھنے والے فرشتے اس کے گواہ ہوتے ہیں اور رب ذوالجلال (اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے)۔

ایک گانے والی عورت سلامۃ نے عبدالرحمٰن بن ابوعمار کو دیکھا جو بہت بڑے عبادت گزار تھے' سلامہ بہت بڑی گلوکارہ تھی' سلامہ نے عبدالرحمٰن بن ابوعمار سے کہا: خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتی ہوں' عبدالرحمٰن بن ابوعمار نے بھی کہا: خدا کی قسم! میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں' سلامہ نے کہا: میں چاہتی ہوں کہ اپنا منہ تمہارے منہ پر رکھ دوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا: میں بھی یہی چاہتا ہوں' سلامہ نے کہا: تو پھر تمہیں کیا رکاوٹ ہے؟ یہاں تو کوئی نہیں' عبدالرحمٰن نے کہا: میں نے سنا ہے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝ (الزخرف:٦٧)

گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی (اور پرہیزگار) ہیں ۝

پھر وہ وہاں سے اٹھے اور اس جگہ پر آ گئے جہاں عبادت کرتے تھے۔

ساتویں بحث: عورت میں مادرانہ شفقت

بچوں پر شفقت کرنا عورت کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ یہ خصلت تمام اقسام کے جانداروں کی ماؤں میں پائی جاتی ہے' چاہے وہ عاقل ہو یا غیر عاقل۔ اللہ تعالیٰ نے طبعی طور پر ہر مونث میں یہ شفقت والفت کے جذبات رکھے ہیں' یہ محبت والفت مردوں میں بھی ہوتی ہے' لیکن جو پیار وشفقت اور نرمی ماں میں پائی جاتی ہے' اس کی کوئی مثال نہیں۔ ماں اپنے بچوں پر باپ سے بڑھ کر شفیق ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں کے لیے ہر مصیبت اور تکلیف کو برداشت کر کے انہیں سکون وراحت مہیا کرتی ہے۔

باپ اپنے بچوں کے لیے مال کماتا ہے' تکالیف برداشت کرتا ہے اور اپنا وقت اور اپنی کوشش اسی کام میں صرف کرتا ہے کہ اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے مال ودولت کمائے اور ان پر خرچ کرے' لیکن ماں گھر میں ہر وقت ان کی نگرانی' نگہداشت اور چوبیس گھنٹے ان کے آرام وراحت کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ یہ عورت کا ہی حصہ ہے' ماں بچوں کی صفائی' ستھرائی اور نظافت کا خاص خیال رکھتی ہے۔ مرد کے مقابلے میں عورت پر یہ بھاری ذمہ داری ہے کہ عورت حمل کے دوران ظاہری صفائی وستھرائی کے ساتھ ساتھ اپنی غذا میں بھی حمل کے مناسب اشیاء استعمال کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ پھر ولادت کے بعد نفاس کی گندگی سے دوچار ہوتی ہے تو اس کی صفائی کرتی ہے' پھر بچوں کی پرورش میں ہر وقت وہ اپنی اور بچے کی صفائی اور نظافت میں ہی لگی رہتی ہے' بچہ کبھی پیشاب کر دیتا ہے' کبھی پاخانہ کر دیتا ہے' کبھی قے کرتا ہے تو اس کی صفائی کے تمام اُمور ماں ہی سرانجام دیتی ہے۔

اسی طرح عورت مرد کے مقابلے میں مصائب وتکالیف پر زیادہ صبر کرنے والی ہے۔ حمل کی تکالیف' ولادت کے وقت تکالیف اور پھر بچے کی پرورش کے دوران پیدا ہونے والی تکالیف عورت ہی برداشت کرتی ہے' رات کے وقت بچے کا رونا' اس کا پیشاب کر دینا اور

بچے کی بیماری کی حالت میں بچے کی تکلیف کے ساتھ ماں بھی تکلیف میں مبتلا رہتی ہے اوران تمام مشکلات وتکالیف پر ماں ہی صبر کرتی ہے۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عورت کے اخلاقِ حمیدہ میں سے تین چیزیں اہم ہیں: (۱) شرم وحیاء (۲) شفقت (۳) اور نظافت وپاکیزگی۔
جب کہ مردوں کو جو صفات عطا کی گئی ہیں اس میں شجاعت' بہادری اور غیرت ہے۔

آٹھویں بحث: مامتا کے خصائص اور ماں کی جانثاری

بے شک عورت کی صفتِ مادریت/ مامتا ہر لحاظ سے بہتر اور قابل تعریف ہے کہ وہ تمام تکالیف پر صبر کرتی ہے' وہ حمل' زچگی اور دودھ پلانے کے دوران جسمانی' ذہنی اور نفسیاتی تکالیف کو برداشت کرتی ہے۔اس سے اس کی شفقت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عورت کا یہ لطیف احساس وجدانی ہوتا ہے' فکری وعقلی نہیں ہوتا' اسی وجدانی شفقت کی کیفیت میں وہ ہمیشہ اپنے بچے کے لیے فیض رسانی کا باعث ہوتی ہے اوراپنے بچے کے لیے ہر قسم کی قربانی دیتی ہے۔یہ تمام کچھ ایک عورت ہی کرسکتی ہے۔

دوسری جانب مرد اپنے کام کا پابند ہے۔وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے رزق کمانے کی فکر میں رہتا ہے' وہ گھر سے باہر زندگی کی دوڑ میں لگا ہوا ہے' چاہے وہ جنگل میں جانور چرائے یا نظامِ حکومت چلا رہا ہو یا کوئی اور کام کر رہا ہو' ہر ایک کا مقصد اپنا اوراپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا اور دشمن سے حفاظت کرنا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہر جنس دوسری جنس کے امور سر انجام دینے سے قاصر ہے بلکہ فطرت' طبیعت اور ماحول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مرد باہر کے سخت امور سرانجام دے اور عورت گھریلو امور کی انجام دہی کرے' یہی درست اور صحیح وضع ہے۔

بے شک اسلام نے جو نظامِ حیات ہمیں دیا ہے اس میں ہر فرد کی طبیعت اور فطرت کے مطابق ہی اس پر ذمہ داریاں عائد کی ہیں اوراس کی وضع کو درست جگہ پر رکھا ہے۔اسلام طبیعتوں کی تہذیب تو ضرور کرتا ہے لیکن انہیں ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں کرتا۔اسلام فطرت وخلقت کے اعتبار سے تمام انسانوں کو مساوی درجہ تو دیتا ہے لیکن دنیا میں ان کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں سونپتا ہے' جو فطرت کے مطابق ہوتی ہیں۔

ماں اور باپ اپنی اپنی جگہ دونوں اپنے بچوں کے لیے محنت و کاوش کرتے ہیں لیکن بچوں کے لیے ایثار و قربانی کا جو جذبہ ماں میں ہوتا ہے وہ باپ میں نہیں پایا جاتا۔ اسی وجہ سے ماں کی فضیلت ہے' ماں دل کی گہرائیوں سے بچے پر مہربان ہوتی ہے۔ اپنے منہ سے نوالا نکال کر بچے کو کھلا دیتی ہے۔ حمل و رضاعت کے دوران ماں اپنے جسم کی قوت اور طاقت بچوں کو پلا دیتی ہے' پھر ولادت کے دوران بچوں کے لیے موت کو بھی سینے سے لگا لیتی ہے' یہ تمام قربانیاں ماں ہی دے سکتی ہے' جب کہ مرد اپنے بچوں کے لیے اس قسم کی قربانیاں نہیں دے سکتا ہے۔ اسی لیے ماں کی ممتا بچوں کے لیے ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔

چھٹی فصل

مسلم خاندان کی تشکیل' نظام اور مشکلات کا حل

التمہید: خاندان' انسانی فطرت کی بنیاد ہے

بے شک خاندان انسانی زندگی کی مضبوط بنیاد ہے' (الاسرۃ فی الاسلام ص ۱۳۔۱۴) مختلف معاشروں میں اس کے قواعد و ضوابط بدلتے رہتے ہیں۔ خاندان کی ضرورت کے پیش نظر اس سے کوئی بھی نسل بے نیاز نہیں ہو سکتی' لیکن موجودہ حالات میں اس خاندانی نظام کو یکسر بدلا جا رہا ہے' جس سے فطرتی نظام حیات مسخ ہو کر رہ گیا ہے اور حقیقت پوشیدہ ہوتی جا رہی ہے' ہر شخص جو آزاد اور آوارہ زندگی کو ترجیح دیتا ہے وہ اپنے لیے بھی بدبختی پیدا کرتا ہے اور معاشرے کو بھی خراب کرتا ہے۔

جب خاندانی نظام ایک طبعی اور فطری نظامِ حیات ہے تو انسان کی سعادت اور خوش بختی اسی میں ہے کہ وہ خاندانی نظام میں ہی زندگی بسر کرے۔ جب انسان اپنی خاندانی بنیاد کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کی زندگی میں مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ انسان محبت اور الفت کا پیاسا رہتا ہے اور اس کے دل میں خواہش رہتی ہے کہ وہ بھی کسی سے اپنا دکھ درد بانٹ سکے۔ یہ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خاندانی نظام زندگی سے کسی صورت بھی انحراف ممکن نہیں ہے۔

پہلی بحث: خاندان کی انسانی زندگی میں ضرورت

دینِ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خاندان کی تشکیل پر ابھارا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ خاندانی نظام میں زندگی بسر کریں۔ کیونکہ یہ فطری اور طبعی صورت ہے جو انسان کی تکالیف کو دور کرتی ہے اور ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ یہی وہ فطری بنیاد ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے ساتھ ہی وضع کیا اور پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً'' . (الرعد:۳۸)

انسان کی ایسی زندگی کہ جس میں وہ اکیلے رہتا ہو اور کسی کے ساتھ رہنا پسند نہ کرتا ہو یہ ایسا معاملہ ہے جسے اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا کیونکہ خاندان میں رہنا یہ انسان کی فطری ضرورت ہے۔ انسان اپنی زندگی کے تمام معاملات اکیلے سرانجام نہیں دے سکتا' بلکہ اسے ان تمام امور کے لیے دوسروں کی مدد اور تعاون درکار ہوتا ہے' جو خاندانی نظام کی صورت میں ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ یہی فطرتِ انسانی ہے' انسان کو اس کا احترام کرنا چاہیے اور اس کے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی کی راہ متعین کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ

(مضبوطی سے پکڑ لو) اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے' کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا اللہ کی تخلیق میں۔ (الروم:۳۰)

خاندان کے فرائض منصبی

دین اسلام کی خاندانی زندگی گزارنے کی جو دعوت اور ترغیب ہے یہ اس خاندانی زندگی کے لیے کچھ ذمہ داریاں مرتب کرتی ہے' جن پر عمل پیرا ہو کر انسان کی انفرادی اور اجتماعی

زندگی پرسکون بنائی جاسکتی ہے' یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نشانیوں میں سے ہے' یہ نعمت انسانوں ہی کے لیے ہے جس سے ان کی زندگی میں قرار آتا ہے اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (الروم:۲۱)

اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت و رحمت کے (جذبات)' بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں ۝

بے شک جو اخلاق و اطوار خاندانی زندگی میں پروان چڑھتے ہیں ان سے کوئی بھی ذی روح بے نیاز نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کا کوئی نعم البدل ہوسکتا ہے' وہ باہمی محبت والفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو خاندانی نظام کو نعمت اور رحمت قرار دیا ہے یہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جیسے اس نے ہمیں پانی اور غذا عطا فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَحَفَدَۃً وَّرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ (النحل:۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ۔

انسان اپنی زندگی کے تمام مراحل میں اس نعمت کا محتاج رہتا ہے' بچے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خاندان میں نشوونما پائے ورنہ اس میں شفقت و مہربانی کے جذبات ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

ماں اور باپ بچے کی بنیادی ضرورت ہیں' وہ ان کے بغیر نارمل زندگی نہیں گزار سکتا۔ اسی طرح نوجوان کے لیے' مرد کے لیے اور بوڑھے شخص کے لیے بھی یہ بات اتنی ہی اہمیت

کی حامل ہے کہ وہ خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ زندگی بسر کرے کیونکہ انسانی فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ خاندان میں رہے اوراس کا کوئی بدل بھی نہیں ہے۔

تربیت کے میدان میں خاندان کی کچھ خاص ذمہ داریاں ہیں' جن کی جگہ کوئی اور چیز نہیں لے سکتی' ابتدائی مراحل میں بچوں کی پرورش اور تربیت صرف اور صرف خاندانی نظام زندگی میں ہی بہتر طریقے سے ممکن ہے۔ بچوں کی پرورش اور کفالت کے سلسلے میں حکومتی اور پرائیویٹ ادارے جو خدمات مہیا کرتے ہیں وہ کسی طرح بھی اس محبت والفت کا تدارک نہیں کرسکتے جو پیار ومحبت بچے کو خاندان میں رہ کر میسر آتا ہے' تو جب بچہ اس شفقت وپیار سے محروم رہ جاتا ہے تو پھر اس میں نفسیاتی بیماریاں اور محرومیاں پیدا ہوتی ہیں جس کی بناء پر وہ معاشرے کا نارمل انسان نہیں بن سکتا۔ خاندانی نظام زندگی میں بچے کی خلقی اعتبار سے وجدانی اعتبار سے' اخلاقی اعتبار سے اور دینی اعتبار سے مکمل تربیت ہوتی ہے جس سے وہ بڑا ہو کر معاشرے کا کارآمد فرد بنتا ہے۔ وہ اقوام جن کے تعلیمی وتربیتی ادارے دین اور دینی اخلاق سے آزاد اور غیر جانب دار رہ کر اپنا کام کرتے ہیں وہ انسان میں بلند اخلاق اور اعلیٰ اقدار پیدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں جیسے فرانس کا نظام تعلیم ہے' اسی طرح دیگر اقوام جو اس نہج پر چلتی ہیں وہ بھی اخلاقی میدان میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔

جب کہ جن معاشروں اور جن اقوام میں بچے کی تربیت خاندان میں ہوتی ہے' وہاں دینی' اخلاقی اور نفسیاتی طور پر بچے کی مکمل تربیت ہوتی ہے جس سے اس میں معاشرتی اور عائلی جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ پس خاندان ہی وہ بہترین ادارہ ہے جو بچے کو بہترین شہری بناتا ہے اور اس میں گھریلو زندگی اور معاشرتی زندگی گزارنے کی روح بیدار کرتا ہے۔

دوسری بحث: خاندان کی حفاظت اسلام کی نظر میں

دین اسلام نے خاندانی نظام کو مصائب وآفات سے بچانے کا اہتمام کیا ہے اور اس کو مشکلات اور تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیے اصول مرتب کیے ہیں' خاندان کی حفاظت کی ذمہ داری دراصل اس کے نگران کی ہے کہ وہ اس کو شرانگیزیوں سے بچائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر کوئی حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس آدمی اپنے گھر کا حاکم ہے اور اپنے گھر کے افراد

کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲ص ۶۔ ج ۳ص ۱۹۶۔ ج ۷ص ۳۴۔۴۱۔ ج ۹ص ۷۷)

آدمی پر ضروری ہے کہ وہ اپنے خاندان کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار رہے اور خاندان کے تمام معاملات سے باخبر رہے۔ اپنی پوری توجہ ان پر مرکوز رکھے اور کسی قسم کی غفلت نہ برتے۔ تمام امور کے نتائج سے متنبہ رہے' اپنے خاندان کو مصائب و آلام میں نہ چھوڑ دے۔ آدمی کی یہ بھی ذمہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پوری پوری حفاظت کرے' اس کو کسی دوسری جانب مائل نہ ہونے دے بلکہ آنے والے تمام خطرات اور مشکلات سے اسے بچائے رکھے۔

اس کے علاوہ آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بہتر طریقے سے راہنمائی اور تربیت کرے اور بہتر انداز میں ان کی پرورش کا سامان مہیا کرے اور اپنی اولاد کو معاشرتی برائیوں سے دور رکھے۔ انہیں تحمل و بردباری کی تعلیم دے اور محنت و کامیابی کا جذبہ بیدار کرے' تاکہ باپ کی قیادت میں وہ عظیم مراتب حاصل کر سکیں۔

پھر دین اسلام خاندان کی حفاظت کرتا ہے' خاندان کو معاشرتی جراثیم اور دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو لڑائی جھگڑے اور اخلاقی برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے' تاکہ خاندانی نظام میں کسی قسم کی دراڑ پیدا نہ ہو۔ اسی طرح دین اسلام' عورت کو فتنہ انگیزی سے روکتا ہے' اور اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ خاوند کی نافرمانی کرے یا خاندان میں فساد پیدا کرے یا خاوند سے ناجائز مطالبات کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے عورت کو اس کے خاوند سے بدظن کر دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۰۶)

عورت کو خاوند کے بارے میں خرابی پر ابھارنا ایسا جرم ہے جس سے شقاوت و بدبختی پھیلتی ہے۔ کیونکہ جب عورت اپنے خاوند سے گھریلو معاملات میں الجھے گی تو ضرور لڑائی جھگڑا ہوگا جس سے خاندان کا نظام تباہ ہوگا' انہیں برائیوں کو اسلام نے روکا ہے۔

تیسری بحث: اسلامی عبادات' خاندانی پاکیزگی کی بنیاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ. (النساء:۳)

اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں عورتوں سے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ (الرعد:۳۸)

اور بے شک ہم نے بھیجے آپ سے پہلے کئی رسول اور بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی' کیونکہ ان کے لیے نکاح' تخلیہ اور علیحدگی میں عبادت کرنا سب کچھ ایک وقت میں جمع کرنا آسان نہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے نفس کی احتیاط کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (النور:۳۲)

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم میں سے اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے اگر وہ تنگ دست ہوں (تو فکر نہ کرو) غنی کر دے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا باخبر ہے○

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے اسے نکاح کر لینا چاہیے' کیونکہ یہ نظر کو محفوظ رکھنے والا ہے' شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے' پس جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۹۷۵)

ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: نکاح کرنا میری سنت ہے' تو جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ میرے طریقے پر نہیں (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۸۰۷) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نکاح کرو' بے شک میں تمہاری کثرت چاہتا ہوں' عیسائیوں کی طرح رہبانیت اختیار نہ کرنا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۲۹۴۱) کیونکہ رہبانیت انسانی فطرت اور بشری طبیعت کے منافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی عطا

کی ہو اللہ تعالیٰ نے اس کے دین کے نصف میں اس کی مدد فرمائی' پس اس کو دوسرے نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۶۱' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۲)

انسان کو چاہیے کہ وہ حلال رزق ہی کھائے اور ایسے کاموں سے ہی رزق کمائے جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین ذرائع کے: صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۹۳)
اس لیے شادی بیاہ بھی کرنا چاہیے اور نیک اولاد کی خواہش بھی رکھنی چاہیے۔

چوتھی بحث: اسلام میں خاندانی نظام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○ (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس کا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں) اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور (ڈرو) رحموں کے قطع کرنے سے' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے○

اس آیت میں لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس صفت کے ساتھ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ کہ اس نے ایک نفس سے ان کو پیدا کیا اور اس ایک نفس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پیدا کیں۔

یہ ایسے فطری حقائق ہیں جو بہت حد تک پھیلے ہوئے ہیں اور بہت گہرے ہیں۔ اگر لوگ اپنی سماعت اور اپنے دل اس طرف لگائیں تو بہت سے اسرار و رموز حاصل ہو سکتے ہیں۔ بے شک ان حقائق میں دل و دماغ کے لیے غور و فکر کرنے سے جلا حاصل ہوتی ہے۔

آیت مذکورہ میں پائے جانے والے اہم نکات:

(۱) اس آیت میں ''الناس'' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو مصدر ہے اور انسان کی تخلیق کو اس کے خالق کی طرف منسوب کیا گیا ہے' جس نے انسان کو اس زمین میں پروان چڑھایا۔ اس حقیقت کو انسان کبھی بھی بھلا نہیں سکتا۔ اگر ایسا کرے گا تو کبھی بھی راہِ ہدایت حاصل نہیں کر سکے گا۔ انسان اس دنیا میں آنے سے پہلے کچھ نہ تھا۔ کون ہے جس نے اس کو پیدا کیا؟ انسان اس دنیا میں اپنے ارادے سے نہیں آیا' کیونکہ یہاں آنے سے پہلے وہ عدم میں تھا' اس وقت اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ اس کی تخلیق ہی نہیں ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایا' اس دنیا میں بھیجا اور جو چاہا انسان کے لیے پیدا فرمایا اور زندگی گزارنے کے لیے انسان کو عقل و شعور عطا فرمایا' اس کو وجود عطا فرمایا اور ہر کام کرنے کی قدرت اور ارادہ عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ بے شمار ایسی قوتیں اور خصائص عطا فرمائے جن کا انسان کو شعور تک نہ تھا اور اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے ہر کام کی استعداد مرحمت فرمائی' پھر اس استعداد اور قوت کو صحیح استعمال کرنے کے لیے شریعت کے اصول وقوانین بھی بنائے جن پر عمل پیرا ہو کر بندہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔

(۲) جس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا کہ یہ بشریت ایک ہی ارادے سے وجود میں آئی' ایک ہی رحم میں ملاپ ہوا' ایک ہی جسم میں پیدا ہوئی اور ایک ہی وجود سے اس کی تخلیق شروع ہوئی اور ایک ہی نسب کی طرف منسوب ہوئی۔

فرمانِ عالی شان ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا اور ان دونوں سے پھیلا دیئے (زمین میں) مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں)۔

اگر انسان اس حقیقت کو یاد کرے اور غور وفکر کرے کہ تمام انسان ایک ہی جان سے پیدا ہوئے ہیں تو انسان کے ذہن میں پیدا ہونے والے تمام فرق اور امتیازات ختم ہو جائیں کہ

پوری انسانیت ایک ہی جان سے یعنی نفسِ واحدہ سے وجود میں آئی ہے تو پھر انسان میں ایک دوسرے کے لیے محبت والفت پیدا ہوتی ہے' وہ ہر دوسرے انسان کو اپنے جسم کا حصہ سمجھتا ہے۔

(۳) نفسِ واحدہ سے جو دوسری حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے' وہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ارشادِ ربانی ہے:

خلق منها زوجها. اور پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا۔

کہ زوجہ خلقت کے اعتبار سے کامل حقوق والا انسان ہے' اس لیے عورت وہ چیز نہیں جسے اہل یورپ سامانِ تفریح سمجھتے ہیں اور اس سے دل لگی کرتے ہیں' اسی طرح وہ عورت کے بارے میں ایسے کئی قسم کے بھونڈے خیالات رکھتے ہیں اور بعض تو عورت کو پلیدی اور ناپاکی کا گڑھا اور بُرائی کی اصل سمجھتے ہیں' بلکہ عورت تو فطرت اور طبیعت کے اعتبار سے اس نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئی ہے جس کو رب تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق فرمایا اور اس ایک جان کا جوڑا عورت کی صورت میں بنایا تا کہ اس جوڑے سے لاتعداد مرد اور عورتیں پیدا ہوں' فطرت کے اعتبار سے تو مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں البتہ قوت' طاقت اور فرض منصبی کے اعتبار سے ان میں فرق ضرور ہے۔

اس اعتبار سے لوگ ایک طویل عرصہ اس بارے میں ٹامک ٹوئیاں کھاتے رہے اور عورت کو اپنے حقوق اور دیگر معاملات میں علیحدہ مخلوق سمجھتے رہے اور ایک زمانہ تک عورت کو کمزور و نامعقول تصور کیا جاتا رہا۔ جب اس بُرے نظریے کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو پھر عورت کو محض سامان تفریح سمجھا جانے لگا اور اس بات کو بھلا دیا گیا کہ یہ بھی ایک انسان ہے جسے انسان کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی ایک جان ہے جو ایک جان سے تخلیق کی گئی' ایک ذی روح کا مکمل حصہ ہے اور مرد و عورت دونوں مکمل افراد ہیں اور ایک دوسرے کو مکمل کرنے والا جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس حقیقت کو بیان کیا ہے اس سے انسان کے گمراہ کن عقائد کا خاتمہ کر کے ہدایت کی روشنی عطا فرمائی ہے۔

(۴) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا کہ بشریت کی بنیاد خاندان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسان کو زمین میں پھیلاؤں اور ترقی دوں تو رب تعالیٰ نے سب سے

پہلے ایک جان کو پیدا فرمایا' پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور میاں بیوی سے ایک خاندان وجود میں آیا۔

فرمانِ رب تعالیٰ ہے:

وبث منهما رجالا كثيرا ونساء. اور ان دونوں سے پھیلا دیئے مرد کثیر اور عورتیں (کثیر تعداد میں)۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پہلی ہی خلقت میں بے شمار مرد اور عورتیں پیدا فرماتا اور ان کے جوڑے بنا دیتا تو شروع سے ہی بہت سے خاندان وجود میں آ جاتے لیکن ان کے درمیان محبت اور رحم نہ ہوتا۔ ان کا آپس میں رابطہ اور تعلق نہ ہوتا اور نہ ہی ان کی آپس میں رشتہ داریاں ہوتیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک جان سے جوڑا پیدا کیا' خاندان وجود میں آیا پھر مختلف خاندانوں کی آپس میں رشتہ داریاں وجود میں آئیں جس سے معاشرہ وجود میں آیا' پھر اس انسانی معاشرے کی بنیاد عقیدۂ توحید پر قائم کی گئی جو پوری انسانیت میں وحدت پیدا کرتا ہے۔

خاندانی نظام اسلام کے عائلی نظام کا حصہ ہے' یہ خاندانی نظام مضبوط بنیاد ہے' دین اسلام نے اس کی پوری حمایت کی ہے۔ قرآن پاک اور حدیثِ نبوی میں اس کا ذکر بہت اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس کے فوائد واہمیت بیان کی گئی ہے۔ یہ خاندان سب سے پہلے ایک مرد اور ایک عورت سے وجود میں آتا ہے۔ خاندانی نظام کے احکام اللہ رب العزت نے بڑے اہتمام سے ذکر کیے ہیں اور اپنی رضا اور ناراضگی کا ذکر بھی کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے گی' والدین کی خدمت کا فریضہ ادا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی تو اس کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام چلانے کی بہترین تدبیر و تنظیم کی ہے اور اس میں بے شمار مخلوقات پیدا فرمائیں۔ ان تمام مخلوقات سے بہتر اور اشرف انسان کو بنایا۔ اگر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اس نظام کو خراب کرے یا اس میں فساد پیدا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا مستحق ہوگا۔

(۲) کائنات کا پہلا ضابطہ

بے شک خاندان کا دستور اور قانون وہ پہلا رکن ہے جس پر امت مسلمہ کی جمعیت کا

دارومدار ہے اور اسلامی معاشرہ انہی اصولوں پر قائم ہے۔ یہ وہ بنیادی ضابطہ ہے کہ اسلام نے جس کا احاطہ بڑی احتیاط سے کیا ہے' قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں ان بنیادی اور اساسی قواعد وضوابط کا ذکر کیا ہے۔

اسلام کے اجتماعی نظام کی بنیاد خاندانی نظام پر ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت کی جملہ حاجات وضروریات پوری کرتا ہے اور انسان کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے۔ یہی وہ پہلا ضابطہ ہے جس پر تمام مخلوقات بالخصوص نسل انسانی کو پیدا کیا گیا ہے' یہ نظریہ قرآن پاک کی آیات سے واضح ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (الذاریات:۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم غور وفکر کرو○

ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ○ (یٰسین:۳۶)

ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ (ابھی) نہیں جانتے○

پھر انسان کے بارے میں اسلامی نظریہ تدریجاً آگے بڑھتا ہے' پہلے ایک جان کا ذکر ہے پھر زوجین کا ذکر کیا گیا' پھر ان کی اولاد کا ذکر ہوا پھر تمام بشریت کا ذکر ہوتا ہے۔

فرمانِ عالی شان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا○ (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر اور عورتیں (کثیر تعداد میں) اور ڈرو اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور (ڈرو) رحموں (کے قطع کرنے سے)

بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے O

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

پھر دونوں جنسوں کے درمیان جو فطری جاذبیت ہے' اس سے پردہ اٹھایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ صرف مرد اور عورتیں آپس میں اکٹھے رہیں بلکہ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ یہ مختلف خاندانوں' قبیلوں اور گروہوں کی صورت میں آباد ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً. (الروم:۲۱)

اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت و رحمت (کے جذبات)۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ. (البقرہ:۱۸۷)

وہ عورتیں تمہارے لیے پردہ' زینت و آرام ہیں اور تم ان کے لیے پردہ' زینت و آرام ہو۔

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ O (البقرہ:۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں' سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو اور پہلے پہلے کرلو اپنی بھلائی کے کام اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ تم ملنے والے ہو اس سے اور (اے حبیب!) خوشخبری دو مومنوں کو O

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا. (النحل:۸۰)

اور اللہ تعالیٰ نے ہی (اپنے فضل و کرم سے) بنا دیا تمہارے لیے تمہارے

گھروں کو آرام وسکون کی جگہ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور طبیعت کے مطابق تمام اصول وقوانین مرتب کیے ہیں۔خاندانی نظام بھی فطرت اور شریعت کے عین مطابق ہے۔

خاندان وہ طبعی فطری قلعہ ہے جو انسانی جسم' عقل اور شعور کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے سایے میں محبت و الفت اور باہمی پیار پروان چڑھتا ہے۔ خاندانی نظام میں انسان ہر طرح کی عادات واطوار اور زندگی گزارنے کے طریقے سے واقف ہوتا ہے۔

بے شک عملی تجربوں سے یہ بات ثابت ہے کہ خاندانی نظام کے برابر اور اس کے قائم مقام کوئی بھی نظام نہیں ہو سکتا' خاندانی نظام کے علاوہ جتنے بھی طریقے آزمائے جاتے ہیں وہ غیر فطری ہونے کی وجہ سے ضرر رساں اور تکلیف دہ ہوتے ہیں' بالخصوص بعض اقوام اجتماعی پرورش گاہوں میں بچوں کو نگہداشت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں' اس سے بچوں میں ماں باپ کی محبت اور بہن بھائیوں کی شفقت پیدا نہیں ہو پاتی جو ایک بچے کے لیے کسی صورت میں بھی درست نہیں۔

یورپ میں وہ مائیں جو مختلف اداروں میں کام کرتی ہیں وہ اپنے بچوں کو ڈے کیئر سنٹر میں چھوڑ کر اپنے اپنے کام پر چلی جاتی ہیں اور بچے دن بھر ان مصنوعی پرورش گاہوں میں رہتے ہیں اور خاندان سے دور رہنے کی وجہ سے ان بچوں میں محبت والفت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے' جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہی بچے بڑے ہو کر رحم ومحبت اور شفقت کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں' پھر انہیں اچھائی وبُرائی کی تمیز نہیں رہتی اور ظلم وامن میں فرق نظر نہیں آتا' وہ مختلف ذہنی ونفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام نے جو اجتماعی وخاندانی نظام دیا ہے' یہ ابتداء سے آخر تک امن و سلامتی اور محبت والفت کا نظام ہے۔ یہی نظام ایک اچھے معاشرے کی بنیاد بنتا ہے' کیونکہ درحقیقت یہی فطری وطبعی اصل ہے' ہر وہ نظام جس میں خاندان کی فطری وطبعی ضرورت کو غیر ضروری سمجھا گیا ہے وہ نظام ناکام ہوا ہے' اس میں زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

اسلام نے خاندان کی حفاظت کی ہے' اس کے روابط دوسرے خاندانوں سے قائم کیے ہیں' جس کی وجہ سے بہترین پاک صاف معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ بے شک قرآن پاک جس معاشرے اور خاندان کا تصور پیش کرتا ہے اس میں یہ بات پُرزور انداز میں کہی گئی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے اختیار کیے جائیں' پس مسلمان جو بھی کام کرتے ہیں یا ان کی جو بھی عبادت ہے اس میں اجتماعیت ضرور ہوتی ہے' کوئی بھی کام انفرادی نظام پر مبنی نہیں ہے' یہ اجتماعیت سب سے پہلے خاندان سے چلتی ہے کہ ایک خاندان کے افراد ہر کام اکٹھے کرنے کے جب عادی ہوتے ہیں پھر وہ معاشرتی وسماجی امور میں بھی ایک دوسرے کے دست و بازو ہوتے ہیں' جس سے معاشرے کے تمام لوگوں میں اتفاق واتحاد اور محبت والفت پروان چڑھتی ہے تو معلوم ہوا کہ معاشرتی وحدت کی بنیاد خاندان ہے۔

دین اسلام نے خاندان کے مردوں اور عورتوں پر ہر ایک کے حقوق وفرائض مرتب کیے ہیں اور خاندان ایک مرد اور ایک عورت سے وجود میں آتا ہے۔ جب میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق وفرائض اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں اور اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتے ہیں تو یقیناً ایک اچھے پاک صاف معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے' لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتا تو یقیناً ہر قدم پر مشکلات اس کے آڑے آتی ہیں' کیونکہ جس خالق و مالک نے اس دنیا کو بنایا اور مخلوقات کو پیدا کیا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ یہ نظام زندگی کس طرح صحیح چل سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے کچھ اصول وقوانین مرتب کیے۔ اگر انسان ان پر عمل کرتا ہے تو ہر میدان میں کامیاب ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل نہیں کرتا تو یقیناً ناکامی ہوگی۔

اسی طرح قرآن پاک نے یہ واضح کیا ہے کہ جو اصول وقوانین اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنائے ہیں ان پر عمل کرنا آسان ہے اور وہ فطرت کے مطابق ہیں جب کہ وہ اصول و قواعد جو ہر انسان نے اپنی خواہش کے مطابق گھڑے ہوئے ہیں وہ فطرت اور طبیعت سے دور ہیں اور ان پر عمل کرنا دشوار ہے۔

پانچویں بحث: خاندان کی ضرورت قرآن کی روشنی میں

بے شک قرآن پاک نے نیک صالح عورت کی صفت بیان کی ہے کہ وہ ''قانتة'' ہے' یہ لفظ قنوت سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے: ایسی اطاعت جو ارادے' محبت' توجہ اور رغبت سے کی جائے' جس میں بے توجہی اور عدم رغبت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (النساء:۳۴)

تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں' حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں کی) غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت سے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کو ''قانتات'' کہا ہے لیکن ''طائعات'' نہیں کہا' کیونکہ لفظ ''قانتات'' میں الفت ومحبت اور اپنائیت زیادہ ہے' یہی وہ چیز ہے جو میاں بیوی کے درمیان سکون' محبت اور ایک دوسرے کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح نیک' صالح اور مؤمنہ عورت کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنی عزت کی محافظ ہوتی ہے' اپنی ذات کو اپنے خاوند کے لیے حلال سمجھتی ہے' اپنے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنے لیے حرام سمجھتی ہے' کوئی بھی خاوند یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کسی غیر کے پاس جائے یا دوسرے سے غلط تعلقات قائم کرے' کیونکہ یہ بات فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے' لیکن جب کوئی معاشرہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے فطری طریقے سے انحراف کرتا ہے تو پھر بدبختی وشقاوت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

قرآن پاک میں جس طرح عورتوں کو اپنی عزت نفس کی حفاظت کے بارے میں کہا گیا ہے' یہی بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور صالح عورتوں کی صالحیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ان حدود کی حفاظت کریں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پس جو عورتیں صالح نہیں ہوتیں وہ ''ناشزات'' ہیں' یعنی نافرمان ہیں۔ نشز کا معنیٰ ہے: زمین سے بلند ہونا' اصطلاحی طور پر یہ حسی صورت ہے کہ جو ناشزہ عورت ہوتی ہے وہ گناہ اور سرکشی کی وجہ سے سب کے سامنے ظاہر وباہر ہوتی ہے۔

اسلامی نظام اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ علی الاعلان گناہ ہوتا رہے اور عورتوں کی نافرمانی اپنی حد کو پہنچ جائے تو پھر اس کا علاج کیا جائے' کیونکہ مرض جب بہت بڑھ جاتا ہے تو وہ لاعلاج ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسلام اس نافرمانی اور سرکشی کا ابتدا سے ہی علاج کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ کیونکہ جب سرکشی زیادہ ہو جائے تو فساد زیادہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس گناہ اور سرکشی کو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے اور خطرناک صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

اس صورت حال میں بچوں کی تربیت اور نشوونما صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی بلکہ وہ

ایسے ماحول میں متعدد جسمانی ونفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ابتداء سے ہی عورت کی نافرمانی اور سرکشی کا علاج کیا جائے' اس کے علاج کے لیے مختلف حالات میں مختلف تادیبی کارروائیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے' یہ تادیب صرف اور صرف اصلاح اور درستگی کے لیے ہے نہ کہ انتقام' اہانت یا تکلیف دینے کے لیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا○ (النساء:۳۴)

اور وہ عورتیں اندیشہ ہو جن کی نافرمانی کا تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ اور (پھر) الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انہیں' پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری' تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ' یقیناً اللہ تعالیٰ (عظمت و کبریائی میں) سب سے بالا' سب سے بڑا ہے○

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت و تکریم سے نوازا ہے۔اس لحاظ سے اسلام نے عورت کے ذاتی حقوق کا تحفظ بھی کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مرد کو جو عورت پر نگرانی وقوامت کا حق دیا گیا ہے' اس سے عورت کے ان ذاتی حقوق پر کوئی اثر نہیں پڑتا' مثلاً عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شریکِ حیات کے بارے میں بذات خود فیصلہ کر سکے اور اپنی ذات اور اپنے مال میں بھی از خود تصرف کرنے کا حق رکھتی ہے۔

جب عورت کے ان ذاتی حقوق کو پیش نظر رکھیں اور خاندان کی اہمیت پر غور وفکر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ دونوں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں' اس صورت حال میں اگر عورت کی نافرمانی اور سرکشی پر تادیبی کارروائی کی اجازت ہے تو یہ سب کچھ اصلاحِ احوال کے لیے ہے' تاکہ برائی اور فساد آگے نہ بڑھے اور شروع سے ہی اس کو ختم کر دیا جائے۔

کسی بھی صورت میں یہ عورت اور مرد کے درمیان ہرگز جھگڑا نہیں بلکہ اسلام نے ہمیں دوسرے ادیان سے مختلف بہتر طریقہ بتلایا ہے کیونکہ بعض ادیان اور بعض معاشروں میں تو یہ حال ہے کہ عورت ذرا بھی کوئی کام خراب کر لے یا نافرمانی کرے تو سختی کے ساتھ اس کا خاتمہ

کیا جاتا ہے' جب کہ اسلام کا معاملہ مختلف ہے۔قرآن مجید میں پہلے فرمایا گیا:

والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن. — وہ عورتیں کہ اندیشہ ہو تمہیں جن کی نافرمانی کا تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ۔

یہ پہلا درجہ ہے کہ نصیحت و موعظت سے کام لیا جائے' یہی تہذیبی طریقہ ہے اور ہر حال میں خاوند سے نصیحت کا ہی تقاضا کیا گیا ہے۔

جس طرح ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم:٦) — اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

نصیحت و موعظت اس وقت تک فائدہ دیتی ہے جب تک خرابی پوشیدہ ہو اور اعلانیہ حد تک نہ پہنچی ہو' لیکن جب غرور و تکبر' مال و دولت کی کثرت اور خاندانی فخر کی وجہ سے عورت یہ بھول جائے کہ وہ کسی کی شریکۂ حیات ہے اور ہر کام میں اپنی مَن مانی کرنے لگے تو پھر قرآن مجید نے اس کو روکنے اور راہِ راست پر لانے کا دوسرا طریقہ بتلایا ہے کہ جب عورت اپنے جمال' جاذبیت یا مال یا کسی اور وجہ سے اپنی ذات کو مرد سے بلند تر سمجھنا شروع کر دے اور مرد کی بات کو اہمیت نہ دے تو پھر اس کے علاج کے لیے فرمایا گیا ہے:

وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ. (النساء:٣٤) — اور (پھر) الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے۔

خلوت کی جگہ ہی عورت کے غرور و تکبر کا مقام ہے اور ایسی جگہ پر عورت کی جاذبیت محسوس کی جاتی ہے۔عورت کے پاس خلوت گاہ کا ہی اسلحہ ہوتا ہے تو جب مرد اس کے پاس نہیں جائے گا' اس کے بستر کو چھوڑ دے گا تو اس صورت میں عورت اپنی قدر و قیمت کو گھٹتا ہوا دیکھے گی' پھر لامحالہ وہ سرکشی کے جذبات کو چھوڑے گی اور شوہر کی اطاعت کا راستہ اختیار کرے گی' یہ صرف اور صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے جب مرد مضبوط ارادے سے اس کی اصلاح کرنے کا عزم کرے۔

یہ خلوت کی جدائی اور ناراضگی تو صرف اصلاح کے لیے ہے' اس لیے شوہر کو چاہیے کہ وہ صرف اپنا بستر علیحدہ کرے' کمرہ تبدیل نہ کرے' کیونکہ جب کمرہ ایک ہی ہوگا اور شوہر اس

نافرمان عورت کے بستر پر نہ جائے گا تو اس سے وہ اپنی اہمیت میں کمی محسوس کرے گی تو اصلاح کی کوشش کرے گی۔

اسی طرح اس ناراضگی اور جدائی کا اظہار بچوں کے سامنے بھی نہیں کرنا چاہیے ورنہ بچوں میں شر اور فساد پیدا ہوگا اور دوسرے لوگوں کے سامنے بھی اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے ورنہ لوگ اس عورت کو مزید شوہر کے خلاف اُبھاریں گے، جس سے عورت کی نافرمانی اور سرکشی میں اضافہ ہوگا اور عورت اس میں اپنی ذلت محسوس کرے گی جس سے میاں بیوی میں علیحدگی کا خدشہ ہوسکتا ہے جب کہ قرآن نے اس کی اصلاح کرنے کی اجازت دی ہے، اگر سرکشی اور نافرمانی کو ختم کرنے کے لیے نصیحت بھی کی اور بستر کو علیحدہ بھی کیا، لیکن ان دونوں طریقوں سے اصلاح نہیں ہوئی تو اب تیسرا حربہ استعمال کیا جائے گا، اب قرآن پاک کا حکم ہے:

واضربوھن. اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو۔

قرآن حکیم نے جو مارنے کا حکم دیا ہے تو یہ سزا اہانت وتذلیل یا انتقامی کارروائی نہیں بلکہ یہ تو صرف اصلاح احوال کے لیے اور راہِ راست پر لانے کے لیے اور تہذیب سکھانے کے لیے ہے، جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے یا ایک استاد اپنے شاگردوں کو تھوڑی بہت سزا دے کر ان کی تہذیب وتربیت کرتا ہے اور اس سے مقصود صرف اور صرف اصلاح ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے ایسی اصلاح کے لیے تین درجے بتائے ہیں، یہ ہر انسان کی نفسیات کے مطابق ہیں کیونکہ کوئی شخص تو صرف پندونصیحت سے ہی ٹھیک ہو جاتا ہے، کوئی ناراضگی کے ڈر سے اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور کسی کو سزا دے کر اس کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔

نفسیات کا علم جو ایک سائنس کا درجہ رکھتا ہے اس میں یہ بات مسلمہ ہے جیسے الیکسی کارل (ALAKSI KARAL) کہتے ہیں:

کہ یہ بات عورت کی نفسیات میں شامل ہے کہ عورت جس سے محبت وانس کرتی ہو وہ کبھی بھی اس کو ناراض وغضب ناک نہیں دیکھ سکتی تو معلوم ہوا جب عورت اپنے شوہر سے محبت کرتی ہو اور شوہر کسی بات پر اس سے ناراض ہو جائے اور بستر علیحدہ کر لے تو یقیناً عورت پر اس کا نفسیاتی اثر ہوگا اور وہ ضرور اپنی اصلاح کرے گی۔

بہر کیف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو تین درجات بیان فرمائے ہیں یہ خالق ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ اسی خالق نے ہی پوری کائنات بنائی ہے۔وہ بہتر جانتا ہے کہ نافرمان وسرکش عورت کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے۔ان تین درجات سے آگے بڑھنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی' کیونکہ بعض لوگ اپنی جاہلانہ عادات واطوار کو بھی اسلام کا نام دیتے ہیں۔اسلام قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتا کہ دین کے نام پر مرد ایک جلاّد کا روپ اختیار کرلے اور بے جا سختی کرنی شروع کر دے اور یہ بھی درست نہیں کہ مرد بالکل اپنی مردانگی کو چھوڑ دے اور عورت بن جائے' بلکہ مرد اور عورت دونوں کو اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے اپنے اپنے کام سرانجام دینے چاہئیں۔

حضور ﷺ نے اپنی عملی سنت سے ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔اس ضمن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین بھی موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرت معاویہ بن حیدۃ القشیری نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم پر عورت کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم کھاؤ تو عورت کو بھی کھلاؤ' جب تم کپڑے بنواؤ تو عورت کو بھی پہناؤ اور عورت کے چہرے پر نہ مارو اور ناراضگی میں گھر نہ چھوڑو۔ (مسند احمد ج۴ص ۴۴۶۔۴۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۲' تحفۃ الاشراف ج۸ص ۴۳۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۰) ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۳۶۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ بیویاں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دی' پس بہت سی عورتیں آلِ رسول سے اپنے خاوندوں کی شکایت لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سی عورتوں نے اپنے خاوندوں کی (مارکٹائی کی) شکایت کی ہے' پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کو اونٹوں کی طرح نہ مارے کہ دن کے پہلے حصے میں اس کو مارتا ہے اور آخری حصے میں اس سے جماع کرتا ہے۔ (مصابیح السنۃ ج۲ص ۱۵۱۔رقم الحدیث: ۲۳۳۸۔۲۴۱۹' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۹۵)

اس طرح کی توجیہات اور تشریحات اسلامی اصولوں کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں' ان پر عمل کر کے ہی ایک مسلمان بہتر خاندان اور اچھے معاشرے کی داغ بیل ڈال سکتا ہے۔ اگر ان اسلامی اصول وقوانین سے تجاوز کیا جائے اور ان سے انحراف کی راہ اختیار کی جائے تو پھر مثبت نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ (النساء:۳۴)

پھر اگر وہ عورتیں تمہاری اطاعت کر لیں تو نہ تلاش کرو ان پر ظلم کی راہ۔

پس اگر عورت اطاعت شعار ہو تو پھر اس کے ساتھ کسی بھی تادیبی کارروائی کو غیر ضروری اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اسے مارا پیٹا جائے تو یہ سراسر زیادتی اور گناہ ہے۔

جب دیکھا جائے کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے تینوں طریقے استعمال کیے ہیں اور مقصود و مطلوب حاصل نہیں ہوا یعنی عورت کی نافرمانی اور سرکشی میں کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا ہے اور بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئی ہے اور اعلانیہ طور پر عورت سرکشی کرنے لگی ہے اور رشتۂ ازدواج کو توڑنے کے درپے ہے۔ تو اس صورت حال میں حکمتِ اسلامی آخری حربہ استعمال کرنے کا درس دیتی ہے تاکہ یہ خاندانی نظام ٹوٹنے سے بچ جائے اور اس میں دراڑیں نہ پڑیں۔

اس صورت میں حکمِ خداوندی ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝ (النساء:۳۵)

اور اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک مُنصِف مرد کے کنبہ سے اور ایک مُنصِف عورت کے کنبہ سے' اگر وہ دونوں (منصف) ارادہ کریں گے صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان' بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہر بات سے خبردار ہے۞

اس طرح دینِ اسلام سرکشی' نفرت اور لڑائی جھگڑے کو ختم کر کے خاندانی نظام کی بنیاد کو قائم ودائم رکھنا چاہتا ہے' اس وجہ سے اسلام نے یہ آخری حربہ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ میاں بیوی دونوں کی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر ہو۔ وہ دونوں ثالث آرام وسکون سے بیٹھیں اور تعصب وجانبداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میاں بیوی کے تعلقات میں ہم آہنگی پیدا کرنے' دونوں خاندانوں کو فساد سے بچانے کے لیے' ان کے بچوں کی زندگی کو تباہی سے بچانے کے لیے ان دونوں کے حق میں بہتر فیصلہ کریں اور حتی المقدور کوشش کریں کہ وہ میاں بیوی کے درمیان اختلافات کو ختم کر کے اتفاق واتحاد اور پیار ومحبت کی زندگی گزارنے پر آمادہ کریں۔

پس اگر تو میاں بیوی دونوں میں اصلاح کی رغبت ہے اور غصہ وغیرہ صرف درستگی کے لیے تھا تو اس صورت میں دونوں کے درمیان موافقت ممکن ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ. (النساء:۳۵)

اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

یعنی جب وہ دونوں آپس میں اصلاح چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی اس آرزو کو پورا فرما دے گا اور ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا' کیونکہ جب انسانوں کے دلوں میں اصلاح کی خواہش پیدا ہو جائے اور وہ اس کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتا ہے۔

دین اسلام اس طرح عورت اور مرد کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور تمام اسلامی اصولوں کا مقصد یہی ہے کہ انسانوں کے درمیان محبت ہو' بالخصوص خاندانی نظام کی حفاظت کا دارومدار ایسی محبت والفت پر ہے۔ یہ تمام بہتری صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہی حاصل ہوتی ہے' جس کے سوا کوئی ہدایت کامل نہیں ہے۔

چھٹی بحث: مسلم گھرانے کے آداب

مسلم گھرانہ انسانی بُردباری اور ہمدردی کی علامت ہے' اس کے خصائص مندرجہ ذیل ہیں:

☆ یہ ایسا گھر ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو مانا جاتا ہے اور ان سے محبت کی جاتی ہے اور جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ یقیناً اس کا ذکر کرتا ہے۔ اسی لیے مسلم گھرانے میں قرآن کریم کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے' مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی وعظ و نصیحت کرتی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں کہ دین سمجھنے کے سلسلے میں حیاء جن کے آڑے نہیں آتی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے:

کچھ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مرد ہمارے مقابلے میں آپ کے پاس زیادہ رہتے ہیں' پس ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر کریں (تا کہ ہم بھی علم سیکھا کریں) تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن کا اُن سے وعدہ کر لیا۔ وہ عورتیں اس دن آپ سے ملیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔

☆ بعض صحابہ کرام حضرت ام سعد بنت الربیع کو روایات سناتے تو آپ ان کی غلطیوں کی تصحیح کرتی تھیں' اسی طرح سیدہ ام الخیر حجازیہ' چوتھی صدی ہجری میں جامع مسجد عمرو بن العاص میں حلقے منعقد کرتیں اور وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں۔

☆ اس سے بڑھ کر حضرت ام شریک الدوسیہ چھپ کر مکہ میں آتیں اور عورتوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں' حتیٰ کہ ان کا یہ معاملہ ظاہر ہو گیا تو ان کو پکڑ کر واپس ان کے علاقے کی طرف بھیج دیا گیا۔

☆ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ فریقین میں اختلاف کے وقت معاملے کو اللہ اور اس کے رسول پر ہی چھوڑا جاتا ہے' اس معاملے میں جس طرح حاکم اور محکوم کو حکم ہے اسی طرح میاں بیوی بھی اس بات کے پابند ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. (النساء:۵۹)

پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اس کے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔

پس یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اختلافِ رائے کے وقت معاملہ صرف اور صرف اللہ

اور اس کے رسول پر ہی چھوڑا جائے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ایک مسئلے میں حضرت عمر بن الخطاب سے میرا جھگڑا ہو گیا' وہ یہ کہ حاملہ عورت کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو اس کی عدت کتنی ہو گی؟ پس میں نے کہا کہ جب وضعِ حمل ہو جائے تو وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے' اگر چہ چار ماہ دس دن نہ بھی گزرے ہوں۔ تو ام طفیل نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے سبیعۃ الاسلمیۃ کو وضعِ حمل کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

تو اس مسئلہ میں جب حدیثِ رسول مل گئی تو مسئلہ حل ہو گیا۔

☆ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں اور احکام پر عمل کرنے سے خاندان میں یگانگت اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.	میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں' تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فرامین سے بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

☆ اسلامی گھرانے کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس میں لازمی طور پر ایک چھوٹی سی اسلامی لائبریری بھی ہو' جس میں قرآن پاک' تفاسیر' کتبِ سیرت' کتب فقہ اور آداب واخلاق کی کتابیں ہوں' تا کہ ہر مسئلہ میں ان اسلامی کتب سے استفادہ کیا جائے۔

☆ اسلامی گھرانہ ایک منظم ادارہ ہے' جس کی قیادت مرد کو سونپی گئی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ. (النساء:۳۴)	مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر۔

پس عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔

ایک عورت کا باپ قریب المرگ تھا اور شوہر بھی گھر پر نہ تھا' جس وجہ سے وہ اپنے باپ کو نہ مل سکی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تیرے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو بخش دیا ہے۔ یعنی تو شوہر کی عدم موجودگی میں بغیر اجازت کے گھر سے نہیں نکلی۔

☆ مسلم گھرانہ پُرسکون آشیانہ ہوتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمان:۱۹)

اور دھیمی کر اپنی آواز' بے شک سب سے وحشت انگیز آواز گدھے کی آواز ہے ۝

حتیٰ کہ ایسا سکون ہونا چاہیے کہ زیادہ اونچی آواز سے قہقہہ بھی نہیں لگانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ خوشی کے موقع پر زیادہ تر مسکرایا ہی کرتے تھے اور کبھی کبھار اتنا ہنستے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندرونی دانت نظر آتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ عزت والے تھے' آپ ایک مرد تھے لیکن بہت زیادہ ہنستے اور قہقہے نہیں لگاتے تھے بلکہ صرف مسکراتے تھے۔

☆ مسلم گھرانہ ہنسی خوشی رہتا ہے اور ہر مسئلے اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا جاتا ہے' اس لیے اس میں کوئی بھی چہرہ مایوسی کی علامت نہیں ہوتا' ہر معاملے میں اہل خانہ کا شعار یہی ہوتا ہے اور تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا صدقہ ہے۔ بے شک خندہ پیشانی سے ملنا مشکلات اور مصائب کو حل کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مزاح بھی کیا کرتے تھے' لیکن حق بات ہی کہتے تھے اور سچی بات ہی کرتے تھے' جب کہ آج کل مزاح میں جھوٹ بولا جاتا ہے' یہ غلط طریقہ ہے۔

☆ کسی حد تک کھیل کود بھی مدد دیتی ہے' جیسے فٹ بال اور شکار کی تربیت وغیرہ اور اس میں نَرد' شطرنج اور ہر وہ کھیل جو قمار اور جوئے میں آتا ہے وہ منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ کام جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا وہ لھو ولعب ہے' مگر چار چیزوں کی اجازت ہے' شوہر کا اپنی بیوی سے کھیلنا' آدمی کا اپنے گھوڑے کو سُدھارنا' اپنی ضرورت کے لیے پیدل چلنا اور تیراکی سیکھنا۔

☆ مسلم گھرانے کی عورتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ کردہ احکامات پر راضی ہوتی ہیں حتیٰ کہ تعددِ ازواج پر بھی راضی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہر رات اس گھر میں جمع ہوتیں جہاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رات گذارنا ہوتی تھی اور کبھی رات کا کھانا اکٹھے ہی کھاتیں اور پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔

☆ مسلم گھرانے کے تمام امور میں وسعت نظری ہوتی ہے۔ ان کے افکار' اقتصادی

معاملات اور باہمی امور میں آسانی کا پہلو ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جن دو اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا جاتا ہے آپ ان میں سے آسان کو اپناتے ہیں۔ وسعت نظری سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا جائے' بلکہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر ادا کیا جائے اور عاجزی وانکساری سے کام لیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۝ اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہیں۝ (سباء:۱۳)

وسعت اور خوشحالی کے دوران اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ اصلی ریشم کا بستر بچھایا جائے یا سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھایا پیا جائے۔ ایسا کرنا فضول خرچی اور حرام ہے۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا اور ریشمی کپڑے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (بخاری) اسلام اس سے منع نہیں کرتا کہ ریشمی کپڑے سے پھول بنائے جائیں یا کڑھائی کی جائے' بلکہ عام کپڑوں پر ریشم کی تار سے کڑھائی کرنی جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم سے روکا ہے سوائے اتنے کے اور دو انگلیوں سے اشارہ کیا' یعنی دو انگلیوں کی مقدار استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

☆ مسلم گھرانے کی عورتوں کو چاہیے کہ وہ زیور بھی ایسا استعمال کریں جو یہود ونصاریٰ سے مشابہت نہ رکھتا ہو' مثلاً وہ حلقہ نما زیور جس کے اندر دوسری دھاتیں وغیرہ بھری جاتی ہیں یعنی بیچ میں لوہا یا پیتل ہوتا ہے اور اوپر سونے کا خول چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا زیور یہودیوں کی عورتیں پہنتی تھیں' لہٰذا ایسے زیور سے منع کیا گیا ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے' بہرکیف زیور خالص سونے یا خالص چاندی کے ہی پہننے بہتر ہیں۔ مسلم زرگروں کو بھی چاہیے کہ وہ ایسے زیور بنائیں جو سنت کے مطابق ہوں۔

☆ مسلمان عورت اپنے زیورات کی زکوۃ بھی ادا کرتی ہے' اگر ان کا وزن مطلوبہ معیار

تک پہنچ جائے۔ مثلاً سونا اگر بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولے ہو اور چاندی اگر دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے ہو' تو اس پر سال کے بعد اڑھائی فیصد زکوٰۃ دینی ضروری ہے۔

☆ کیا یہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اس مسئلے میں علماء وفقہاء کی مختلف آراء ہیں' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابن حزم کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر تو زیور صرف زیب وزینت کے لیے ہے تو پھر زکوٰۃ دینا مستحب ہے اور اگر زیور مال جمع کرنے کی نیت سے رکھا ہوا ہے تو پھر اس زیور پر زکوٰۃ دینی واجب ہے' جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر دو صورتوں میں زکوٰۃ دینی واجب ہے' کیونکہ سونا اور چاندی اصل مال ہیں۔ ہمارا عمل بھی اسی فتویٰ پر ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں دو عورتیں آئیں' جنہوں نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کہا: کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں دوزخ کی آگ کے کنگن پہنائے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں' آپ ﷺ نے فرمایا: پس تم ان کا حق ادا کیا کرو یعنی ان کی زکوٰۃ دیا کرو۔

☆ مسلم گھرانے میں بچوں کی تربیت بھی اسی طرح کی جاتی ہے کہ وہ بھی صدقہ دیں اور اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کریں تاکہ بڑے ہو کر وہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی صدقات و خیرات دیتے رہیں' بلکہ یہاں تک تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی بندہ صدقہ خیرات کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اپنے ہاتھ سے کمائے اور استطاعت کے مطابق صدقہ و خیرات کرے۔ حضرت ابومسعود انصاری فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی ایک بازار چلا جاتا اور وہاں مزدوری کرتا تو جو اُجرت اسے ملتی وہ صدقہ کر دیتا اور کوئی شخص ہزاروں درہم اللہ تعالیٰ کے رستے میں خیرات کرتا۔ بہرکیف یہ ضروری نہیں کہ بہت زیادہ مال ہی صدقہ کیا جائے۔ یہ ہر شخص کی استطاعت کے مطابق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ

کیا اس کو اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے جس طرح تم دیوار کو بڑھاتے ہو حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی قبول فرماتا ہے۔

☆ اور اگر خاوند غریب ہو اور بیوی مال دار ہو یعنی بیوی کے پاس وراثت کا مال ہے یا اس کے خاندان کی طرف سے دیئے گئے تحفوں کا مال ہے یا اس کا خود کمایا ہوا مال ہے تو اس مال دار عورت کے لیے سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کو مال دے۔

حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیورات سے ہی کرو۔

زینب ثقفیہ کہتی ہیں کہ میں (اپنے شوہر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ تنگ دست ہیں لہٰذا آپ جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر آئیں کہ کیا میرا آپ کو صدقہ دینا جائز ہے؟ ورنہ میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو دے دوں تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: تم خود ہی جاؤ۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں جب لوٹی تو ایک انصاری عورت بھی رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر موجود تھی اور اس پر خوف طاری تھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ہم نے انہیں کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں بتائیں کہ دروازے پر دو عورتیں ہیں جو آپ سے پوچھتی ہیں کہ کیا ہماری طرف سے اپنے خاوندوں اور گود لیے یتیم بچوں کو صدقہ دینا جائز ہے؟ اور اے بلال! ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ پس حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور مسئلہ پوچھا' تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ بلال عرض کرتے ہیں: ایک انصاری عورت ہے اور دوسری حضرت زینب ہیں' تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ کون سی زینب ہے؟ حضرت بلال عرض کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ کی بیوی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ صدقہ کرنے میں ان دونوں کے لیے دو اجر ہیں: قریبی رشتہ داری کا اجر اور صدقہ کا اجر۔ (متفق علیہ)

مسلم گھر صاف ولطیف ہوتا ہے

مسلمان کا گھر صاف ستھرا اور آراستہ ہوتا ہے' اس میں کسی قسم کی گندگی اور کوڑا کرکٹ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم یہودیوں سے مشابہت اختیار نہ کرو کیونکہ یہود کوڑا کرکٹ گھر کے صحن میں ہی رکھ دیتے ہیں۔

صفائی وستھرائی کے ساتھ ساتھ مسلم گھر موذی حشرات سے بھی پاک ہونا چاہیے۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلیوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو مارا اس کے لیے سو نیکیاں ہیں اور جس نے دوسری ضرب سے مارا اس کے لیے مزید کم نیکیاں ہیں۔ (مسلم) اس سے معلوم ہوا کہ موذی حشرات کو گھر سے ختم کر دینا چاہیے تاکہ خاندان کے کسی فرد کو ان سے نقصان نہ پہنچے' اور ان کو مارنے کے بارے میں بھی کہا گیا ہے۔

موذی حشرات کی کثرت کو روکنے کے لیے ہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برتن صاف کیا کرو اور برتن میں کچھ کھانا چھوڑنے سے منع فرمایا' اور اسی طرح کھانے کو زمین پر گرنے سے بھی منع فرمایا تاکہ موذی حشرات کو غذا نہ ملے جس سے وہ بھاگ جائیں گے اور ان کی تعداد میں بھی اضافہ نہیں ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو چاٹتے اور فرماتے: جب تمہارے کھانے سے کچھ زمین پر گر جائے تو اسے اٹھا لو اور صاف کر کے کھا لو اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑو اور پلیٹ صاف کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کس کھانے میں برکت ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۰۲)

کھانے کے بعد اگر انگلیوں کو نہ چاٹا جائے اور ان سے چکناہٹ اور کھانے کے ذرات دور نہ کیے جائیں تو جس چیز کو بھی ہاتھ لگایا جائے گا اس پر سالن وغیرہ کا داغ لگ جائے گا' اب جب کہ چمچیاں استعمال کی جاتی ہیں ان کے بارے میں بھی یہی احتیاط کرنی چاہیے کہ وہ صاف ہوں۔ اگر ان پر کوئی کھانا وغیرہ لگا ہوا ہوگا یا برتنوں میں کھانا رہ جائے گا تو اس سے حشرات الارض پھیلیں گے جو نقصان اور ضرر کا باعث بنتے ہیں۔

مسلم گھر وسیع ہوتا ہے

رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے: اے اللہ! میرے گھر میں وسعت فرما اور میرے رزق میں برکت فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا: چار چیزیں خوش بختی سے ہیں: نیک عورت' کھلا گھر' اچھا ہمسایہ اور پُرسکون سواری اور چار چیزیں بدبختی سے ہیں: بُرا ہمسایہ' بدعورت' بُری سواری اور تنگ مکان۔ اس کو احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

اسلام میں بچوں کے بستر الگ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور جب وہ دس برس کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو انہیں مارو اور ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دو۔

مسلم گھرانے میں کام کی تقسیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کا کام اپنی ماں حضرت فاطمہ بنت اسد اور اپنی زوجہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ پس وہ اپنی ماں سے کہتے کہ میری زوجہ پانی بھرے گی اور دیگر ضروری کام کرے گی اور آپ گھر کے اندر کا کام یعنی آٹا پیسیں گی۔ اسی طرح اگر گھر کا کام تمام گھر کے افراد میں بانٹ دیا جائے تو ہر کام وقت پر ہو گا اور لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ پس نوجوان لڑکیوں کو چاہیے کہ وہ گھر کے داخلی امور سرانجام دیا کریں اور بڑی عمر کی عورتوں کو چاہیے کہ وہ گھر سے باہر کے کام اپنے ذمہ لیں۔ اسی میں پردہ داری اور پاکیزگی ہے۔

مسلم گھرانہ تقویٰ پر قائم ہوتا ہے

مسلم گھرانے میں حرام سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے اور حرام کے لقمے سے ایسے ہی ڈرایا جاتا ہے' جس طرح اژدھا سے ڈرایا جاتا ہے۔ مسلمان عورت ہمیشہ اپنے خاوند کو یہی کہتی ہے کہ وہ اپنی کمائی میں رائی کے برابر بھی حرام کی ملاوٹ نہ کرے' بھوکے سونا منظور ہے لیکن حرام کا لقمہ منظور نہیں ہے' یہی خالص اور دینی حِس ہے اور یومِ آخرت پر یقین کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ اشیاء ہیں جنہیں بہت سے مسلمان نہیں جانتے۔ پس جو ان مشتبہ اشیاء سے بچ گیا' اس نے اپنے دین

اور اپنی عزت کو بچالیا اور جوان مشتبہ اشیاء میں گھر گیا' اس کی مثل اس چرواہے کی سی ہے جو کسی چراگاہ کے گرد بکریاں چرا رہا ہو اور ڈر ہو کہ ابھی بکریاں چراگاہ میں گھس جائیں گی۔ خبردار ہر بادشاہ کی کچھ حدود ہیں۔ زمین میں اللہ تعالیٰ کی حدود اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جب یہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور اگر یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ (بخاری)

مسلم گھرانہ معتدل مزاج کا ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ (المائدہ:۵۴)

جو نرم ہوں گے ایمان داروں کے لیے' بہت سخت ہوں گے کافروں پر۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء:۲۱۵)

اور آپ نیچے کیا کیجئے اپنے پَروں کو ان لوگوں کے لیے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اہل ایمان سے O

مسلم گھرانے میں غرور و تکبر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء:۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اس کو جو مغرور ہو فخر کرنے والا ہو O

مسلمان عورت بازار سے خریدے ہوئے سامان کو خود اٹھانا بُرا نہیں سمجھتی۔ اسی طرح اگر وہ قدرت رکھتی ہو تو وہ اپنا ہر کام خود سرانجام دیتی ہے اور اپنی چیزوں کو خود ہی اٹھاتی اور رکھتی ہے' کیونکہ فرمانِ نبوی ہے: کسی چیز کا مالک اسے خود ہی اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

مسلم گھرانے میں سب نماز پڑھتے ہیں

مسلم گھرانے کا ہر فرد نمازی ہوتا ہے اور اگر بچے نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر نماز پڑھائی جاتی ہے' جس طرح ہوم ورک (Home Work) نہ کرنے پر سزا دی جاتی ہے' کیونکہ ارشاد نبوی ہے: سات برس کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس برس کے بچوں کو (نماز ترک کرنے پر) مارو۔

بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو گھر کے ہر فرد کو نماز پڑھتا دیکھ کر نماز کا عادی ہو جاتا ہے' لیکن جب بُرے معاشرے کی ہوا لگتی ہے تو اس میں برائیاں پیدا ہو جاتی ہے۔ صحیح اسلامی

معاشرے میں بے نمازی کو برداشت نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ لعنتِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی بے نمازی بناتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:١٠٣)
بے شک نماز مومنوں پر فرض کی گئی ہے اپنے اپنے وقتوں پر○

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ:١٣٢)
اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیں۔

کیا یہ سب سے بڑا گناہ نہیں ہے کہ جب ہمیں کوئی بادشاہ یا صدر ملاقات کی دعوت دیتا ہے تو ہم خود تیار ہو کر بن سنور کر وقت سے پہلے ہی اس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں' لیکن وہ رب جو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے اس نے بھی دن میں پانچ مرتبہ اپنی ملاقات کا وقت مقرر کیا ہے اور جب مؤذن اذان دے کر ہمیں ملاقات کا وقت یاد دلاتا ہے تو ہم اپنے رب سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے؟

اس کے باوجود وہ رب ہم پر پھر بھی مہربانی اور رحم کرتا ہے۔نماز کے احکام سیکھنا بھی ضروری ہے جو بہت آسان ہیں اور اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔نماز کے لیے طہارت و پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف:٣١)
پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت۔

نماز کے لیے بندے کو ایسے ہی زیب و زینت کرنی چاہیے جیسا کہ وہ کسی بادشاہ کو ملنے جا رہا ہے۔دن میں پانچ مرتبہ نماز کا عمل دہرایا جاتا ہے۔اس میں ہر نیک اور ہر بد انسان اپنے لیے گناہوں سے مغفرت حاصل کرتا ہے اور گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا کرتا ہے' جس سے معاشرہ برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔اس کام کے لیے کسی سپاہی اور فوجی کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح ہر نمازی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے اور اپنے لیے' اپنے خاندان کے لیے اور اپنی قوم کے لیے نیک تمناؤں اور اچھائی کی توفیق مانگتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کی اخلاقی اور جسمانی طہارت و نظافت کا معیار نماز ہے۔پس جو نماز کا تارک ہے وہ اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے بھی پاکیزہ نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر سامنے دریا ہو جس میں وہ

روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: اس پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی ایسے ہی ہے' اللہ تعالیٰ ان سے گناہ دھوڈالتا ہے۔

مسلمان عورت دل کی صاف ہوتی ہے

مسلم عورت ہرگز نہیں چاہتی کہ اسے کوئی غیر مرد دیکھے' چاہے وہ نیک ہو یا بد بلکہ مردوں کے جھانکنے کو وہ سخت ناپسند کرتی ہے' جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی کے ایک سوال کے جواب میں کہا' جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کون سی چیز عورت کو زیادہ پسند ہے؟ تو حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ نہ ہی عورت کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ ہی کوئی مرد اُسے دیکھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوش ہو کر انہیں سینے سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (آل عمران:۳۴)

یہ ایک نسل ہیں' بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ۝

امام بخاری نے صحابی عورتوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح پردہ کرتی ہوئیں اور اپنے جسم کو چھپاتی ہوئیں مسجد کو جاتی اور آتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھاتے تو وہاں کچھ مومن عورتیں بھی موجود ہوتیں جو اپنی اوڑھنیوں سے اپنے جسم کو ڈھانپے ہوئے ہوتیں' پھر وہ عورتیں اپنے گھروں کو لوٹتیں اور کوئی بھی انہیں نہ پہچانتا۔ (بخاری)

دین اسلام نے پردہ کا حکم دے کر زنا اور انتشار کا راستہ ہی بند کر دیا ہے۔ جب عورتیں بے پردہ ہو کر نکلیں تو ہر آدمی کی نگاہ ان پر پڑتی ہے جس سے ان کی زینت اور خوبصورتی عیاں ہوتی ہے اور مردوں کے دلوں میں خواہشات جنم لیتی ہیں جو بُرائی اور زنا کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

اسلام نے عورت کو اپنا پورا جسم ڈھانپنے اور پردہ کرنے کا حکم دیا ہے' اگر عورت بے پردہ ہو کر' نیم عریاں لباس پہن کر اپنی زیب و زینت کو عیاں کر کے بازار میں نکلے گی تو لامحالہ وہ بُرائی کی دعوت دے رہی ہوگی۔

مسلم گھرانہ ہدایت کا مینارہ ہے

مسلم گھرانہ ہدایت و روشنی کا سرچشمہ ہوتا ہے، جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ. (الاحزاب:۳۳)

اور ٹھہری رہو گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو۔

آیت کے اس حصے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. (الاحزاب:۳۴)

اور یاد رکھو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ذکر کیا جاتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، اور پھر اس کے مطابق زندگی ڈھالنے کی تربیت ہوتی ہے جس وجہ سے مسلم گھرانہ ہدایت و روشنی کا مینارہ ہوتا ہے۔

یہ ہے مسلم گھرانہ!

مسلم گھرانہ جس کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ حقیقتاً پورے معاشرے کے لیے امن اور سلامتی کا پیغام ہوتا ہے اور رحمتوں اور برکتوں کا گہوارہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

ساتویں فصل

اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق و فرائض

یہ فصل مندرجہ ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

تمہید : اسلام میں بچوں کی دیکھ بھال کی اہمیت
پہلی بحث : منصوبہ بندی اسلام اور سائنس کی روشنی میں
دوسری بحث : اسلام میں نوزائیدہ بچے کے احکام
تیسری بحث : والدین پر اولاد کے حقوق

تمہید: اسلام میں بچوں کی دیکھ بھال کی اہمیت

بچہ ایامِ طفولیت میں ہی عقل وادراک اور عادات واطوار دیکھتا ہے۔ مرحلۂ طفولیت سات برس کی عمر تک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: تمہاری اولاد جب سات برس کی ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں (تو نماز نہ پڑھنے پر) انہیں سزا دو۔

اس عمر میں بچے کی سوچ پختگی کی طرف بڑھتی ہے۔ وہ ممکن اور غیر ممکن میں تمیز کر سکتا ہے۔ تخیلات اور واقعات میں فرق کر لیتا ہے' لہٰذا اس عمر میں بچہ زیادہ تربیت کا محتاج ہوتا ہے' اگر اس کو صحیح راستے پر نہ ڈالا جائے تو وہ بگڑ سکتا ہے۔

پہلی بحث: منصوبہ بندی اسلام اور سائنس کی روشنی میں

تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے اقتصادی ماہرین اور مفکرین آئندہ آنے والی نسلوں کے بارے میں سوچ بچار میں پڑ گئے کہ اگر اسی تناسب سے آبادی بڑھتی رہی تو آنے والی نسلیں اچھی خوراک' رہائش اور بہتر زندگی گزارنے کا خواب کبھی پورا نہیں کر سکیں گی۔ پس مفکرین اس نتیجہ پر پہنچے کہ پیدائش کو محدود کیا جائے تاکہ نسل انسانی موجودہ وسائل کو استعمال کر کے اچھی زندگی بسر کر سکے۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۲ ص ۵۵-۶۰-۷۲-۷۵)

نسلِ انسانی کو محدود کرنے کا یہ سلسلہ دورِ قدیم سے انسان نے اپنایا اور انسانوں کے مختلف گروہوں میں مختلف طریقے سے رائج رہا' لیکن کسی معاشرے اور ملک میں وسیع پیمانے پر منصوبہ بندی کی دعوت یورپ میں اٹھارھویں صدی کے آخر میں دی گئی اور پہلا شخص جس

نے اس کی طرف بلایا وہ انگلستان کا ایک ماہرِ اقتصادیات ''مالتوس'' ہے۔ اس نے اس موضوع پر 1798ء میں ایک مقالہ لکھا' جس کا عنوان تھا: آبادی میں اضافہ اور مستقبل میں معاشرتی ترقی پر اس کا اثر۔

مالتوس نے منصوبہ بندی کے لیے اخلاقی وسائل اپنانے کا طریقہ بتلایا' مثلاً رہبانیت اختیار کر کے' یعنی سرے سے شادی ہی نہ کی جائے یا شادی تاخیر سے کی جائے تاکہ نسل انسانی میں اضافہ نہ ہو جس سے قومی و معاشرتی ترقی پر بُرا اثر پڑے۔

پھر اس کے بعد یورپ اور امریکہ میں بے شمار دانشور اور ادیب اس میدان میں آئے اور اقتصادی وجوہات کی بناء پر منصوبہ بندی کی اہمیت بیان کی' حتیٰ کہ پوری دنیا میں یہ بات مشہور ہو گئی اور اسی طرح اسلامی اور عرب دنیا میں بھی کچھ لوگوں نے اس کی اہمیت پر زور دیا اور مؤقف یہ اختیار کیا کہ اس سے میاں بیوی پر سے بوجھ ہلکا ہو گا اور تھوڑے بچوں کی بہتر تربیت ہو سکے گی۔

اس موضوع پر ہم آگے چل کر شرعی اور طبی نقطۂ نظر سے بحث کریں گے۔

اصل مقصد شریف اولاد کا حصول ہے

عورت اور مرد کا جنسی خواہش پوری کرنا فطری عمل ہے' لیکن اس فطری خواہش کو اصول وضوابط کے دائرے میں رہ کو پورا کرنا معاشرے کو بُرائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر دین اور شریعت میں شادی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پھر شادی کرنے کے دو بنیادی مقاصد ہیں' پہلا یہ کہ جائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا اور دوسرا اولاد کا حصول ہے جس سے نسل انسانی کی بقاء' خاندان میں اضافہ اور امت کی کثرت مقصود ہے۔ ان دونوں مقاصد میں سے کوئی بھی مقصد ہو' چاہے عفت و پاکیزگی ہو یا حصولِ اولاد ہو اس کا اپنی اپنی جگہ اجر اور ثواب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا جماع کرنا صدقہ ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا جب ہم میں سے کسی کو شہوت آتی ہے تو اس پر ثواب ہوتا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ جب وہ اپنی شہوت حرام جگہ استعمال کرے گا تو اس کو گناہ نہ ہو گا؟ اسی طرح جب وہ شہوت کو حلال جگہ استعمال کرے گا تو اس کو اجر ملے گا؟

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو خبردار کیا ہے کہ وہ جائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے وقت شریف اولاد کے حصول کو مدِنظر رکھیں' اسی وجہ سے رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ہم بستری کی اجازت دی گئی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ. (البقرہ:۱۸۷)

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا' وہ تمہارے لیے پردۂ زینت وآرام ہیں اورتم ان کے لیے پردۂ زینت وآرام ہو' جانتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم خیانت کیا کرتے تھے اپنے آپ سے' پس اس نے نظرِ کرم فرمائی تم پر اور معاف کر دیا تمہیں' سو اب تم ان سے ملو ملاؤ اور طلب کرو جو (قسمت میں) لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے۔

مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہی ہے کہ نیک اولاد کی طلب کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے افزائشِ نسل کی حد بھی بیان فرمائی۔ ارشاد ہے:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (البقرہ:۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو اور پہلے پہلے کرلو اپنی بھلائی کے کام اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ تم ملنے والے ہو اس سے اور (اے حبیب!) خوشخبری دو مؤمنوں کو ۝

اس میں فرمایا گیا ہے: ''حرث لکم''۔ اس میں عورت کو کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ یہ اولاد کی پیدائش کی جگہ ہے۔

آگے فرمایا: ''وقدموا لانفسکم''۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں' قرطبی کہتے ہیں: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ چیز پیش کرو جس کا تمہیں کل فائدہ ہوگا۔ اس کی تصریح اللہ تعالیٰ

نے یوں فرمائی:

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ (البقرہ:۱۱۰)	اور خیر میں سے جو کچھ تم آگے بھیجتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تم پاؤ گے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ اپنے لیے اطاعت و فرمانبرداری اور عمل صالح آگے بھیجو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اولاد اور نسل انسانی ہے کیونکہ اولاد سے دنیا و آخرت میں بہتری کی امید ہے۔ چھوٹی اولاد آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کرتی ہے اور والدین کی وفات کے بعد نیک اولاد جوان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے' اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن نیک بندوں کی تعریف کی ہے جو نیک بیوی اور صالح اولاد کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ○ (الفرقان:۷۴)	اور وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! مرحمت فرما ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پرہیزگاروں کے لیے پیشوا ○

اسلام نے یہ حکم بتایا ہے کہ اولادِ صالح اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ثواب میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ کے' یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد کے جو اس کے لیے دعا کرے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۹۳) اس پر مزید اضافہ یہ ہے کہ انسان کی اولاد بڑھاپے اور بیماری میں اس کی دیکھ بھال کرتی ہے اور اس سے شفقت سے پیش آتی ہے۔

خاندان کی نشوونما سے ہی امت میں اضافہ ممکن ہے

کوئی بھی قوم اس وقت انحطاط اور کمزوری کا شکار ہوتی ہے جب اس میں مرنے والوں کی تعداد پیدا ہونے والوں سے بڑھ جائے۔ اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہے' مثلاً جنگ کی وجہ سے' قحط کی وجہ سے یا مہلک وبائی امراض کی وجہ سے' ان وجوہات کی بناء پر اُس قسم کا

معیارِ زندگی کمزور ہوتا چلا جاتا ہے جس سے وہ ہلاکت کی طرف بڑھتی ہے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ نسل انسانی کثرت اور صحیح نشوونما ازدواجی نظام کے ذریعے ہی ممکن ہے جس میں میاں بیوی اپنی اولاد کے متعلق تمام ضروریات کا شعور رکھتے ہوں۔ پس اس لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو شادی کرنے پر اُبھارا جائے اور ناجائز تعلقات سے روکا جائے تا کہ نسلِ انسانی کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے اسی وجہ سے امت میں کثرت کا رجحان بڑھے گا۔

ڈاکٹر محمد سعید رمضان السیوطی اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں: نسل انسانی کی افزائش کو روکنا اور اس کو کم کرنا نکاح کے اصل مقصد کے منافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو اپنے وسائل اور اپنی طاقت کے مطابق انفرادی طور پر ضرورت کی بناء پر اپنی اولاد کی حد بندی کرنے کی اجازت دی ہے۔ جب کہ عام حکم اپنی اصل پر قائم ہے کہ افزائش نسل کو روکنا منع ہے۔

اور لکھتے ہیں: مغربی مفکرین جو بے جا خاندانی منصوبہ بندی کے لیے ہم پر زور دیتے ہیں اس میں وہ یہ چاہتے ہیں کہ اہل مشرق کی تعداد اور آبادی کم ہو جس سے ان میں سائنس اور انفارمیشن کی ترقی نہیں ہوگی اور یہ پیچھے ہی رہیں گے جس سے ان پر مغرب کا غلبہ رہے گا اور دنیا کی زمامِ قیادت بھی مغرب کے ہاتھ میں ہی رہے گی۔

''آرتھر کورمان'' مغرب کے مقاصد سے یوں خبردار کرتا ہے:

منصوبہ بندی سے اہلِ مشرق کی تعداد کم ہوگی اور اہل مغرب کا استعمار ان پر مضبوط تر ہوگا اور جدید ٹیکنالوجی سے آشنا نہ ہونے کی وجہ سے اہل مشرق ہمیشہ مغرب کے محتاج رہیں گے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن کے رہ جائے گی حتیٰ کہ سفید فام ہی ہمیشہ ان کے حاکم رہیں گے۔

دوسری بحث: اسلام میں نوزائیدہ بچے کے احکام

جب بچہ پیدا ہو تو اس کے بارے میں دین اسلام جو احکام مرتب کرتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ولادت کے بعد بچے کے لیے دعا کرنا۔۔۔۔ اور کھجور چبا کر بچے کو گھٹی کے طور دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (نومولود

بچوں کو لایا جاتا) تو ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور کھجور چبا کر گھٹی دیتے۔ کھجور چبا کر بچے کو گھٹی کے طور پر دینا سنتِ طیبہ ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱'المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۱۵۰' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۲)

(۲) نومولود بچے کے کان میں اذان دینا

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو آپ نے ان کے کان میں نماز کی اذان دی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ دائیں کان میں اذان دیا کرتے تھے۔

مسئلہ: بچہ ہو یا بچی ان کے دائیں کان میں اذان کہنی چاہیے اور بائیں کان میں اقامت کہنی چاہیے۔

(۳) اچھا نام رکھنا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی' میں اسے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لایا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کا نام ابراہیم رکھا' پھر کھجور چبا کر اس کے منہ میں رکھی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی' پھر مجھے وہ بچہ لوٹا دیا۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ بچے کا نام جلدی رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عقیقہ کرنا بچے کا حق ہے' ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۱۸۴) اس حدیث میں ساتویں دن نام رکھنے کی دلیل ہے' لیکن پہلے دن رکھا جائے یا ساتویں دن رکھا جائے' کوئی حرج نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۶۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس طرح کے نام رکھنا زیادہ پسندیدہ ہیں یا جو نام دوسری احادیث میں وارد ہوئے ہیں لیکن بُرے نام اور بتوں کے نام رکھنا منع ہے۔

(۴) عقیقہ کرنا

یہ نوزائیدہ بچے کی طرف سے قربانی اور خون بہانا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری۔ (صحیح

الجامع الصغیر رقم الحدیث:۴۱۰۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے' ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۴۱۸۴)

فقہاء کرام کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ بچے کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اگر ساتویں دن انتظام نہ ہو سکے تو چودھویں دن کرلیں یا اکیسویں دن کرلیں کوئی حرج نہیں۔ بچے کی طرف سے جو جانور ذبح کیا گیا ہے' اس کا گوشت خود بھی کھائیں' دوست احباب اور رشتہ داروں کو بھی دیں اور غرباء و مساکین میں صدقہ بھی کریں۔

اگر کسی کا عقیقہ بچپن میں نہ ہوسکا تو بعد میں کرلیا جائے یا وہ بڑا ہوکر خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے' چار مہینے سے زیادہ کا حمل اگر ضائع ہو گیا تو اس کی طرف سے بھی عقیقہ جائز ہے' کیونکہ حمل کے چوتھے مہینے بچے میں روح آجاتی ہے' لیکن چار مہینے سے پہلے اگر حمل ساقط ہو گیا تو اس کی طرف سے عقیقہ نہیں ہوگا کیونکہ اس میں روح نہیں آتی۔

جب کوئی بچہ فوت ہو جائے تو والدین کو اس پر صبر کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اس کا بہتر اجر ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو فرمایا: تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں وہ اس کے لیے دوزخ کے درمیان آڑ بن جائیں گے۔ ایک عورت بولی: یارسول اللہ! اور اگر دو ہوں؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! اگرچہ دو ہوں (تب بھی دوزخ کے سامنے پردہ بن جائیں گے)۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۵۸۰۵)

(۵) ساتویں دن سر منڈوانا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی غرباء و مساکین میں صدقہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عقیقہ کرنا بچے کا حق ہے' ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۵۸۰۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ کو فرمایا: اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی مساکین میں صدقہ کرو۔

(الارواء ج ۴ ص ۴۰۲۔ رقم الحدیث:۱۱۷۵)

حضرت ابن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب حضرت فاطمہ کے ہاں حسن کی پیدائش ہوئی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے بیٹے کی طرف سے خون بہا کر عقیقہ کروں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں' بلکہ اس کا سر منڈاؤ اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی' غرباء ومساکین میں صدقہ کرو۔ (الارواء ج۴ص۴۰۳)

اس حدیث میں جو رسول اللہ ﷺ نے عقیقہ نہ کرنے کے بارے میں کہا' وہ اس لیے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کر کے عقیقہ کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کر کے عقیقہ کیا تھا۔
(سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۵)

(۶) ختنہ کرنا

یعنی حشفہ کے آگے جو جلد کا حصہ بڑھا ہوا ہوتا ہے اس کو کاٹ دیا جاتا ہے' کیونکہ اس میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے' جو بیماریوں کا باعث بنتا ہے' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد استبراء حاصل ہو جاتا ہے' یعنی آلہ تناسل سے سارا پیشاب باہر نکل آتا ہے اور کوئی قطرہ اندر نہیں رہتا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک مذکر کا ختنہ کروانا واجب ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطری ہیں: ختنہ کرنا' شرمگاہ کے بال صاف کرنا' مونچھیں پست کرنا' ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۲۸۸۔۵۹۰۶)

(۷) والدین کی ذمہ داری ہے کہ بچے کو نظر لگنے سے بچائیں کیونکہ نظر لگنا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نظر لگنا حق ہے' اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جائے تو وہ نظر لگنا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۱۴۷) رسول اللہ ﷺ حسن وحسین کو یہ دم کیا کرتے تھے: "اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ. میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان' بدفالی اور بدنظر کے شر سے"۔

اور فرماتے کہ تمہارے باپ (ابراہیم) بھی انہی کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق کو دم کیا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۳)

(۸) جب بچہ باتیں کرنا شروع کرتا تو ہمارے بزرگ اپنے بچوں کو خیر کے کلمات اور کلمہ توحید سکھایا کرتے تھے اور جب بچے بڑے ہوتے تو انہیں قرآن پاک حفظ کروایا کرتے تھے بعض بچے دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا کرتے تھے لہٰذا بچوں کو شروع سے ہی قرآن کی تعلیم کی طرف راغب کرنا چاہیے۔

(۹) والدین کو چاہیے کہ وہ لڑکیاں پیدا ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر اعتراض نہ کریں کیونکہ وہی خالق و مالک ہے جو بیٹے بھی عطا فرماتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص کو بچیاں دے کر آزمایا گیا پس اس نے بچیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو وہ بچیاں اس کے لیے دوزخ کے آگے حجاب ہوں گی۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۵۹۳۲)

اسی طرح جس شخص کے ہاں مطلقاً اولاد نہ ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔

تیسری بحث: والدین پر اولاد کے حقوق

ازدواجی زندگی کے مقاصد میں سے اصل مقصد نسل انسانی کی بقاء ہے اولاد کی رغبت عورت اور مرد دونوں کے دلوں میں یکساں ہوتی ہے۔ ہر انسان اولاد کی صورت میں اپنے نام کی بقاء اور دوام کا خواہش مند ہوتا ہے۔قرآن پاک میاں بیوی کے ملاپ کو نسل کشی کی علت قرار دیتا ہے۔(الاسرۃ فی الاسلام ص ۷۳۔۷۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ. (البقرہ:۲۲۳)　تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔

کھیتی وہ جگہ ہے جہاں بیج ڈالا جاتا ہے اور نباتات اگتی ہیں۔اسلام نے اولاد کو نعمت شمار کیا ہے جس سے انسان کی زندگی میں وجاہت اور سعادت وخوش بختی پیدا ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (الکہف:۴۶)　مال اور فرزند (تو صرف) دنیوی زندگی کی زیب وزینت ہیں۔

یہ ایسی نعمت ہے جس پر شکر بجالانا ضروری ہے اور دینے والے کی حمد وثناء لازمی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک نے ایسے لوگوں کو دھمکی دی ہے کہ جن کو یہ نعمت دی گئی اور انہوں نے کفرانِ نعمت کیا اور شکر ادا نہ کیا۔

فرمانِ عالی شان ہے:

ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِیۡنَ شُهُوۡدًا ۙ﴿۱۳﴾ (المدثر:۱۱۔۱۳)

آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا O اور دے دیا ہے اس کو مال کثیر O اور بیٹے دیئے ہیں جو پاس رہنے والے ہیں O

بعض اوقات کوئی سنگ دل یا مصائب و آلام کا مارا ہوا شخص بچوں کی طرف رغبت کم کرتا ہے۔ان کی تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں دیتا جس سے اسلام نے روکا ہے۔اسلام نے تو اس بات کا حکم دیا ہے کہ والدین پر بچے کا حق ہے کہ وہ اس کی اچھی تربیت کریں تاکہ وہ بچہ برائیوں سے محفوظ رہ کر اچھا انسان بنے۔بچے کی تربیت کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کیا جائے جو نیک' صالح اور اچھا سلوک کرنے والی ہو۔

شاعر کہتا ہے:

''اور تمہارا پہلا احسان یہ ہے کہ تم نیک شریف عورت کو منتخب کرو جو عفت و پاکیزگی والی ہو''۔

ایک قول اس کی حمایت کرتا ہے کہ جس میں کہا گیا:

''اپنے نطفے کے لیے بہتر جگہ کا انتخاب کرو' اگرچہ باپ دادا کی عادتیں بچے میں آ کر رہتی ہیں' پس جب وہ بچہ اپنا وجود اختیار کرے تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ جس قدر ہو سکے اس بچے کے ساتھ حسنِ سلوک کریں''۔

اس کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا نام اچھا رکھا جائے' تاکہ اس کا ذکر اچھے لفظوں میں ہو۔یہ بھی بچے کا والدین پر حق ہے۔اسی طرح بچے کی پیدائش کی خوشی میں اس نعمت کے شکرانے کے طور پر بچے کا عقیقہ کرنا اور رشتہ داروں اور دوستوں کو کھانا کھلانا بھی والدین پر بچے کا حق ہے۔یہ تو اس نومولود بچے کا اچھے انداز میں استقبال ہے۔پھر دین اسلام نے اولاد کا نان ونفقہ والد کے ذمے کیا ہے۔جب تک کہ اولاد کام کاج کرنے سے

عاجز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور (صدقہ کی) ابتداء کرو اپنے اہل وعیال سے۔
بچہ کہتا ہے: (اے باپ!) مجھے کھلاؤ' تم مجھے کس کے سہارے چھوڑتے ہو؟

اولاد کو ضائع کرنا' اولاد پر مال خرچ نہ کرنا اور ان کی تربیت اور دیکھ بھال سے سستی کرنا کبیرہ گناہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی زیرِ کفالت اولاد کو ضائع کردے یعنی ان پر مال خرچ نہ کرنا اور ان کی اچھی تربیت نہ کرنا' اولاد کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ (متفق علیہ)

مادی دیکھ بھال کے بعد معنوی دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔ اولاد پر شفقت ورحمت کرنا اور ان سے محبت سے پیش آنا ان کا حق ہے' حالانکہ فطرتِ انسانی بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان اپنی اولاد سے محبت کرنے' لیکن اسلام نے بھی اس کی تلقین کی ہے۔

کچھ عرب کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: کیا آپ اپنے بچوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں!' وہ کہنے لگے: لیکن خدا کی قسم! ہم تو نہیں چومتے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے دلوں سے رب نے محبت والفت نکال دی ہے تو میں کیا کروں۔ (متفق علیہ)

بے شک اسلام اولاد پر سختی کرنے اور مارنے سے منع کرتا ہے' بلکہ حکم دیتا ہے کہ اولاد کے ساتھ پیار ومحبت اور شفقت کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ایامِ طفولیت میں ہی بچوں کے ذہنوں میں دینِ اسلام کی محبت اور دین کے ساتھ وابستگی کی اہمیت ڈالنی چاہیے اور جس قدر وہ طاقت رکھتے ہیں اتنی دین کی تعلیم بھی انہیں دیتے رہنا چاہیے اور ساتھ ساتھ دین کے احکامات پر عمل کرنے کی عادت بھی ڈالنی چاہیے تاکہ بلوغت کے بعد وہ خود بخود اپنے فرائض وواجبات پر عمل کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں (نماز ترک کرنے پر) انہیں مارو اور ان کے بستر جدا کردو۔ (طبرانی) بچہ زندگی کے ہر مرحلے میں رعایت وہدایت کا ضرورت مند ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر مرحلے پر اس کی راہنمائی اور صحیح تربیت والدین کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے کا والد پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو حسنِ ادب سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا: اپنی اولاد کو عزیز جانو اور ان کو حسنِ ادب سکھاؤ۔

بچی ہو یا بچہ ہو ان کا حق ہے کہ ان کو ضروریاتِ دین کی تعلیم یکساں دی جائے۔ اس میں مذکر و مؤنث کا فرق رکھے بغیر ان کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ جب بچے کی ابتدائی تربیت مکمل ہو جائے پھر بچے کو جو چاہیں دنیوی و سائنسی تعلیم دیں۔ اسی طرح بچی کی ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد اسے گھر داری اور خانہ داری کی تعلیم بھی دینی چاہیے۔ کیونکہ یہ بات اس کی فطرت میں شامل ہے کہ بڑے ہو کر اس نے گھر کو سنبھالنا ہے' بچوں کی پرورش و تربیت کرنی ہے۔

چوتھی بحث: بچے کی فطرت' صحیح اور سلیم ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم: ۳۰)

پس آپ کر لیں اپنا رخ دین (اسلام) کی طرف پوری یکسوئی سے (مضبوطی سے پکڑ لو) اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے' کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا اللہ کی تخلیق میں' یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ۝

یہی وہ فطرت اسلام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے' یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اس کی ہی عبادت کرنا یہی فطرتِ توحید ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' یہ فطرتِ سلیمہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اس کی ولادت سے پہلے ہی رکھ دی ہے۔ تاکہ قیامت کے دن انسان کے پاس شرک کی کوئی دلیل باقی نہ رہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲)

اور (اے محبوب!) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنا دیا خود ان کو ان کے نفسوں پر (اور پوچھا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بے شک تو ہی

ہمارا رب ہے' ہم نے گواہی دی (یہ اس
لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روزِ محشر کہ ہم اس
سے بے خبر تھے O

اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ہر پیدا ہونے والا (بچہ) فطرت (اسلام) پر ہی پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اس کو یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۴۵۶۰) اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسانی فطرت' معاشرے اور خاندان سے اچھائیاں اور برائیاں اپنا لیتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ O (الملک:۱۴)

کیا وہ نہیں جانتا (بندوں کے احوال کو) جس نے (انہیں) پیدا کیا ہے' وہ بڑا باریک بین' ہر چیز سے باخبر ہے O

اللہ تعالیٰ نے انسانی جبلت میں ایسی صفات رکھ دی ہیں جن سے وہ معاشرے کے ہر اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کچھ صفات ایسی پائی جاتی ہیں جو دوسرے متعدد جانوروں میں مشترک ہیں۔ مثلاً رہائش کے لیے اپنا آشیانہ بنانا' اپنی ذات کا دفاع کرنا' جنسی خواہش کا ہونا' نسل کشی کرنا' اپنے گروہ اور خاندان میں رہنا اور پیٹ پالنے کے لیے تگ و دو کرنا یہ انسان میں بدرجۂ اتم ہیں اور باقی حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ تو وہ صفات ہیں جو تمام حیوانات میں مشترک ہیں' لیکن انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس میں بے شمار دوسری صفات و عادات موجود ہوتی ہیں۔ یہ صفات و عادات اللہ تعالیٰ نے انسانی جبلت میں رکھ دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو انسان میں فطرتِ اسلام یعنی فطرتِ توحید رکھی ہے اس نے انسان کے اندر اوصافِ حمیدہ جنم لیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان میں ہمدردی' پیار و محبت' ایثار و قربانی' رواداری اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کے جذبات راسخ ہوتے ہیں۔ یہی چیز انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔

پانچویں بحث: اسلام میں بچوں کی تربیت کے اسالیب

موجودہ دور میں بچوں کی تربیت کے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں' لیکن اسلام نے ہمیں بچوں کی تربیت کے جن طریقوں سے روشناس کرایا ہے' یہ ہیں: (۱) گفتگو (۲) کھیل کود (۳) پڑھائی۔

تربیت کے ان پہلوؤں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ سب سے پہلے مرحلہ آتا ہے گفتگو اور بات چیت کا۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوعمر صحابہ سے ان کی عقل اور علم کے مطابق مختلف سوالات پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی مثال ایسے درخت سے دی ہے جس کے پتے نہیں گرتے' کیا آپ اس درخت کو جانتے ہیں؟ تمام صحابہ خاموش ہو گئے' پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے اور عبداللہ بن عباس اپنے باپ کے ساتھ جب گھر لوٹے تو عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو سوال پوچھا تھا میں اس کا جواب جانتا تھا لیکن میں بڑے صحابہ کے سامنے بولنے سے ڈر گیا اور خاموش رہا' تو باپ نے ان سے کہا: اگر تم اس وقت جواب دے دیتے تو وہ مجھے سُرخ اونٹوں کی نعمت سے زیادہ پسند ہوتا۔ (اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوعمر صحابہ سے بات چیت کو کتنی اہمیت دیتے تھے' کیونکہ اس سے ان کی تربیت کرنا مقصود تھا' کیونکہ اس سے اخلاقِ کریمہ بھی سکھائے جاتے ہیں اور بچوں کی معلومات میں اضافہ بھی مقصود ہے۔

اسی طرح اسلام نے بچوں کے ساتھ کھیلنے کی اہمیت پر بھی زور دیا ہے۔ یہ کھیل حکایات اور کہانیاں سنا کر بھی ہو سکتا ہے اور جسمانی ریاضت سے بھی ممکن ہے' لیکن پڑھائی کا جو پہلو ہے اسلام نے سب سے زیادہ اس کی اہمیت پر زور دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والا پہلا کلمہ ہی ''اقرأ'' (پڑھو) ہے۔

لہٰذا اب ان تینوں درجات کی کچھ تفصیل اور شرائط بیان کی جاتی ہیں:

گفتگو اور بات چیت

اچھی گفتگو کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بات کو اچھی طرح بچوں کے گوش گزار کیا جائے

اور پھر ان کی رائے کا احترام کیا جائے۔ ان کی طرف سے ہر سوال کا اچھے طریقہ سے جواب دیا جائے۔ ان کے عقلی معیار کے مطابق زبان ولغت کا صحیح استعمال کیا جائے کیونکہ بعض والدین بچوں کے ساتھ گفتگو میں بچوں کا توتھلا لہجہ ہی استعمال کرتے ہیں جس سے بچوں کو صحیح زبان سیکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اسی طرح بات کرنے کا درست لہجہ استعمال کرنا چاہیے تاکہ بچے صحیح اور درست زبان سیکھیں۔

کھیل کود

بچوں کی نشوونما اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کو جسمانی و بدنی ریاضت اور کھیل کود کا موقع فراہم کیا جائے' پھر کھیل کی مختلف اصناف ہیں' مثلاً انہیں مختلف قسم کی کہانیاں سنائی جائیں یا جسمانی و بدنی ورزشوں کے کھیل کھیلے جائیں یا بچے مختلف کھلونوں سے کھیلیں۔ اسی طرح مختلف فنون اور مقابلوں میں شرکت کرنے سے بھی بچوں کی ذہنی صلاحیت اور جسمانی و اعصابی نشوونما میں اضافہ ممکن ہے۔

بچوں کی توجہ کہانیاں اور قصے سُننے کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اور زیادہ غور سے وہ حکایات سنتے ہیں جس سے ان کی عقلی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہمارے پاس قرآنِ حکیم میں بیان کردہ قصص موجود ہیں' ہمیں چاہیے کہ بچوں کو قرآنی قصے سنائیں تاکہ ان کا رابطہ اور تعلق قرآن سے پختہ ہو اور اس طرح ان قصوں میں جو فکر اور نصیحت موجود ہوتی ہے بچے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دینِ اسلام نے بدنی و جسمانی ریاضتوں پر مبنی کھیل کھیلنے کی بھی ترغیب دی ہے کیونکہ اس سے بچوں کے اعضاء مضبوط ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور مومن' کمزور مومن سے بہتر ہے اور اللہ کے ہاں ہر خیر کے کام میں پسندیدہ ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۶۵۰) اسی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باپوں کو یہ نصیحت کرتے تھے: اپنی اولاد کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں حکم دو کہ وہ گھوڑوں پر سواری کریں۔

بچے جب کھیل رہے ہوتے ہیں تو وہ مختلف شخصیات کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں اور ان کی نقل اتار رہے ہوتے ہیں' مثلاً وہ آپس میں کھیلتے ہوئے ماں باپ کا رول ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح چور سپاہی' تاجر' ڈاکٹر مریض' بلی چوہا' کسان' بوڑھا بڑھیا اور دولہا دلہن

کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں' جب انہیں پوچھا جائے کہ بچو! کیا کر رہے ہو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کھیل رہے ہیں' اس طرح کے کھیل سے بچوں میں مستقبل کی ذمہ داریوں کا احساس بھی ہوتا ہے اور ان کے علم و دانش میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

ایسے کھیلوں سے بچوں میں تخلیقی قوت' کام کرنے کا ملکہ اور غور و فکر اور جستجو کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بے شمار نباتات و جمادات پیدا کیے ہیں' جو ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر:۲۱)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے آسمان سے پانی' پھر جاری کیا اسے زمین کے چشموں سے' پھر اس کے ذریعہ فصلیں اگاتا ہے جن کے رنگ جدا جدا ہیں' پھر وہ خشک ہونے لگتی ہیں' پس تو دیکھتا ہے اسے زردی مائل پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے' یقیناً اس (کرشمہ قدرت) میں نصیحت ہے اہل عقل کے لیے ۝

ان نشانیوں کو کوئی چھوٹا بچہ دیکھے یا بڑا آدمی ہر ایک ان سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان کے خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اس تمام نظام کو چلانے والا کون ہے؟ وہی وحدہٗ لاشریک ذات ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پڑھائی

بچوں کی فکری و عملی تربیت کا تعلق پڑھائی کے ساتھ بہت پختہ ہے' بچوں کو سکول کی نصابی کتب کے ساتھ ساتھ خارجی مطالعہ کی عادت بھی ڈالنی چاہیے۔ اس لیے بچے کے شوق کے مطابق اس کو دوسری مفید کتب بھی پڑھنے کے لیے مہیا کی جائیں اور ساتھ ساتھ بچے کو تحقیق و جستجو کی عادت بھی ڈالی جائے۔

پس جب بچہ سات برس کی عمر تک پہنچ جائے تو اسے مختلف آسان کہانیوں کی کتابیں فراہم کی جائیں۔ اسی طرح جب آٹھ برس کو پہنچ جائے تو اسے مسلمان ''ہیروز'' کے واقعات' کی کتابیں' سیرت نبوی کی آسان کتابیں پڑھنے کو دی جائیں اور جب نو برس کو پہنچے تو اس کو

قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد کروائی جائیں اور ان کا ترجمہ سکھایا جائے۔اس طرح بچہ عام قسم کے رسالے اور فحش قسم کے مجلات سے دور رہے گا اور ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں اس کی معلومات میں اضافہ ہوگا' جو اس کو ایک اچھا مسلمان اور مہذب شہری بننے میں مددگار ثابت ہوگا۔

چھٹی بحث: اللہ تعالیٰ کی عبادت پر بچوں کی تربیت

(۱) ذکر الٰہی

بچوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف لگانی چاہیے۔شروع سے ہی ان کو تلاوتِ قرآن کی عادت ڈالی جائے اور پھر آہستہ آہستہ انہیں قرآنِ پاک کے معانی سے روشناس کرایا جائے۔اس سے بچے میں فہمِ قرآن کا جذبہ پیدا ہوگا۔جہاں تک باقی فرائض کا تعلق ہے تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو اسلام کے ارکانِ خمسہ کی تعلیم دیں اور انہیں اسلامی عبادتوں کی عادت ڈالیں۔

مثلاً عملی عبادات میں سب سے پہلے نماز کا درجہ ہے' اس لیے اس کے بنیادی احکام بچوں کو سکھانے چاہئیں۔

(۲) نماز

بچہ جب چھ برس کا ہو جائے تو نماز پڑھتے وقت اس کو ساتھ کھڑا کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی نماز کی نقل اتارے اور پھر اسے سمجھانا چاہیے کہ ہم دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں جس میں ہم اس رب کا ذکر کرتے ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا اور جو ہمیں رزق دیتا ہے۔ہمیں وہی کام کرنے چاہئیں جو ہمارے رب کو پسند ہیں اور ایسے بُرے اعمال سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے ہمارے رب نے ہمیں منع کیا ہے۔اس عمر میں ساتھ ساتھ نماز زبانی یاد بھی کروانی چاہیے۔

پھر جب وہ سات برس کا ہو جائے تو اس کو باقاعدہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور نماز کی اصل روح سے آگاہ کیا جائے کہ ہم نماز میں کعبہ شریف کی طرف منہ کرتے ہیں۔یہ کعبہ شریف مسلمانوں کی وحدت کی علامت ہے جسے اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔پھر ہم قیام کی حالت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں جس میں ہمیں توحید کی طرف بلایا

گیا ہے اور سیدھے راستے کی طرف چلنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر ہم ایک چھوٹی سورت پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہم نماز میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی رکوع و سجود کرتے ہیں اور آخر میں التحیات اور درودِ ابراہیمی پڑھتے ہیں اور نماز کو دو سلاموں سے ختم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا اشارہ قرآن پاک میں یوں کیا ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۔ (طٰہٰ:۱۳۲)　اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر کاربند رہو۔

اللہ تعالیٰ نے تربیت کے اس تمام مرحلے میں صبر اور رحم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ کیونکہ اگر غصہ اور سختی کی جائے گی تو بچے صحیح طور پر اس کے عادی نہیں بن سکیں گے۔ حضور ﷺ نے جو ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات برس کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور دس برس کے ہو جائیں تو (نماز ترک کرنے پر) انہیں مارو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۸۶۸)

اس میں حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کو نماز کی طرف توجہ دلاؤ اور نماز کی تعلیم دو۔ اسی طرح جو مارنے کے بارے میں کہا گیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ سخت سزا نہ دی جائے بلکہ ڈرایا دھمکایا جائے، جس سے بچے کو زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔ اس عمر میں ایسے وسائل کو بروئے کار لایا جائے جن سے بچے کی توجہ اور رغبت نماز کی طرف زیادہ سے زیادہ بڑھے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہیے:

☆ گھر میں جب بھی نماز پڑھی جائے تو بچوں کو ساتھ شریک کر لیا جائے۔
☆ بچے کو تدریجاً نماز کی عادت ڈالنی چاہیے یعنی پہلے ایک دو نمازیں روزانہ پڑھوانا پھر آہستہ آہستہ پنجگانہ نماز کا عادی بنانا تاکہ بلوغت کے آنے تک وہ پانچوں نمازیں پڑھنے کا پابند ہو جائے۔
☆ اپنے گھر اور خاندان کے بچوں کو جمع کر کے وضو اور نماز کا طریقہ سکھلانا۔
☆ ماں کو چاہیے کہ وہ عشاء کی نماز بچوں کے کمرے میں پڑھے تاکہ بچے ماں کو نماز پڑھتا دیکھ کر نماز کی طرف رغبت کریں۔
☆ بچوں سے اس بات کا مطالبہ کرنا کہ وہ اذان کے وقت ماں باپ کو نماز پڑھنا یاد دلائیں تاکہ بچوں کو نماز کے اوقات کا پتہ چل جائے۔

(۳) زکوٰۃ

جب بچہ سات برس کی عمر سے آگے بڑھے تو اس کو زکوٰۃ کی حکمت بتانی چاہیے اور اس کی تعلیم دینی چاہیے کہ بے شک ہمارا رازق اللہ تعالیٰ ہے' جس نے ہمیں ہر چیز عطا کی ہے۔ پس جو چیز ہماری ضرورت سے زائد ہو ہمیں اللہ کے راستے میں صدقہ کر دینی چاہیے اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا' اللہ تعالیٰ نے ہم پر ضروری قرار دیا ہے۔

اور جب بھی زکوٰۃ نکالی جائے بچوں کو بھی بتانا چاہیے' تا کہ بچوں میں بھی وہ جذبہ پیدا ہو' بچوں کو انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں بھی تلقین کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف وہی چیز خرچ نہیں کرنی چاہیے جو اپنی ضرورت سے زائد ہو بلکہ اپنی پسندیدہ چیز جس کی ضرورت ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حاجت مندوں اور مسکینوں کو دے دینا چاہیے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○ (آل عمران:۹۲)

ہرگز نہ پا سکو گے تم کامل نیکی (کا رتبہ) جب تک نہ خرچ کرو (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے ○

بچے کے ذہن میں یہ بات بھی ڈالی جائے کہ جو بھی صدقہ و خیرات کیا جائے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اس میں کسی قسم کا دکھلاوا اور نمود و نمائش نہیں ہونی چاہیے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ بچے کو ایک چھوٹی سی صندوقچی علیحدہ دی جائے جس میں وہ فقراء و مساکین کے لیے پیسے جمع کرے تا کہ ابتداء سے ہی اس کو انفاق فی سبیل اللہ کی عادت پڑے۔

(۴) روزہ

روزہ بالغ اور صحیح مسلمان پر فرض ہے' لیکن بچے کو اس کی تعلیم ضرور دینی چاہیے' جس طرح نماز اور زکوٰۃ کی حکمت بتائی گئی' اسی طرح روزے کی حکمت بتانی چاہیے۔ صبر' شکر کرنے اور تکلیف برداشت کرنے کی تعلیم دینی چاہیے۔ جب بچہ دس برس کا ہو جائے تو اس کو آدھا دن یا اس سے زائد بھوکا پیاسا رہنے کی عادت ڈالی جائے' حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے تو

اسے روزہ رکھنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اسی طرح بچے کو رمضان المبارک کے احترام کی تلقین کرنی چاہیے اور اسے سرِ عام ٹافیاں' ٹکیاں کھانے سے منع کرنا چاہیے تا کہ رمضان کا احترام اس میں پیدا ہو' افطاری سے پہلے بچوں کو کھانا نہ دیا جائے بلکہ سب کے ساتھ افطاری میں شریک کیا جائے۔

(۵) حج کرنا

ارکانِ اسلام کی تعلیم میں حج کے بارے میں بھی بتا دیا گیا اور نماز کی تعلیم کے دوران بھی جب کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کے بارے میں بتلایا تو اسے ایک جہت کا علم ہو گیا۔ اب حج کی حکمت بتائی جائے کہ حج کرنا مسلمانوں کی وحدت اور اتفاق کی علامت ہے۔ مخصوص دنوں میں مکۃ المکرمۃ میں چند عملی عبادات کا نام حج ہے کہ جہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کے لیے آتے ہیں اور ایک گھر کے گرد اکٹھے ہو کر گھومتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور وہاں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور عاجزی و انکساری اختیار کرتے ہیں۔

اگر والدین کے پاس وسائل ہوں تو بچے کو دس برس کی عمر میں عمرہ کروانا چاہیے تا کہ حج کے لیے اس میں شوق و جذبہ پیدا ہو اور بلوغت کے بعد استطاعت ہونے کی صورت میں وہ خود حج کر سکے۔ ذکرِ الٰہی کے ضمن میں ارکانِ اسلام کا ذکر کیا گیا' ان کے علاوہ بھی ذکرِ الٰہی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً کوئی نعمت ملے' خوشی حاصل ہو یا کھانا کھا چکیں تو اس وقت بچوں کو ''الحمد لله'' (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) کہنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

اسی طرح جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں تو اس وقت ''ان شاء الله'' (اگر اللہ نے چاہا) کہنے کا عادی بنانا چاہیے۔ جب کوئی کام شروع کریں تو کام کی ابتداء ''بسم اللـه'' (اللہ کے نام سے شروع) کہنا چاہیے۔ ہم نے تمہید کے طور پر کچھ چیزیں ذکر کی ہیں' اسی طریقے پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بے شمار صورتیں ہیں' جن کو خود بھی اپنانا چاہیے اور بچوں کو بھی عادت ڈالنی چاہیے۔

جس طرح حدیث قدسی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں' جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں' اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں ایسے ہی اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا

ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ذراع اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۵)

ساتویں بحث: بچوں کے اخلاقِ حمیدہ

(۱) سچائی

جب کوئی بچہ جھوٹ بولے تو اس پر خوش نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اس کو جھوٹ کے بُرے اثر اور اس کے گناہ کے متعلق سمجھانا چاہیے' اس کو ایسی کہانیاں سنانی چاہئیں جن میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے کسی کو سزا ملی ہو اور نقصان اٹھانا پڑا ہو اور بچے کو یہ باور کرانا چاہیے کہ جھوٹ بولنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

بچے کو جھوٹ بولنے پر سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ اس پر نفسیاتی اثر ڈالنا چاہیے تا کہ وہ جھوٹ بولنے کی عادت کو ترک کر دے' اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جھوٹ بولنے والے بچے کو اس کی پسندیدہ چیز نہ دی جائے' لیکن اس کو جھوٹا کہہ کر نہیں پکارنا چاہیے۔ اس سے وہ سرکشی اختیار کرے گا اور پھر کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دے گا۔

بچے کو سچائی کے فوائد بتانے چاہئیں اور ایسی کہانیاں سنانی چاہئیں جن میں سچ بولنے کی وجہ سے کسی کو انعام ملا ہو۔ بچے کو وعدہ پورا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ والدین جو بھی بچے سے وعدہ کریں وہ خود اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ حالانکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات والدین بچے کے ضد کرنے پر وعدہ کر لیتے ہیں لیکن بعد میں پورا نہیں کرتے' اس عمل کا بچوں کے ذہن پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

بچوں کو بات بات پر قسمیں اٹھانے سے بھی روکنا چاہیے' بلکہ ان کو سمجھانا چاہیے کہ ہر بات پر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم نہیں اٹھانی چاہیے کیونکہ جو کام بندہ پورا نہ کر سکے اس پر گنہگار ہو گا۔

جب بچہ بلوغت کے قریب پہنچے تو اس کو بلند و بالا دعویٰ کرنے سے روکنا چاہیے کیونکہ ہر بات میں دعویٰ کرنے اور چیلنج کرنے سے انسان کا اثر و رسوخ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی بات کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ بچے کو ہر بات میں سچائی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہنا چاہیے

اور اس کو بتلانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بچوں سے محبت کرتے ہیں۔

(۲) تہذیب

بچوں کی تربیت اس انداز میں کرنی چاہیے کہ وہ سلجھے ہوئے مہذب شہری بن کر سامنے آئیں۔ بچے سے اگر کوئی بُرا کام یا نازیبا بات نکل جائے تو اس پر اس کا مذاق بھی نہیں اڑانا چاہیے اور ہنسنا بھی نہیں چاہیے' بلکہ پیار سے اس کو سمجھانا چاہیے کہ بات کرنے اور کام کرنے کا مہذب طریقہ یوں ہے۔ اگر بُرے کام کرنے یا نازیبا بات کرنے کی بچے کو عادت پڑ جائے تو اس کی روک تھام بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

بُری عادات ختم کرنے کے لیے بچے پر بے جا سختی کرنا بھی درست نہیں' بلکہ حسن سلوک اور شفقت سے بچے کو بُری عادت سے باز کیا جائے۔ بچوں کے ساتھ لطف و مہربانی اور شفقت سے پیش آنے کی تلقین رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے' فرمایا: مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور وہ اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۲۳۰)

پھر لطف و مہربانی کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ اپنی ہیبت ہی کھو دے بلکہ ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال ہونا چاہیے۔ خاندان میں محبت و الفت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی مرد اندر داخل ہو وہ گھر والوں کو سلام کرے جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے: کیا میں تمہاری راہنمائی ایسی چیز کی طرف نہ کروں کہ اگر تم اس کو اپنالو تو تم میں باہم محبت پیدا ہو؟ پس تم اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۲۔۲۸۴۱)

بچے سے اگر کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو جائے تو دوسروں کے سامنے اس کو نہیں جھڑکنا چاہیے بلکہ بعد میں جب وہ اکیلا ہو تو اس وقت اس کی سرزنش کی جائے اور اس کو سمجھایا جائے۔ اس ضمن میں امام غزالی کا ارشاد ہے:

بے شک کسی کے عیب ظاہر کرنے سے وہ اس کام کا اقدام کرے گا اور بچوں کو زیادہ ڈانٹنے سے ان کے دل میں بات کی وقعت ختم ہو جاتی ہے۔ جب کوئی اور چارہ نہ رہے تو پھر بچے کو ڈانٹنا چاہیے' بات بات پر اس کو ہرگز نہیں جھڑکنا چاہیے۔ حکمت اور دور اندیشی اس میں ہے کہ بڑے بچوں کو ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے سے روکا جائے اور چھوٹوں کو باہم لڑائی جھگڑے سے منع کیا جائے۔ اگر وہ اس بات کے عادی ہو گئے تو بڑے ہو کر بھی وہ ایک

دوسرے سے لڑیں گے اور گالم گلوچ کریں گے۔ بچوں کے دوستوں اور سہیلیوں پر بھی گہری نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کس کردار کے مالک ہیں' کیونکہ بچوں کے فکر و عمل پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے' پس ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۷۔۲۳۷۸)

بچوں کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنی چاہیے تاکہ بچے ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑائیں' یا کسی کی غلطی پر مذاق نہ اڑائیں' بلکہ انہیں ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کرنے پر اُبھارنا چاہیے۔ بچوں کے مزاج کے مطابق ان سے ہنسی مزاح اور دل لگی بھی کرنی چاہیے تاکہ وہ ہشاش بشاش رہیں نہ کہ خشک اور غصیلی طبیعت کے مالک بنیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی سے ہنستے چہرے سے ملنا صدقہ ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۶۳۴)

بچوں کو رات کے وقت باہر جانے کی اجازت نہ دیں بلکہ سرِ شام ان کو گھر رہنے کا پابند کریں۔ اسی میں ان کے لیے آرام اور راحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات آنے لگے یا تم سونے کا ارادہ کرو تو اپنے بچوں کو جمع کرو' بے شک شیطان اس وقت پھیلتے ہیں' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو انہیں اپنے پاس رکھو اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو' کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۶۴)

اس حدیث شریف میں والدین کے لیے سبق ہے کہ وہ شام کو ہی اپنے بچوں کو گھروں میں محفوظ کر لیں اور انہیں سونے کا لباس پہنا کر آرام سے سُلا دیں تاکہ وہ صبح سویرے اٹھنے کے قابل ہو سکیں۔ اسی طرح بچوں کو علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلانا چاہیے۔ اس کا ان کے جسم اور نفسیات پر گہرا اثر ہوگا' حضور ﷺ نے فرمایا: اور ان کے (بچوں کے) بستر علیحدہ علیحدہ کرو۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۸۶۸)

(۳) والدین سے نیکی کرنا

بچوں کو والدین کے احترام اور دیانت داری کے بارے میں بتانا چاہیے اور اس کی عادت ڈالنی چاہیے اور آگاہ کرنا چاہیے کہ والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے' جس سے اسلام نے منع کیا ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۴)

والدین کے احترام کی علامت یہ ہے کہ بچہ والدین میں سے کسی کا نام لے کر نہ پکارے اور نہ ہی بچے باہم ایک دوسرے کے والدین کو گالی دیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعن طعن کرے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! کیسے اپنے والدین کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایک آدمی دوسرے کے والد کو گالی دیتا ہے اور پھر دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۲۱۴)

عزتِ نفس کی رعایت

بچوں کو اپنی ذاتی عزت اور خاندان کے وقار کو قائم رکھنے کا عادی بنانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! اذن طلب کیا کریں تم سے (گھروں میں داخل ہوتے وقت) تمہارے غلام اور وہ (لڑکے) جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے تم سے تین مرتبہ' نماز فجر سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد' یہ تین پردے کے وقت ہیں تمہارے لیے۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر اور نہ اُن پر کوئی حرج ہے' کثرت سے آنا جانا رہتا ہے تمہارا ایک دوسرے کے پاس (اسی لیے) یوں صاف صاف بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (اپنے) احکام اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے ○

یہ دونوں آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بچوں کو بلوغت سے قبل اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ جب بھی والدین کے کمرے میں جائیں اجازت ضرور طلب کریں۔ بلوغت سے پہلے بالخصوص فجر سے پہلے' دوپہر کے آرام کے وقت اور عشاء کے بعد اور بلوغت کے بعد جب بھی والدین کے کمرے میں جائیں تو اجازت ضرور طلب کریں۔

(۴) صبر کرنا

بچوں کو تکلیف کے وقت صبر و تحمل کی تلقین کرنی چاہیے اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ غصے کی حالت میں کسی چیز کا بے صبری سے مطالبہ کر رہا ہو تو اس کی حاجت کو اسی وقت پورا نہ کیا جائے بلکہ اس کو سمجھانا چاہیے کہ غصے اور بے صبری کی حالت میں کسی چیز کا مطالبہ کرنا اچھی عادت نہیں۔ بچوں کو کام میں عملِ پیہم پر ابھارنا چاہیے کہ اگر ایک دفعہ کوئی کام خراب ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں' دوسری دفعہ صحیح ہو جائے گا۔ اس میں بے صبری اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیے' بچوں کو صبر اور شکر کرنے والے لوگوں کی کہانیاں سنانی چاہئیں کہ صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے اور صبر کرنے والوں کو اپنی منزل تک رسائی بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۵) تواضع اختیار کرنا اور فخر سے پرہیز کرنا

بچے کے کسی کام پر اس کی بہت زیادہ تعریف نہیں کرنی چاہیے۔ اچھے انداز میں بچے کو کام کرنے پر ابھارنا چاہیے' کیونکہ اگر اس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے گی تو وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بلند تصور کرنے لگ جائے گا' جس کا اس کی شخصیت پر بُرا اثر پڑے گا' بچوں کو عاجزی و انکساری کا ہی درس دینا چاہیے۔

بچوں کے سامنے اپنی خاندانی عصبیت اور فخر کا ذکر نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اپنے سے کمتر کہنا چاہیے' بلکہ بچوں کے دلوں میں مؤمنین کی محبت اور اخوت پیدا کرنی چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ رنگ اور نسل کے اعتبار سے کوئی دوسرے سے افضل و اعلیٰ نہیں' بلکہ فضیلت صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔

(۶) قناعت اور سخاوت

بچوں کو اپنے وسائل کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دینا چاہیے۔ بچوں کی توجہ اس طرف دلانی چاہیے کہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے وہ اتنے زیادہ مطالبات نہ کریں جس سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔ جب بچہ زیادہ کپڑے اور کھلونے مانگے تو اسے سمجھانا چاہیے کہ تیرے دوسرے بہن بھائی بھی ہیں' ان کے لیے بھی سب کچھ درکار ہے' لہٰذا جو ملتا ہے اس پر ہی قناعت کرو۔ (اسی طرح کا مضمون بخاری و ترمذی میں ہے)

اس ضمن میں بچے کو ایسے نیک لوگوں کی حکایات بھی سنانی چاہئیں جنہوں نے اپنی

زندگی میں قناعت اختیار کی اور کامیاب رہے۔

بچے کو بہت زیادہ پیسے نہیں دینے چاہئیں' جو والدین بچوں کو زیادہ پیسے دیتے ہیں جوان کی ضرورت سے زائد ہوتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں' کیونکہ اس سے بچے عیاش ہو جاتے ہیں' بچے کو کسی اچھے کام پر انعام کے طور پر بھی پیسے نہیں دینے چاہئیں بلکہ اس کو کوئی اچھی کتاب لے کر دینی چاہیے تا کہ وہ اس کا مطالعہ کرے اور اپنے علم و دانش میں اضافہ کرے۔

بچوں کو بہت زیادہ قیمتی کپڑوں اور کھلونوں کے مطالبہ سے روکنا چاہیے کیونکہ اس سے بچوں میں طمع اور لالچ پیدا ہوتا ہے' جب بچے دوسروں کے پاس کوئی اچھی قیمتی چیز دیکھتے ہیں تو وہ فوراً اس کا مطالبہ کر دیتے ہیں' بعض اوقات والدین وہ چیز خرید کر دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس سے بچوں پر بُرا اثر پڑتا ہے' لہٰذا بچوں کو اپنے وسائل کے مطابق اشیاء خریدنے کا عادی بنانا چاہیے اور دوسروں کو دیکھ کر قیمتی چیز کے مطالبے سے روکنا چاہیے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کی توجہ اس حدیث شریف کی طرف دلائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے کہ جس کو مال اور خلقت میں اس پر فضیلت دی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سے کمتر کو دیکھے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۰۸)

اس سے بچوں میں قناعت پیدا ہوگی اور ان میں یہ یقین پختہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو تھوڑا یا زیادہ رزق اپنی حکمت کے مطابق دیا ہے لہٰذا بندے کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ گھر کے تمام امور میں فخریہ انداز نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمام کام سادگی سے سرانجام دینے چاہئیں' اگرچہ گھر والوں پر مال خرچ کرنے کا اسلام میں پہلا درجہ ہے' لیکن اعتدال اور متوسط طریقے سے تمام امور سرانجام دینے چاہئیں تا کہ بچوں میں غرور و تکبر نہ پیدا ہوا۔ گھر کے کاموں میں بے جا مال صرف کرنا بھی عدل نہیں ہے' بلکہ کنجوسی اور فضول خرچی کا درمیانہ راستہ اختیار کرنا ہی عدل ہے۔

گھر کے کاموں میں فضول خرچی کی علامات یہ ہیں کہ گھر کی بلڈنگ' اہل خانہ کے لباس اور کھانے میں فخریہ اور متکبرانہ انداز اختیار کیا جائے اور حد سے زائد خرچ کیا جائے' ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب کسی کے ہاں خالص ریشم دیکھا تو فرمایا: بے شک جو اس قسم کا لباس پہنتا ہے آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۳۸۷) اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ کا ایک قول ہے: اللہ تعالیٰ اس

کی طرف نظرِ عنایت نہیں کرتا جس نے اپنا کپڑا تکبر کرتے ہوئے لٹکایا ہو۔
(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۷۸۰۳)

ان فرامین میں والدین کے لیے راہنمائی ہے کہ وہ بچوں کی ضروریات اور مطالبات کو اس انداز میں پورا کریں جو ان کی آمدن کے مطابق ہو اور عام بچوں کی طرح ہی ہو تا کہ بچوں میں غرور و تکبر پیدا نہ ہو اور وہ دوسرے بچوں کو اپنے سے گھٹیا نہ سمجھیں۔

اسی طرح بچوں کو گھریلو اشیاء کی حفاظت اور اپنی ذاتی اشیاء کو محفوظ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اپنی ذاتی اشیاء میں کپڑے' کھلونے اور کتابیں وغیرہ شامل ہیں اور گھریلو اشیاء میں گھر کا فرنیچر' بجلی' پانی اور دیگر اشیاء شامل ہیں۔

بچوں کو اپنے مال یا اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے کچھ اشیاء محتاجوں اور غریبوں کو دینے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم خرچ کرو' تم پر خرچ کیا جائے گا۔ (الدرالمنثور ج۵ ص۲۳۹) بچوں کو مہمان کی عزت و احترام کرنے کا درس دینا چاہیے اور مہمان کی مہمان نوازی میں بخل سے روکنا چاہیے' یہ وہی چیزیں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع فرمایا ہے' جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر عمل کیا وہی فلاح پانے والے ہیں۔

آٹھویں بحث: بچوں کے والدین پر حقوق' کتاب وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم:۶)

اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ. (البقرہ:۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے کھانا ان ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (البقرہ:۲۳۳)

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لیے ہے جو پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت۔

رسول اللہ ﷺ کے اقوال اس ضمن میں کچھ اس طرح ہیں:

(۱) اپنے نطفے کے لیے بہتر جگہ کا انتخاب کرو پس پاکباز اور تندرست عورتوں سے نکاح کرو۔ (الجامع الصغیر)

(۲) ابو رافع روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسن کی ولادت ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسن کے کان میں اذان پڑھتے دیکھا۔
(رواہ ابوداؤد والترمذی)

(۳) اپنے بچوں کی زبان اوّل کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' سے کھولو۔ (رواہ الحاکم)

(۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں: میرے ہاں بچہ پیدا ہوا' میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈالی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی پھر مجھے واپس لوٹا دیا۔
(متفق علیہ)

(۵) بچے کے ساتھ ہی اس کا عقیقہ کرو پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف کو دور کرو۔ (بخاری و مسلم)

(۶) عقیقہ کرنا ہر بچے کا حق ہے' ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کرو اور اسی دن اس کا نام رکھو اور اس کا سر منڈواؤ۔ (ترمذی' نسائی)

(۷) اور خون والی جگہ پر خوشبو چھڑکو تاکہ طبیعتوں پر اس کا بہتر اثر ہو۔

(۸) بے شک قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا پس اپنے نام اچھے رکھو۔ (ابوداؤد)

(۹) اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم)

(۱۰) آدمی اپنے گھر میں نگران ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں نگران ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ (بخاری' مسلم)

(۱۱) آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت کو خوراک مہیا نہ کرے۔ اہل و

عیال کے نان ونفقے کا بہتر انتظام کرنا چاہیے۔(مسلم)

(۱۲) جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پس اس نے ان کو ادب سکھلایا اور ان سے حسن سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کر دی تو ایسے شخص کے لیے جنت ہے۔(ترمذی ابوداؤد)

(۱۳) وہ دینار جو تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور وہ دینار جو غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا اور وہ دینار جو تو نے مسکین پر صدقہ کیا اور وہ دینار جو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا ان میں سب سے زیادہ اجر والا وہ دینار ہے جو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ (مسلم)

(۱۴) ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں حالانکہ ہم تو انہیں نہیں چومتے؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کروں۔(الادب المفرد)

(۱۵) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا باپ انہیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لایا اور عرض کی کہ میں نے یہ بچہ اپنے ایک غلام کو دے دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بچے اسی طرح دوسروں کو دے دیے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کو واپس لے لے۔اس سے مراد یہ ہے کہ بچہ غلامی کے ماحول میں نہ جائے۔(بخاری مسلم)

(۱۶) تقسیم کرنے میں اپنے بچوں کے درمیان مساوات اختیار کرو۔(طبرانی)

(۱۷) بچے کا حق والد پر یہ ہے کہ وہ اس کو حسنِ ادب سکھلائے اور اس کا بہترین نام رکھے۔ (بیہقی)

(۱۸) اپنی اولاد کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں (نماز ترک کرنے پر) ان کو مارو اور ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دو۔(ابوداؤد)

(۱۹) باپ کی بچے کے لیے سب سے بہتر عطا یہ ہے کہ وہ اسے حسنِ ادب سکھائے۔(ترمذی)

(۲۰) اپنی اولاد کو تین اچھی عادتوں سے مؤدب بناؤ: اپنے نبی ﷺ کی محبت آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت اور تلاوتِ قرآن سے لگاؤ۔(طبرانی)

(۲۱) اپنی اولاد کو تیراکی تیراندازی اور گھڑسواری کی تعلیم دو۔(نسائی ابن ماجہ)

(۲۲) اللہ اس والد پر رحم کرے جس نے اپنے بچے کی نیکی میں مدد کی۔ (ابن حبان)

ان آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ کے اختتام پر میں صرف ایک بات کہوں گا کہ بچوں کے حقوق کے حوالے سے اللہ اور اس کے رسول نے جو احکام جاری کیے ہیں، یقیناً ہر نفسیات کا ماہر شخص ان سے کلی طور پر اتفاق کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام نے جو ہمیں قوانین بتلائے ہیں وہ آفاقی اور فطری ہیں۔ پس تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے کہ جس نے ہمیں اسلام جیسی نعمت سے نوازا ہے۔

نویں بحث: ماں باپ کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (الاسراء: ۲۳-۲۴)

اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس (اللہ) کے اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اُف تک مت کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو ○ اور جھکا دو ان کے لیے تواضع و انکسار کے پَر رحمت (ومحبت) سے اور عرض کرو: اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بڑی محبت سے مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا ○

اس موضوع پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

(۲) ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا: میں اللہ سے اجر حاصل کرنے کے لیے آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! بلکہ دونوں زندہ ہیں' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پس تم اللہ سے اجر طلب کرتے ہوئے اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔ (متفق علیہ)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تین سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! بتائیں' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' اس حالت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی (تیسرا بڑا گناہ ہے)' پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو دہرائے جارہے تھے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔
(متفق علیہ)

(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! ایک آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے' پس (دوسرا) آدمی اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی' دوسروں کا قرض نہ دینا اور اپنے قرض کا مطالبہ کرنا اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور تمہارے لیے قیل وقال' کثرت سوال اور مال کے ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔
(متفق علیہ)

(۶) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ

حق دار کون ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ۔ (مسلم)

(۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو جس نے بڑھاپے کی حالت میں والدین میں سے ایک یا دونوں کو پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا، ان کی خدمت کر کے۔ (مسلم)

(۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین اشخاص پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے: شراب کا عادی، اپنے والدین کا نافرمان اور وہ خبیث شخص جو اپنے اہل میں خبائث و بے حیائی کو روا رکھتا ہے۔ (نسائی)

(۹) ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی نیکی باقی ہے جو میں ان کے لیے کروں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! ان پر نماز (جنازہ) پڑھو، ان کے لیے استغفار کرو، ان کے بعد ان کے کیے گئے عہد کو پورا کرو، جس رشتہ دار کے ساتھ انہیں کی وجہ سے سلوک کیا جا سکتا ہو اس سے اچھا سلوک کرو اور ان کے دوست احباب کی عزت و تکریم کرو۔ (ابوداؤد)

دسویں بحث: اولاد پر والدین کے حقوق

اسلام نے جہاں دوسروں کے حقوق بیان کیے ہیں، والدین کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے اور ان کے ساتھ معاملات کا طریقہ بتلایا ہے کیونکہ ماں باپ خاندان کی اصل بنیاد کی حیثیت ہوتے ہیں، جو بچوں کی پرورش کے دوران بے شمار تکالیف اور مصائب کا سامنا کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے اسلام نے حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آیا جائے، اس حق کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ فرمانِ ربانی ہے:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ (بنی اسرائیل:۲۳)

اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

پھر جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو اس وقت زیادہ شفقت و نرمی کرنے اور زیادہ احترام وتکریم کا حکم دیا گیا ہے' کیونکہ یہ وقت ان کی محنت کا پھل اکٹھا کرنے کا ہے۔ والدین نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ بچوں کے لیے محنت کرنے میں گزارا ہوتا ہے' اب بڑھاپے میں ان کے سکون و آرام کا وقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا○ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا○

(الاسراء: ۲۳۔۲۴)

اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اف تک مت کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو○ اور جھکا دو ان کے لیے تواضع و انکسار کا پہلو' رحمت (و محبت) سے اور عرض کرو: اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بڑی محبت سے مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا○

یہ فطری بات ہے کہ انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ نرمی اور رحمت کا طلب گار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ شفقت اور نرمی کا حق بوڑھے انسان کو دیا ہے اور اولاد کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ والدین کے ساتھ نیکی کرے اور جو لوگ اس سے روگردانی اختیار کرتے ہیں ان پر لعنت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا. (البقرہ: ۸۳)

اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے (اس بات کا) کہ نہ عبادت کرنا سوائے اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کی عزت و حرمت کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ساتھ کیا ہے' اسی لیے والدین کی نافرمانی' ان کے احسان کو نہ ماننا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں' بلکہ شرک کے قریب

ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہ سے بھی بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتا دوں؟ وہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ (بخاری) کامیابی اور ناکامی کا تعلق بھی والدین کی رضا سے ہے' کیونکہ والدین کی رضا اللہ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: اس کی ناک خاک آلود ہو جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین میں سے دونوں کو یا ایک کو پایا پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا' (مسلم' ترمذی) کیونکہ والدین کی رضا جنت کا راستہ ہے اور جس نے والدین کی رضا کو اپنے حق میں کر لیا وہ جنت کا مستحق ٹھہرا' پس بچوں کو چاہیے کہ وہ اس طرح جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اسلام نے بالخصوص والدہ کے ساتھ شفقت و مہربانی کرنے کی نصیحت کی ہے کیونکہ والدہ نے بڑی تکالیف جھیل کر بچے کو جنا اور پالا ہوتا ہے' بچہ اپنی والدہ کا کبھی بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

فرمانِ عالی شان ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ (لقمان: ۱۴)

اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے شکم میں اٹھائے رکھا ہے اسے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے (اس لیے ہم نے حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا' آخر کار میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے ۝

بے شک بچہ اپنی والدہ کے جسم کا حصہ ہوتا ہے' والدہ نے اسے اپنے رحم (شکم) میں اٹھائے رکھا' اس کو ماں کے پیٹ سے غذا ملتی رہی' پھر جب اس دنیا میں آیا اس وقت ماں کو تکلیف اٹھانی پڑی' پھر اس کو اپنی چھاتی سے دودھ پلاتی رہی اور اس کے لیے راتوں کو جاگتی رہی' اس طرح ماں نے بچے کی زندگی کو مربوط کیا' ان تمام مراحل میں ماں پے در پے تکالیف

اور مصیبتوں کا سامنا کرتی رہی۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک بچہ بھی اپنی ماں کے لیے اتنی قربانیاں دے اور اس کے لیے تکالیف برداشت کرے؟ اسی وجہ سے اسلام نے ماں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کا درس دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا' سوال کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری ماں' اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں' اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں' اس نے عرض کی: پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری)

انسان یہ تو دیکھتا ہے کہ اس کا باپ اس کے لیے محنت کر رہا ہے' اس کی طرف توجہ دیتا ہے اور اس پر خرچ کرتا ہے' لیکن اس نے اپنی ماں کو اس حالت میں نہیں دیکھا ہوتا کہ جب وہ ماں کے پیٹ میں تھا اور پھر اس کی گود میں تھا۔ اسی لیے ماں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

جس طرح اسلام نے ماں سے شفقت' رحمت اور خدمت کو جنت کا راستہ بتلایا ہے' رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ (نسائی) وہ بہتر اور اچھے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ماؤں کے حق کو پہچانا اور ان کی خدمت بجالائے۔ رب تعالیٰ ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اولاد اپنے والدین سے نظریں پھیر لے اور ان کی خدمت سے انکار کر بیٹھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔ (بخاری) وہ زمانہ جس میں ماؤں کی نافرمانی عام ہو جائے گی ان پر ظلم اور سختی کی جائے گی اور ان کے حقوق ادا کرنے سے غفلت کی جائے گی' وہی فنا و بربادی کا زمانہ ہو گا جس میں خیر اور ایمان کی کھیتیاں خشک ہو جائیں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی علامات سے یہ بھی بتایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی عورت کے ہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے جو ان سے ایسا سلوک کریں گے جیسا کہ ایک آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن اسلام نے یہی درس دیا ہے کہ والدین کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آؤ اور ہر قدم پر ان کی عزت و تکریم کو لازم رکھو۔ والدین اگرچہ مشرک ہی ہوں پھر

بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے' حتیٰ کہ اگر وہ کفر کی دعوت ہی کیوں نہ دیں پھر بھی ان سے نرمی اور شفقت ہی کو لازم پکڑنا چاہیے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۔ (لقمان:۱۵)

اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں تو ان کا یہ کہنا نہ مان' البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھا گزران کرو۔

اسماء بنت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: بے شک میری ماں مجھے ملی اور وہ مجھے (کفر کی طرف) رغبت دلا رہی تھی' کیا میں اُس سے تعلق جوڑے رکھوں؟ (کیونکہ ان کی ماں مشرکہ تھی)۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔ (بخاری) دین اسلام کی یہ ہدایت ہے کہ یہ ماں اور باپ کے ساتھ ہر حالت میں نیکی کرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔

آٹھویں فصل: اسلام میں عورت کے حقوق اور اس کی زندگی کے حقائق

یہ فصل مندرجہ ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: قرآن مجید کی روشنی میں عورت کی شخصیت کے نمایاں پہلو

عورت اور مرد کی بنیاد ایک ہی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○ (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے کثیر تعداد میں مرد اور (بڑی تعداد میں) عورتیں' اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کے واسطے سے تم مانگتے ہو ایک دوسرے سے حقوق' اور (ڈرو) رحموں (کے قطع کرنے سے)' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے○

عورت اور مرد کے باہمی تعلق کی صورتیں:

(۱) ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں
(۲) دورِ جاہلیت کے ظلم سے عورت کی نجات
(۳) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے وجوب میں عورت کی مشارکت
(۴) رسول اللہ ﷺ سے بیعت میں عورت کی مشارکت
(۵) نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے' جیسے تبلیغی امور میں عورت کی شراکت
(۶) ہر قسم کے دکھ درد میں عورت کی مشارکت
(۷) اجتماعی زندگی میں عورت کا مقام
(۸) مردوں کے میل جول میں عورت کا ادب
(۹) مسلمان عورت کا شرعی حجاب
(۱۰) عورت کی سیرت میں عزت و وقار
(۱۱) مردوں سے گفتگو کرنے میں عورت کا ادب

(۱۲) خاندان میں عورت کا مقام
(۱۳) مرد کا نگران ومحافظ ہونا
(۱۴) ازدواجی زندگی کے حقوق وواجبات میں توازن
(۱۵) عورت کا اپنے خاوند کے لیے زیب وزینت کرنا
(۱۶) بیویوں کی تعداد

(۱) عورت کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّيْ لَا أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں (بڑی) نشانیاں ہیں اہل عقل کے لیے ۝ وہ عقل مند جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور تسلیم کرتے ہیں) اے ہمارے مالک! نہیں پیدا فرمایا تو نے یہ (کارخانۂ حیات) بے کار، پاک ہے تو (ہر عیب سے) بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے ۝ اے ہمارے رب! بے شک تو نے جسے داخل کر دیا آگ میں تو رسوا کر دیا تو نے اُسے اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار ۝ اے ہمارے رب! بے شک سنا ہم نے منادی کرنے والے کو کہ بلند آواز سے بلاتا تھا ایمان کی طرف (اور کہتا تھا) کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر تو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے مالک! پس

وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

(آل عمران: ۱۹۰-۱۹۵)

بخش دے ہمارے گناہ اور مٹا دے ہم سے ہماری برائیاں اور (اپنے کرم سے) موت دے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ○ اے ہمارے رب! عطا فرما ہمیں جو وعدہ کیا تو نے ہمارے ساتھ اپنے رسولوں کے ذریعہ اور نہ رسوا کر ہمیں قیامت کے دن بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ تو قبول فرما لی ان کی التجا ان کے پروردگار نے (اور فرمایا) کہ میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی عمل کرنے والا کا تم میں سے خواہ مرد ہو یا عورت، بعض تمہارا جز ہے بعض کی، تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے اپنے وطن سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور (دین کے لیے) لڑے اور مارے گئے تو ضرور میں مٹا دوں گا ان (کے نامہ عمل) سے ان کے گناہ اور ضرور داخل کروں گا باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، یہ جزاء ہے (ان کے اعمال حسنہ کی) اللہ کے ہاں اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ○

(النساء: ۱۲۴)

اور جس نے بھی اچھے عمل کیے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو سو وہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور تل بھر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے ○

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً

جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے

طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (النحل:۹۷)

ایک پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر ان کے اچھے اور مفید کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے ○

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (مومن:۴۰)

جو بُرے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں بغیر حساب ○

(۲) دورِ جاہلیت کے مظالم سے عورت کی نجات

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ (النحل:۵۸-۵۹)

اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج و اندوہ سے) بھر جاتا ہے ○ چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بُری خبر کے باعث جو دی گئی ہے اسے' (اب وہ سوچتا ہے کہ) کیا وہ اس بچی کو اپنے پاس رکھے ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں' آہ! کتنا بُرا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں ○

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ○ (الاسراء:۳۱)

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے' ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی۔ بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے ○

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر:۸-۹)

اور جب زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا ○ کہ وہ کس گناہ کے باعث

ماری گئی O

ہجرت کے وجوب میں عورت کی مشارکت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا O إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا O فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا O وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا O (النساء: ۹۷-۱۰۰)

بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں پر' فرشتوں نے انہیں کہا: تم کس شغل میں تھے (معذرت کرتے ہوئے)' انہوں نے کہا: ہم تو زمین میں بے بس تھے' فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں' یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بُری جگہ ہے پلٹ کر آنے کی O سوائے ان کمزور و بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے جو نہیں کر سکتے تھے (ہجرت کی) کوئی تدبیر اور نہیں جانتے تھے (وہاں سے نکلنے کا) کوئی راستہ O تو یہ لوگ ہیں جن کے بارے میں امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا ان سے اور اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے O اور جو شخص ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں' پائے گا زمین میں پناہ کے لیے بہت جگہ اور کشادہ روزی' اور جو شخص نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف' پھر آئے اس کو (راہ میں) موت تو ثابت ہو گیا اس کا اجر اللہ کے ذمے اور اللہ تعالیٰ غفور

رحیم ہےO

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میری ماں بے بسی کے عالم میں تھے' بچوں میں سے میں اور عورتوں میں سے میری والدہ۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت کے حکم میں بھی عورت کو شریک کیا گیا ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت میں مسلمان عورت کی مشارکت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ (الاحزاب:۵۰)

اے نبی (مکرم)! ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لیے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ (الممتحنہ:۱۰)

اے ایمان والو! جب آ جائیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے تو ان کی جانچ پڑتال کر لو۔

مہاجرہ عورت کا امتحان اسی وقت مکمل ہو گیا جب اس نے اس بات کا عہد اللہ تعالیٰ سے کر لیا کہ وہ دین اسلام کی خاطر ہی سب کچھ کرے گی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہی زندگی بسر کرے گی۔

رسول اللہ ﷺ سے بیعت میں عورت کی مشارکت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا

اے نبی (مکرم)! جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں تا کہ آپ

وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ:۱۲)

سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گے نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں تو (اے میرے محبوب!) انہیں بیعت فرما لیا کرو اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت مانگا کرو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ○

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے جیسے تبلیغی امور میں عورت کی مشارکت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبہ:۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ○ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ○ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ○ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ

مارے گئے کھائی کھودنے والے ○ (جس میں) بڑے ایندھن والی آگ تھی ○ جب وہ اس کے کنارے پر بیٹھے تھے ○ اور

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝ (البروج:۴۔۱۰)

وہ جو اہل ایمان کے ساتھ سلوک کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے O اور نہیں ناپسند کیا انہوں نے مسلمانوں سے سوائے اس کے کہ وہ ایمان لائے تھے اللہ پر جو سب پر غالب' سب خوبیوں والا ہے O جس کے قبضۂ قدرت میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O بے شک جن لوگوں نے ایذاء دی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے O

ارشاد ربانی ہے:

• وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب:۵۸)

اور جو لوگ دل دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (معیوب) کام کیا ہو تو انہوں نے اٹھا لیا (اپنے سر پر) بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ O

اجتماعی زندگی میں عورتوں کی مشارکت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ (ابراہیم:۳۷)

اے ہمارے رب! ہم نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں' تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں' اے ہمارے رب! یہ اس لیے تاکہ وہ قائم کریں نماز' پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان

کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکرادا کریں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ O فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ O وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ O قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ O قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ O (ھود:۶۹-۷۳)

اور بلاشبہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر' انہوں نے کہا: (اے خلیل!) آپ پر سلام ہو' آپ نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو' پھر آپ جلدی لے آئے (ان کی ضیافت کے لیے) ایک بھنا ہوا بچھڑا O پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے' فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں ہمیں تو بھیجا گیا قوم لوط کی طرف O اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں' وہ ہنس پڑیں تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی O سارہ نے کہا: وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں' بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے O فرشتے کہنے لگے: کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ کے حکم پر؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں' اے ابراہیم کے گھر والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے O

تفسیر طبری اور قرطبی میں لکھا ہے کہ مذکورہ آیات میں اس منظر کو بیان کیا گیا ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ اپنے خاوند کے مہمانوں کی مہمان نوازی میں مصروف تھیں اور آپ علیہ السلام مہمانوں کے پاس بیٹھے تھے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ○ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ○ فَجَآءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

(القصص: ۲۳۔۲۵)

اور جب (موسیٰ) مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر لوگوں کا ایک انبوہ ہے جو (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور دیکھیں اس انبوہ سے الگ تھلگ دو عورتیں کہ اپنے ریوڑ کو روکے ہوئے ہیں' آپ (علیہ السلام) نے پوچھا: کیوں اس حال میں کھڑی ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہم نہیں پلا سکتیں جب تک چرواہے اپنے مویشیوں کو لے کر واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں ○ تو آپ (علیہ السلام) نے پانی پلا دیا' ان (کے ریوڑ) کو پھر لوٹ کر سایہ کی طرف آ گئے اور عرض کرنے لگے: میرے مالک! واقعی میں اس خیر و برکت کا جو تو نے میری طرف اتاری' محتاج ہوں ○ کچھ دیر بعد آئی آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک خاتون شرم و حیاء سے چلتی ہوئی (اور آ کر) کہا: میرے والد تمہیں بلاتے ہیں تاکہ تم نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں معاوضہ دیں پھر جب آپ ان کے پاس آئے اور اپنا واقعہ ان کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے (تسلی دیتے ہوئے) کہا: ڈرو نہیں

تم بچ کر نکل آئے ہو ظالموں (کے پنجہ) سےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَO وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَO قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَاؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO

(النمل: ۴۲-۴۴)

سو جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے' کہنے لگی: یہ تو ہو بہو وہی ہے اور ہمیں اطلاع مل گئی تھی اس واقعہ کی اس سے پہلے اور ہم تو فرمانبردار بن کر حاضر ہوئے ہیںO اور روک رکھا تھا اسے (ایمان لانے سے) ان بتوں نے جن کی وہ عبادت کیا کرتی تھی اللہ تعالیٰ کے سوا بے شک وہ قوم کفار سے تھیO اسے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ پس جب اس نے دیکھا اس (کے بلوریں فرش) کو تو اس نے خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اس نے کپڑا اٹھا لیا اپنی دونوں پنڈلیوں سے' آپ نے فرمایا: (یہ پانی نہیں) یہ چمکدار محل ہے بلور کا بنا ہوا' کہنے لگی: اے میرے رب! میں ظلم ڈھاتی رہی اپنی جان پر اور (اب) ایمان لائی ہوں سلیمان کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہےO

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌO (المجادلہ: ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور شکوہ کیے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج و غم کا) اور اللہ سن رہا تھا

تم دونوں کی گفتگو بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○

مردوں سے ملاقات میں عورتوں کے آداب

سب سے پہلی چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں حکم دیا ہے وہ نظر کی حفاظت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (النور: ۳۰-۳۱)

(اے محبوب!) آپ حکم دیجئے مومنوں کو کہ وہ نیچے رکھیں اپنی نگاہوں کو اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی یہ بات پاکیزہ ہے ان کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کاموں پر جو وہ کیا کرتے ہیں ○ اور آپ حکم دیجئے ایمان دار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھا کریں اپنی نگاہیں اور حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی۔

مسلمان عورت کا حجاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. (النور: ۳۱)

اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔

مسلمان عورت وقار سے چلے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ. (النور: ۳۱)

اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تا کہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگار جو وہ چھپائے ہوئے ہیں۔

مردوں سے مخاطب ہونے میں عورت کا ادب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ (الاحزاب:۳۲)

پس ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیاء) جس کے دل میں روگ ہے اور گفتگو کرو تو باوقار انداز سے کرو۝

خاندان میں عورت کا مقام

نیک عورت اپنے خاوند کے لیے سکون مہیا کرتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الروم:۲۱)

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں' تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات)' بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۝

مرد محافظ ونگران اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے

ارشاد ربانی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ (النساء:۳۴)

مرد محافظ ونگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے' پس نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں' (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں کی) غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت سے اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ اور (پھر) الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی

بازنہ آئیں تو) مارو انہیں پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے بالا سب سے بڑا ہے O

حقوق زوجیت میں توازن اور اس کا وجوب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ O (البقرہ:۲۲۸)

اور ان (عورتوں) کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ عزت والا حکمت والا ہے O

بناؤ سنگھار کرنا عورت کی خصوصیت ہے لیکن جنگ و جدال ۔۔۔۔۔ میں یہ کمزور ہے

ارشادِ ربانی ہے:

أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ O (الزخرف:۱۸)

کیا وہ (ایسی اولاد جنے گا) جو پروان چڑھتی ہے زیوروں میں اور وہ مباحثہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہیں کرسکتی O

بیویوں کی تعداد کا قانون

ارشاباری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا O (النساء:۳)

اور اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو

پھر ایک ہی (کافی ہے) یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو' یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم ایک طرف ہی نہ جھک جاؤO

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO (النساء:۱۲۹)

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ پورا پورا انصاف کروا اپنی بیویوں کے درمیان اگرچہ تم اس کے بڑے خواہش مند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو' اور اگر تم درست کرلو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہےO

دوسری بحث: سنتِ نبوی کی روشنی میں

عورت کی شخصیت کے نمایاں پہلو

سب سے پہلے ہم بخاری و مسلم کے حوالے سے عورت کی شخصیت کے کچھ پہلو واضح کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک عورتیں مردوں کی مانند ہی ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث:۲۳۲۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! زمانۂ جاہلیت میں ہم عورت کے لیے کچھ (حصہ) بھی شمار نہیں کرتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیات نازل کیں اور ان کے لیے حصے مقرر فرمائے۔ (صحیح البخاری ج۱۰ص۲۸۳' صحیح مسلم ج۴ص۱۹۰) دوسری روایت میں ہے' حضرت عمر فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم عورت کے لیے کوئی چیز بھی شمار نہیں کرتے تھے' جب دینِ اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا ذکر کیا پھر ہم نے جانا کہ عورتوں کا بھی ہم پر کوئی حق ہے۔ (صحیح البخاری ج۱۲ص۴۱۸)

پہلے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے عورت کا ذکر مرد کے ساتھ ہی کیا ہے' جب یہ آیت:

''وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' (الشعراء:۲۱۴) اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنائیں'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے گروہِ قریش! اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالو میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز کو نہیں ٹال سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا' اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا' اے فاطمہ بنت محمد! جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔

(صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۲۰' صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۳)

عورت کبھی دین اسلام قبول کرنے پر سبقت بھی لے جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ میں اور میری والدہ بے بسی کی حالت میں تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری والدہ عورتوں میں سے تھیں۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۶۴) امام بخاری اس باب کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اپنی ماں کے ہمراہ مظلوموں (مہاجروں) سے تھے۔ اپنے باپ کے ساتھ ان کی قوم کے دین پر نہ تھے۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ان کی ماں کا نام لبابۃ بنت الحارث الہلالیہ تھا (اور ان کی کنیت ام الفضل تھی)۔ ان کا یہ فرمانا کہ عبداللہ بن عباس اپنے باپ کے ساتھ ان کی قوم کے دین پر نہ تھے' مصنف نے اس سے یہ سمجھا کہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ حضرت عباس نے غزوۂ بدر کے بعد اسلام قبول کیا' لیکن اس میں اختلاف ہے' صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عباس نے فتح کے سال کے شروع میں ہجرت کی اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آئے اور فتح میں شریک ہوئے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۲)

بعض اوقات عورت ہی اپنے قبیلے والوں کو دین کی دعوت دیتی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' ہم رات کے پہلے حصے میں سفر کرتے رہے۔ جب رات کا آخری حصہ آیا تو ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ کیا تو ہماری آنکھ لگ گئی' یہاں تک کہ دھوپ نکل آئی' پس سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق بیدار ہوئے' ان کی عادت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک بیدار نہ کرتے تھے جب تک کہ آپ خود بیدار نہ ہو جاتے' پس حضرت عمر فاروق بیدار ہوئے تو حضرت ابوبکر آپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے‘ حضرت عمر اونچی آواز سے تکبیر کہنے لگے‘ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے‘ پھر آپ علیہ السلام نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ ایک آدمی ہم سے جدا ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھی‘ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے پوچھا: اے فلاں! تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا ہے؟ وہ کہنے لگا: مجھے جنابت لاحق ہو گئی ہے‘ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ پاک مٹی سے تیمم کر لو‘ پھر اس نے نماز پڑھی‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند سواروں کے ساتھ بھیجا اس وقت ہمیں شدید پیاس لگی ہوئی تھی‘ ہم جا ہی رہے تھے کہ ہم نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے دو مشکیزے رکھے سواری پر جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: پانی بہت دور ہے‘ تمہیں نہیں مل سکتا‘ ہم نے پوچھا: تمہارے گھر سے پانی کتنی دور ہے؟ وہ کہنے لگی: ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر‘ ہم نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو‘ وہ کہنے لگی: کون رسول اللہ؟ پس ہم زبردستی اسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے آئے‘ اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہی باتیں کیں جو اس نے ہم سے کیں‘ نیز اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے بچے یتیم ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی سواری بٹھانے کا حکم دیا اور اس کے مشکیزوں میں کلی کی‘ پس (اس کی برکت سے) ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ہم نے اپنی ساری مشکیں اور برتن بھر لیے‘ لیکن کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا‘ اس کے مشکیزے پھر بھی بھرے ہوئے تھے‘ پھر آپ نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ‘ پس ہم نے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کیں اور یہ سب کچھ وہ عورت اپنے گھر لے گئی اور کہنے لگی: میں آج ایک ایسے شخص سے مل کر آئی ہوں کہ یا تو وہ انسانوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے یا اپنے دعوے کے مطابق وہ نبی ہے کہ (اس کے ہاتھ پر فلاں فلاں واقعات ظاہر ہوئے ہیں)‘ پس اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا کی‘ وہ عورت خود بھی مسلمان ہو گئی اور ساری بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۹۲‘ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۰) اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی دعوت پر بھی لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

اچھی تعلیم اور بہتر تربیت عورت کا حق ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

شخص کے ہاں بیٹیاں ہوئیں' اس نے ان کی اچھی تربیت کی تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ ہوں گی۔ (صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۳' صحیح مسلم ج ۸ ص ۳۸)

تعلیم و تربیت سے بڑھ کر اور کون سا حسنِ سلوک ہوگا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو' پس اس نے اچھے طریقے سے اس کو تعلیم دی ہو اور بہتر طریقے سے اس کو آداب سکھائے ہوں پھر وہ اس کو آزاد کر دے اور اس کی شادی کر دے تو اس شخص کے لیے دو اجر ہیں۔ (صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۲۸)

اس حدیث شریف سے پتا چلا کہ جب انسان کو ایک لونڈی کے بارے میں اچھی تعلیم اور بہتر تربیت کا حکم دیا جا رہا ہے تو اس کی اپنی آزاد بچی زیادہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی بہترین تعلیم و تربیت کی جائے' کیونکہ سب سے بہترین زیور اور زادِ راہ جو بچی کو اپنے باپ کی طرف سے ملتا ہے وہ مفید علم اور اچھے اخلاق ہیں۔ زمانے کے ساتھ اخلاقی اقدار اور تعلیم کی نوعیت میں فرق اور بہتری آتی رہتی ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کے دن خطبہ سے پہلے نماز پڑھی' اس کے بعد لوگوں کو خطاب کیا' خطبہ سے پہلے فراغت کے بعد آپ (منبر سے) اترے اور عورتوں کے پاس گئے' آپ نے ان کو نصیحت کی' دراں حالیکہ آپ نے حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور عورتیں اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۰۲' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸) ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیال کیا کہ شاید عورتوں نے وعظ نہیں سنا' پس آپ نے انہیں صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۹' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸)

ابن جریج' عطاء سے پوچھتے ہیں کہ کیا اب امام پر ضروری ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو کر عورتوں کو وعظ و نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: ہاں! ان کے لیے ضروری ہے وہ کیوں ایسا نہیں کرتے۔

کیونکہ تعلیم و تربیت عورت کا حق ہے' تو جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ عورتوں کی صفیں پیچھے ہونے کی وجہ سے ان کو شاید سمجھ نہ آئی ہو تو آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کرنا بھی آئمہ مساجد کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

لوگوں کو سنت کی تعلیم دینے اور حدیث روایت کرنے میں ۔۔۔۔ عورتوں کی مشارکت

حافظ ذہبی کہتے ہیں: حدیث کے معاملے میں کسی عورت کے جھوٹ کا مؤثر ہونا ثابت نہیں۔() شوکانی کہتے ہیں: علماء میں سے کسی سے بھی یہ روایت منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی حدیث اس لیے رد کر دی ہو کہ اس کی راوی عورت ہے' کتنے سال گزر چکے ہیں' امت کے علماء نے کسی ایک صحابیہ عورت کے قول کو بھی قبول کیا ہے اور جس کے پاس حدیث کا تھوڑا سا بھی علم ہے وہ اس بات سے انکار نہیں کرتا۔ (نیل الاوطار ج۸ص۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی اصل دین میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ج۶ص۲۴۰' صحیح مسلم ج۵ص۱۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جوتا پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضو کرنے میں اور اپنا ہر کام کرنے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری ج۱ص۲۸۰' صحیح مسلم ج۱ص۱۵۶)

مذکورہ احادیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں' بتانا یہ مقصود ہے کہ حدیث کی روایت کرنے میں اور حدیث کی تعلیم دینے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔

تیسری بحث: عورت کا مقام' اسلامی شریعت کی روشنی میں

بے شک اسلام اپنی تشریعات میں ہر لحاظ سے جامع اور مکمل اصول اور طریقہ بیان کرتا ہے' جو نہ تو صرف مردوں کے حساب سے ہوتا ہے اور نہ صرف عورتوں کے اعتبار سے بلکہ ایک انسان کے حساب سے' اسلامی معاشرے کی ضرورت کے لحاظ سے' عمومی مخلوق اور سب کے لیے مطلق خیر و اصلاح کے اعتبار سے احکامات مرتب ہوتے ہیں تا کہ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان کے لئے عدل و انصاف کا پہلو بلند تر رہے۔

اسلامی نقطۂ نظر روزمرہ کے تمام امور میں فطرتِ انسانی کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ اسی طرح عورتوں اور مردوں کے ذاتی امور کے حوالے سے علیحدہ علیحدہ احکامات جاری کرتا ہے۔ کیونکہ فطرت نے آدمی کو مردانہ خصوصیات اور عورت کو نسوانی خصوصیات سے مزین کیا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام بھی ان کو اس حوالے سے رہنمائی دیتا ہے کہ بہتر انسانی زندگی کے

قیام کے لیے خاندانی اور معاشرتی معاملات میں عورت و مرد کا کردار کیسا ہونا چاہیے' کیونکہ ان دونوں جنسوں کے عمومی احکامات تو ایک جیسے ہیں' لیکن اپنی اپنی مختلف نوعیت کی خصوصیات کے اعتبار سے کچھ احکامات اور ذمہ داریاں ہر جنس کی علیحدہ علیحدہ بھی ہیں' جن پر دونوں افراد عمل کر کے بہتر زندگی کا قیام عمل میں لا سکتے ہیں۔

جب اسلامی زندگی کے عمومی و ابتدائی اصول اور ہر جنس کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ خاص احکامات دونوں کو سمجھا دیئے جائیں اور مرد و عورت دونوں ان اسلامی اصولوں کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنا شروع کر دیں تو پھر کسی معاملے میں بھی لڑائی جھگڑے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

لیکن جدید دور کے لکھنے والے اور صاحبِ قلم عورت اور مرد کے درمیان ایسے معرکے کی کہانیاں گھڑتے ہیں کہ گویا یہ دو جنسیں ایک دوسرے کی دشمن اور باہم برسرِ پیکار ہیں۔ یہ اسلام کے نام پر لکھا جائے یا محض بحث و تحقیق کے طور پر ہی لکھا جائے اس میں عورت کی ایک بھیانک سی تصویر پیش کی جاتی ہے' گویا کہ یہ کوئی دوسری دنیا کی مخلوق ہے جو اس دنیا میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی۔

حالانکہ ان دونوں جنسوں میں ایسی کوئی لڑائی اور معرکہ بالکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جنسوں کی نوعیت کے اعتبار سے عدل و انصاف کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ان پر کچھ خاص احکام لاگو کیے ہیں جن پر عمل کر کے یہ دونوں منزلِ مراد تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ بات ضرور کہی جا سکتی ہے کہ عورت و مرد کے حقوق و فرائض کے حوالے سے دورِ جاہلیت کے معاشروں میں واقعی عورت کے حقوق کو غصب کیا جاتا رہا ہے' کیونکہ ان جاہلی معاشروں کے قوانین ان کی ہواء وہوس کے مطابق ہوتے تھے اور اپنی خواہشات کے مطابق وہ احکامات مرتب کرتے تھے' جن میں عورت کے حقوق نہ ہونے کے برابر ہوتے' روزمرہ کے معاملات میں عورت سے یک طرفہ سلوک کیا جاتا' اقتصادی طور پر عورت کو محروم رکھا جاتا' مثلاً میراث سے محروم رکھا جاتا' حق مہر کی ادائیگی بالکل ہوتی ہی نہ تھی اور عورت کو اپنے مال میں تصرف کا بھی کوئی حق حاصل نہ تھا۔

پس اسلامی قانون جو عدل و انصاف پر مبنی ہے' اس میں نہ ہی دونوں جنسوں کے درمیان کسی معرکے کا ذکر ہے' نہ ہی کسی کے ذاتی و فطری حقوق پامال ہوتے نظر آتے ہیں' جس میں نہ مرد پر زیادتی ہے اور نہ عورت پر ظلم نظر آتا ہے اور نہ ہی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ

روزمرہ کے انفرادی' خاندانی اور اجتماعی معاملات میں کسی ایک جنس پر زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہو' اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو یہ اسلامی نقطۂ نظر سے لاعلمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

مرد اور عورت کے حقوق و فرائض کے اعتبار سے ہم اسلامی قانون سے کچھ مثالیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ اسلام کی صحیح تصویر آپ دیکھ سکیں۔ ہم جہاد اور گواہی کے بارے میں عورت کے حوالے سے جب اسلامی قانون کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر نہ تو جہاد فرض کیا ہے اور نہ ہی حرام کیا اور اگر ضرورت کے تحت وہ جہاد میں حصہ لیتی ہے تو اسلام نے اس کو منع بھی نہیں کیا اور نہ ہی کسی مرد کو چاہیے کہ وہ انہیں روکے کیونکہ اسلامی غزوات میں عورتیں شریک ہوتی رہی ہیں اور مختلف کام سرانجام دیئے ہیں' لیکن یہ قانون نہیں کہ وہ ضرور شامل ہوں' بہرکیف اللہ تعالیٰ نے عورت پر اس طرح جہاد فرض نہیں کیا جس طرح مرد پر کیا ہے۔

عورت پر جہاد فرض نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت ان مردوں کو جنم دیتی ہے جو جہاد کرتے ہیں' گویا عورت کی گود ایسا ادارہ ہے جہاں جہاد کے لیے جوان تیار کیے جاتے ہیں اور عورت اس میدان میں ہی کامیاب ہے کہ وہ بچوں کو جنم دے کرامت میں اضافہ کرے اور جہاد کے لیے کھیپ تیار کرے' کیونکہ جب جنگیں ہوتی ہیں تو اس میں مردوں کو قتل کیا جاتا ہے اور عورتوں کو باقی رکھا جاتا ہے تو جب عورت باقی رہتی ہے تو وہ پھر بچوں کو جنم دے کر جہاد کے لیے نئی فوج تیار کرتی ہے۔

لیکن اگر جنگوں میں عورتوں کو بھی قتل کیا جائے اور مرد بھی ختم ہو جائیں تو پھر نسلِ انسانی کی بقاء ناممکن ہو جائے گی' اسی وجہ سے عورت پر جہاد فرض نہیں کیا گیا تا کہ جنگوں کے بعد کے زمانے میں ایک ایک مرد سے چار چار عورتیں نکاح کر کے بچوں کو جنم دیں اور اس کمی کو پورا کریں جو جنگ کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں پیدا ہو گئی تھی۔ ہزاروں مرد چند عورتوں سے بچوں کی کمی پوری نہیں کر سکتے' جب کہ ہزاروں عورتوں سے چند مرد نسلِ انسانی میں واقع کمی کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ فریضۂ جہاد سے عورتوں کو رخصت دینے میں اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی حکمت پوشیدہ ہے' جس پر جتنا غور و فکر کیا جائے' اسرار و رموز سامنے آتے چلے جاتے ہیں' یہ تو صرف' ایک حکمت بیان کی گئی' اس ایک حکم میں اس طرح کی بے شمار اخلاقی اور اجتماعی حکمتیں کارفرما ہیں جن کا اندازہ ہماری عقل نارسا سے ناممکن نظر آتا ہے۔

وراثت کے معاملے میں بھی اسی طرح کی حکمتیں موجود ہیں' وراثت میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو زیادہ حصہ دینے کا حکم دیا ہے' فرمایا:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ . ایک مرد (لڑکے) کا (حصہ) برابر ہے دو عورتوں (لڑکیوں) کے حصہ کے۔ (النساء:۱۱)

مرد کو زیادہ دینے کا جو حکم ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ مرد پر ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں' مثلاً مرد نکاح کے وقت عورت کو حق مہر دیتا ہے' لیکن عورت' مرد کو حق مہر نہیں دیتی۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں پر خرچ کرے' ان کے نان ونفقہ کی صورت میں لیکن عورت پر یہ واجب نہیں' اگرچہ عورت کے پاس اپنا مال ہی ہو' پھر مرد پر ہی اپنے خاندان کی طرف سے دیت اور ارش دینا لازم ہے' لیکن عورت اس سے بَری ہے۔ مرد پر اپنے خاندان کے غریب اور نادار رشتہ داروں پر خرچ کرنا بھی لازمی ہے' لیکن عورت کو اس کا حکم نہیں دیا گیا' ان قریبی رشتہ داروں میں والدین' بھائی' بہن وغیرہ آتے ہیں۔

اسی طرح چھوٹے بچوں کو دودھ پلوانے کا خرچہ اور والدہ کی عدم موجودگی میں بچے کی پرورش کی ذمہ داری مرد پر لاگو ہوتی ہے' ایسی بے شمار وجوہات ہیں جن کی وجہ سے مرد کو وراثت میں زیادہ حق دینے کی تلقین کی گئی ہے' کیونکہ اگر وراثت میں زیادہ حق دیا گیا ہے تو مرد پر اسی حساب سے ذمہ داریاں بھی زیادہ ڈالی گئیں ہیں۔ لیکن اس تمام نظام میں عورت کے لیے زیادہ آرام وراحت کا اہتمام کیا گیا ہے' کیونکہ عورت کے ذمہ نئی نسل کی پرورش اور تربیت ہے' یہ ایسا کام ہے جس کا مقابلہ دنیا میں کوئی مال نہیں کرسکتا۔ دنیا کی ساری دولتیں اور تمام اشیاء اس کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتیں۔

پس جہاں تک گواہی کا تعلق ہے' اس میں بھی شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کے لیے آسانی کا پہلو مدِ نظر رکھا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ . (البقرہ:۲۸۲)

اور بنالیا کرو دو گواہ اپنے مردوں سے اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو پسند کرتے ہو تم (اپنے لیے) گواہ تاکہ اگر بھول جائے ایک عورت تو یاد کرائے (وہ) ایک دوسری کو۔

اس آیت کریمہ میں پہلے مردوں کی گواہی کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ عمومی طور مسلم معاشرے میں مرد ہی باہر کے امور سرانجام دیتا ہے' جس میں عورت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی' کیونکہ اسلام نے عورت کو ان تمام کاموں سے قیمتی کام سونپا ہے اور وہ ہے بچوں کی پرورش ونگہداشت کرنا تاکہ مستقبل کے لیے اچھی قوم تیار ہو سکے۔ اس وجہ سے عورت کو باہر کے کاموں میں حصہ لینے سے حتی المقدور روکا گیا ہے۔

پس اسی وجہ سے گواہی کے معاملے میں کہا گیا کہ اگر دو مرد میسر نہیں ہیں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں' لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو عورتیں کیوں کہا گیا ہے؟ قرآنی آیت نے یہ حکم بالکل واضح بیان کیا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى ؕ . (البقرہ:۲۸۲)
تاکہ اگر بھول جائے ایک عورت تو یاد کرائے (وہ) ایک دوسری کو۔

یہ جو کہا گیا کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے' اس بھولنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ عورت کو پورے واقعے کی پوری خبر صحیح طریقے سے پتہ نہیں ہوگی یا یہ کہ وہ اس ہونے والے واقعہ کو صحیح طریقے سے بیان نہیں کر سکے گی تو اس وجہ سے فرمایا گیا کہ دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اس کے علاوہ عورت کی ذات میں پائی جانے والی فطری اور نفسیاتی وجہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ عورت میں جذباتی اور حساسی کیفیت زیادہ ہوتی ہے' کیونکہ عورت کی فطرت میں ماں ہونے کی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ جذباتی اور حساسی کیفیت اس وجہ سے ہے کہ بچہ جب بھی کسی چیز کا مطالبہ کرے تو سوچے سمجھے بغیر ماں جلدی سے اس کی ضرورت پوری کر دے۔

بچے کو کوئی تکلیف ہو تو ماں بے تاب ہو جاتی ہے' یہ اس لیے ہے کہ ماں میں جذباتیت اور حساسیت زیادہ ہوتی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ماں اور بچے پر کہ اس کے بغیر بچے کی صحیح نگہداشت اور پرورش ممکن نہیں ہے تو گواہی دینے کے وقت جب عورت کسی جذباتی کیفیت کا شکار ہو یا اس وجہ سے بھول جائے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات کی طرف لا سکتی ہے اور اصل واقعہ یاد دلاتی ہے۔ اس طرح ہم شریعتِ اسلامیہ کے ان دقیق پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے عورت اور مرد کے فرائض و واجبات میں توازن تلاش کر سکتے ہیں جس کو اس حکیم و علیم

ذات نے لاگو کیا ہے۔

اب ہم قرآن پاک کا وہ حکم پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کو انفرادی طور پر حق ملکیت دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ (النساء:۳۲)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو انہوں نے کمایا۔

یہ عورت کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کی خود مالک ہے اور جیسے چاہے خرچ کرے جیسے کہ مرد کو حق دیا گیا ہے' حالانکہ بعض پرانے اور نئے جاہلی ادوار میں عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنا مال اپنی مرضی سے خرچ کرے بلکہ اپنا مال خرچ کرنے کے لیے بھی اسے اپنے خاوند سے اجازت لینی پڑتی تھی' اسی طرح بعض معاشروں میں وراثت کا سارا مال بڑے بیٹے کو دے دیا جاتا ہے اور باقی چھوٹے بہن بھائی بالکل محروم رہتے ہیں' اسی طرح بعض میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال میں تصرف کے لیے اپنے ولی (کفیل) سے اجازت طلب کرے' اس طرح بے جا قوانین سے عورت کی ذاتی زندگی' خاندانی نظام اور معاشرتی و اخلاقی نظام تباہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پس اسلام نے ابتدا ہی سے کسی مطالبے' کسی احتجاج اور کسی پارلیمنٹ کے بغیر ہی یہ حقِ ملکیت عورت کو دے دیا ہے تاکہ انسانی عزت و تکریم قائم رہے اور معاشرے میں باہمی محبت والفت کا عنصر غالب رہے۔ اسلام نے ملکیت اور کسب کے اعتبار سے عورتوں اور مردوں میں ابتداء ہی سے مساوات قائم کی ہے' ڈاکٹر عبد الواحد وافی اپنی کتاب ''حقوق الانسان'' میں عورت کے بارے میں دین اسلام اور مغرب کے قوانین کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلام میں مرد اور عورت قانون کے سامنے برابر ہیں۔ اسی طرح تمام مدنی و شہری قوانین میں بھی مرد اور عورت برابر ہیں' عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ ہو۔

اسلام کے شادی بیاہ کے قوانین بھی مغربی عیسائی اقوام کے قوانین سے مختلف ہیں کہ مغربی معاشرے میں عورت شادی کے بعد اپنا نام اپنے خاندان کا نام' خرید و فروخت کے معاہدوں میں شرکت کا حق اور ملکیت کا حق کھو بیٹھتی ہے' لیکن مسلمان عورت شادی کے بعد بھی اپنے نام' اپنے خاندان کے نام' اپنے شہری و مدنی حقوق' خرید و فروخت' رہن' وصیت اور ہبہ

کے معاہدوں کے حقوق اور اپنی جائیداد وغیرہ پر اپنی ملکیت کے حقوق برقرار رکھتی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ مسلمان عورت اپنی مکمل شہری و مدنی زندگی اور اپنی شخصیت میں آزاد اور خودمختار ہے۔ اسلامی معاشرے میں مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے مال میں سے کچھ لے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا○ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا○ (النساء:۲۰۔۲۱)

اور اگر تم ارادہ کرلو کہ بدلو ایک بیوی کو پہلی بیوی کی جگہ اور دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس مال سے کوئی چیز کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال (زمانۂ جاہلیت کی طرح) بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے○ اور کیوں کر (واپس) لیتے ہو تم مال کو حالانکہ مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے اور وہ لے چکی ہیں تم سے پختہ وعدہ○

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا. (البقرہ:۲۲۹)

اور جائز نہیں تمہارے لیے کہ لو تم اس سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی۔

جب شوہر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دیئے ہوئے حق مہر سے کچھ بھی لے تو پھر یہ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے کہ مرد عورت کے اصلی مالِ ملکیت میں سے کچھ لے' ہاں! اگر عورت اپنی مرضی سے کچھ دے دے تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ اپنے مال میں جیسے چاہے تصرف کر سکتی ہے۔

اسی ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا○ (النساء:۴)

اور دیا کرو (اپنی) عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوش دلی سے تو کھاؤ اسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوشگوار سمجھتے ہوئے○

اس آیت کی رو سے بھی شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے مال کو اس کی

اجازت کے بغیر خرچ کرلے۔ اگر وہ شوہر کو اجازت دے دے یا اس میں تصرف کرنے کا وکیل بنادے تو پھر جائز ہے۔ عورت کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مال میں تصرف کرنے کا اختیار اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو دے دے۔

اسلامی شریعت نے اجتماعی عبادات میں بھی عورتوں اور مردوں کو برابر شریک کیا ہے' مثلاً باجماعت نماز میں' جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں اسلام نے مردوں اور عورتوں دونوں کو شریک ہونے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح فریضہ حج کی اجتماعی عبادت میں عورتیں اور مرد برابر ہیں' بلکہ احرام کے دوران منہ پر نقاب اوڑھنا اور دستانے چڑھانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اجتماعی وسیاسی امور میں عورتوں اور مردوں کو باہم ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبہ:۷۱)

نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں' حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں بُرائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا' بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے○

اس آیت کریمہ سے مومن عورتوں کے لیے مومن مردوں کی باہمی مددگاری ثابت ہوتی ہے' پس اس میں بھائی چارے' محبت والفت' مالی واجتماعی تعاون اور جنگی وسیاسی مدد شامل ہے۔ اسلام میں عورت کا سیاسی حق یہ بھی ہے کہ وہ اگر جنگی دشمنوں میں سے کسی کو اپنے ہاں پناہ دے دے یا کسی کو امان دے دے تو اس کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے اس فعل کو نافذ کیا جائے۔

حضرت ام ھانی (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ابوطالب کی بیٹی ہیں) نے فتح مکہ کے موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میں نے اپنے سسرالیوں میں سے دو

آدمیوں کو پناہ دے دی ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ام ہانی! جس کو تو نے پناہ دی ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ام ہانی نے ایک شخص کو پناہ دی تو ان کے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' ام ہانی نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام ھانی کے پناہ دینے کو نافذ کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت بھی کسی کو پناہ دے سکتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر عورت کسی شخص کو پناہ دے دے تو یہ جائز ہے۔ ابن منذر نقل کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کا کسی کو پناہ دینا اور امان دینا جائز ہے۔

بیعت کرنا

حضور ﷺ مردوں سے اطاعت و فرمانبرداری اور مدد و نصرت کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے' جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کے سرداروں سے بیعت عقبہ اولیٰ لی۔ اسی طرح عورتوں سے بھی بیعت لی' لیکن عورتوں سے بیعت لینے کی آیت بعد میں نازل ہوئی' پھر آیت نازل ہونے کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے بڑے پیمانے پر بیعت لی۔

اس کے بعد سن چھ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے صحابہ سے موت پر بیعت لی۔ عورتوں سے بیعت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی (مکرم)! جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں تا کہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے

ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی
نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں' تو (اے
میرے محبوب!) انہیں بیعت فرمالیا کرو اور اللہ
سے ان کے لیے مغفرت مانگا کرو' بے شک
اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے O

یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت کرنے کے بعد کوہِ صفا پر عورتوں سے بیعت لی۔ اس بیعت میں ابوسفیان کی بیوی ھند بنت عقبہ بھی موجود تھی۔ وہ نقاب اوڑھ کر اپنا بھیس بدل کر اس میں شریک ہوئی تھی' کیونکہ یہ وہی عورت تھی جس نے غزوۂ احد میں حضور کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کرایا اور ان کا کلیجہ نکال کر چبایا' دشمنی اور انتقام لیتے ہوئے' لیکن جب بھی حضور علیہ السلام بیعت کا جملہ بولتے تو یہ ہر جملے کے بعد کوئی نہ کوئی بات کہتی' مثلاً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت لیتے ہوئے فرمایا: میں ان عورتوں سے بیعت لیتا ہوں کہ یہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی' تو ھند نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگی: خدا کی قسم! آپ تو وہی کچھ ہم پر لاگو کر رہے ہیں جو آپ نے مردوں پر لاگو کیا ہے۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور یہ کہ عورتیں چوری نہیں کریں گی۔ ھند کہنے لگی: ابوسفیان تو بہت کنجوس تھا' میں نے اس کے مال سے تھوڑا سا لے لیا تھا' پتہ نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں؟ اس پر ابوسفیان جو وہاں موجود تھا' بولا: گزرے ہوئے زمانے میں جو بھی تم نے لیا وہ تیرے لیے حلال ہے۔

رسول اللہ علیہ السلام اس پر مسکرائے اور ھند کو پہچان لیا اور آپ علیہ السلام نے پوچھا: کیا تو ھند بنت عقبہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! جو کچھ گزر چکا مجھے معاف کر دیں' اللہ آپ سے درگزر فرمائے گا۔ پھر آپ بیعت لینے کی طرف متوجہ ہوئے' فرمایا اور یہ کہ عورتیں زنا نہیں کریں گی۔ ھند بولی: کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کر سکتی ہے؟ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور عورتیں اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ ھند کہنے لگی: ہم چھوٹے بچوں کی پرورش کرتی ہیں اور جب بڑے ہو جائیں تو آپ قتل کر دیتے ہیں' کیونکہ اس کا بیٹا حنظلہ غزوۂ بدر میں قتل ہو گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق اس بات پر ہنسے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسکرائے۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور یہ کہ نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے

ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں حرامی بچے کی نسبت اپنے شوہر کی طرف نہ کریں۔

ھند کہنے لگی: خدا کی قسم! بہتان بہت بُری چیز ہے' آپ ہمیں رشد و ہدایت اور اخلاقِ کریمہ کی تلقین فرمائیں۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور یہ کہ عورتیں کسی نیک کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ ھند کہنے لگی: ہمارے دلوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ ہم آپ ﷺ کی نیکی کے کاموں میں نافرمانی کریں۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے بیعت پر اقرار کروایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی عورتوں سے بیعت لیتے تو فرماتے کہ یہ سب کچھ اس میں ہے جو تمہاری استطاعت اور طاقت کے مطابق ہے۔ تو عورتیں کہتیں: اللہ اور اس کا رسول ہم سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والے ہیں۔

اسی طرح کی دوسری حدیث ہے' جس میں فاطمہ بنت عتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور بیعت کرنا چاہی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کریمہ کے مطابق بیعت لی ''اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ '' (الممتحنہ:۱۲) اس عورت نے شرم و حیا کرتے ہوئے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعجب ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عورت! اقرار کرو' خدا کی قسم! ہم نے بھی اسی آیت کے مطابق بیعت کی ہے۔ اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے اس آیت کے مطابق بیعت کی۔

اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان جو مساوات قائم کی ہے اور عورت کو جو حقوق عطا کیے ہیں وہ آج کی جدید جمہوری حکومتیں بھی عورت کو نہیں دے سکیں۔ فرانس میں اس زمانے میں بھی عورت کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا جا رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

فرانس میں شہری امور کے کئی معاملات میں عورت سے اس کی اہلیت و ملکیت کا حق غصب کیا گیا ہے' جس طرح ان کے شہری قوانین کی دو سو سترھویں شق میں درج ہے:

شادی شدہ عورت اپنے خاوند کی مرضی اور اس کو معاہدے میں شریک کیے بغیر نہ ہی کوئی چیز کسی کو ہبہ کر سکتی ہے نہ ہی اپنی ملکیتی چیز کو منتقل کر سکتی ہے' نہ ہی کوئی چیز گروی رکھ سکتی ہے اور نہ ہی کسی چیز کی ملکیت حاصل کر سکتی ہے۔

اس کے بعد ان قوانین میں مزید تشریحات اور تعدیلات آتی رہی ہیں جن پر عمل کرنا اب بھی فرانسیسی عورت پر لازم ہے۔ اس کے علاوہ مغربی معاشرے میں محض شادی سے ہی

عورت کو اپنے والد کا نام اور خاندان کا نام چھوڑنا ہوتا ہے' پھر وہ اپنے آپ کو فلانۃ بنت فلاں نہیں لکھ سکتی بلکہ اسے اپنا نام اپنے خاوند کے نام کے ساتھ لکھنا ہوتا ہے اور خاوند کا ہی خاندانی نام اپنانا ہوتا ہے۔اس مغربی طرز زندگی کے اعتبار سے عورت اپنی ذاتی شخصیت کھو بیٹھتی ہے اور خاوند کی شخصیت میں گم ہو جاتی ہے (جب کہ اسلامی قوانین میں ایسی کوئی بات نہیں' بے شمار احادیث گزری ہیں'ان میں جب بھی کسی عورت کا نام آیا ہے تو ساتھ اس کے والد کا نام لکھا گیا ہے۔اس کے شوہر کا نام نہیں لکھا گیا)۔

بڑی تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آج کل کی مسلمان عورتیں بھی مغربی غاصبانہ طرزِ حیات کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر مرد کے برابری کے حقوق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہیں۔وہ اس بات سے واقف نہیں ہوئیں کہ اسلام نے جوان کو چادر اور چار دیواری کے حقوق دیئے ہیں'ان سے عورت کی شان اور قدر و منزلت میں بہت اضافہ کیا گیا ہے اور عورت کو ہر حوالے سے تحفظ اور عزت سے نوازا گیا ہے۔اسی طرح عملی قانون سازی میں عورت کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے' مثلاً میراث میں' حقِ ملکیت میں' تجارت میں اور اپنے مال میں تصرف کا حق عورت کو دیا گیا ہے۔

اسلامی شریعت نے ایک جان سے تخلیق ہونے والے اپنے دونوں افراد مرد اور عورت کو ان کے کام اور ذمہ داری کے مطابق برابر کے حقوق دیئے ہیں۔آیاتِ قرآنی میں عمل سے پہلے ایمان کی شرط لگائی گئی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ (النساء:۱۲۴)

اور جس نے عمل کیے اچھے' مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو' سو وہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور تل بھر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے ○

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:۹۷)

جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر ان کے اچھے (اور مفید) کاموں

کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے O

اسی ضمن میں تیسری آیت ہے:

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ O (المؤمن: ۴۰)

اور جو بُرے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں، رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بغیر حساب O

یہ تمام ایسی قرآنی مثالیں ہیں جن میں ایک جان سے پیدا ہونے والے دونوں افراد یعنی مرد اور عورت کو ایمان اور عمل کے لحاظ سے ایک جیسی جزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ دونوں جنسیں یعنی مرد اور عورت ایمان، عمل اور جزاء کے لحاظ سے بارگاہِ خداوندی میں برابر ہیں، لیکن جاہلی معاشرہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے جب کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہو جاتی تو وہ لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا تھا تاکہ اس کو کوئی لڑکی کا طعنہ نہ دے۔

لیکن آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے عورت کا ذکر مرد کے ساتھ کیا ہے تاکہ معاشرے میں عورت کے مقام و مرتبہ کو تسلیم کیا جائے اور یہ باور کرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب برابر ہیں، وہاں فضیلت صرف تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، وہ چاہے مرد حاصل کرلے یا عورت۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں اسی وجہ سے مردوں اور عورتوں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔

فرمانِ ربانی ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، روزہ دار مرد اور روزہ دار

كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب:۳۵)

عورتیں اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں تیار کر رکھی ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ○

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے ○

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ. (النساء:۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس کا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں)۔

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ. (الاعراف:۱۸۹)

وہ (خدا) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ اطمینان حاصل کرے اس (جوڑے) سے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً. (النحل:۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں

سے بیٹے اور پوتے۔

ان آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورتیں اور مرد ایک ہی جنس سے پیدا کیے گئے ہیں اور نسلِ انسانی کا قوام بھی انہی سے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح ہیں۔

(صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۳۳۳)

چوتھی بحث: اسلامی شریعت میں عورت کا تحفظ

عورت اور معاشرے کے متعلق جاہلی دور کی جو خرابیاں تھیں، اسلام نے ان کا قلع قمع کیا ہے۔ اسلام نے ایک جان سے پیدا ہونے والے افراد مرد اور عورت کو عزت و تکریم کی بنیاد پر خاندان قائم کرنے کی ہدایت کی ہے اور مرد و عورت ہر دو کو ایک دوسرے کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ سب سے پہلے ایک خاندان مضبوط ہو اور تب ہی اسلامی معاشرہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے۔

اور اگر ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو روا رکھا جائے اور اسلامی اصول سے صرفِ نظر کیا جائے تو خاندان اور معاشرہ تباہی کی طرف بڑھے گا جس سے نہ صرف مرد و عورت کو نقصان ہو گا بلکہ ان کی معصوم اولاد سب سے زیادہ متاثر ہو گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے حق کی طرف ہدایت فرمائی ہے، تا کہ خاندان اور معاشرے میں ابتری نہ پھیلے بلکہ ہر انسان امن و سلامتی سے زندگی بسر کرے، اس میں سب سے ضروری امر یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے احوال کے مطابق اسلامی احکام جاننے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور نہ صرف اسلامی احکامات سے آگاہی حاصل کریں بلکہ ان پر کُلی طور پر عمل کریں، تا کہ معاشرے اور خاندان سے جاہلانہ رسوم و رواج کا خاتمہ ہو اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کا رجحان بڑھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ

اور فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے عورتوں کے بارے میں، آپ فرمائیں: اللہ تعالیٰ فتویٰ دیتا ہے تمہیں ان کے بارے میں اور وہ آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں تم پر اس کتاب

اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝ (النساء:۱۲۷)

(قرآن) میں (ان میں احکام ہیں) ان یتیم بچیوں کے متعلق جنہیں تم نہیں دیتے ہو جو (حق) مقرر کیا گیا ہے ان کے لیے اور خواہش کرتے ہو کہ نکاح کرلو ان کے ساتھ اور (قرآن میں احکام ہیں) کمزور بچوں کے متعلق اور (وہ یہ) کہ قائم رہو یتیموں کے معاملہ میں انصاف پر اور جو کرو گے بھلائی (کے کاموں) سے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے ۝

اس آیت کریمہ میں دورِ جاہلیت کی ظالمانہ رسوم کی تصویر کشی کی گئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان بُری رسوم کا حل بتایا ہے اور ہدایت دی ہے کہ مسلم معاشرے کو ایسی بُرائیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ حضرت علی بن ابی طلحہ اس آیت مذکورہ کے ضمن میں فرماتے ہیں: اور جاہلیت میں جس شخص کی کفالت میں کوئی یتیم بچی ہوتی تو وہ اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا' جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے کوئی بھی اس لڑکی سے نکاح نہ کرتا' اگر وہ خوبصورت ہوتی اور اس (کفیل) شخص کو پسند ہوتی تو وہ اس سے (خود) نکاح کر لیتا اور اس کا سارا مال خود کھا جاتا اور اگر وہ خوبصورت نہ ہوتی تو کوئی بھی اس سے نکاح نہ کرتا' حتیٰ کہ اسی حال میں وہ مر جاتی۔ جب وہ یتیم لڑکی فوت ہو جاتی تو وہ (کفیل) شخص اس کا وارث بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظلم سے منع کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت (ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم) آخر تک جو نازل ہوئی ہے' یہ اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس کوئی یتیم لڑکی ہو اور یہی شخص اس لڑکی کا ولی اور وارث ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس لڑکی کو اپنے مال میں شریک کرے اگر چہ وہ کھجور کا ایک گچھا ہی ہو۔ ایسا کرنے سے اس شخص کی رغبت اس لڑکی سے نکاح کرنے میں بڑھے گی (وہ لڑکی خواہ خوبصورت ہو یا بدصورت ہو)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس (مذکورہ) آیت کے نازل ہونے سے قبل لوگ' حضور ﷺ سے یتیم لڑکیوں کے متعلق پوچھتے تھے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''ویستفتونک فی

النساء قل الله یفتیکم فیھن وما یتلی علیکم فی الکتاب "۔آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر دوسری آیت نازل ہوئی:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ (النساء:۳)

اور اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی: (وترغبون ان تنکحوھن) کہ تم میں سے جس کے پاس یتیم بچی ہو اور اس کا کچھ مال تو تمہیں چاہیے کہ عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے نکاح کرو۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں یتیم لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا، اس کے کفیل کی طرف سے لڑکی کو طمع اور غبن کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ وہ شخص اگر اس سے نکاح کر لیتا تو اس کا مال بھی کھا جاتا اور اس کا حق مہر بھی غبن کر جاتا اور اگر نکاح نہ کرتا تو اس کا مال کھا جاتا جس کی وجہ سے کوئی بھی اس یتیم لڑکی سے نکاح نہ کرتا، اسی طرح بچوں اور عورتوں کو وراثت سے بھی محروم کر دیا جاتا تھا، کیونکہ یہ کمزور ہونے کی وجہ سے قوت سے اپنا حق حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے جاہلی وقبائلی استحصالی سوچ کی وجہ سے کمزور کو اس کی وراثت سے محروم کر دیا جاتا اور طاقتور اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہر چیز کا مالک بن بیٹھتا۔

دین اسلام نے ان ظالمانہ اور غاصبانہ رسوم ورواج کا خاتمہ کیا اور ایسے احکامات جاری کیے جن پر عمل کرنے سے خاندان اور معاشرے کے تمام افراد امن وسکون کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اسلام نے خاندانی اور قبائلی عصبت سے روکا ہے اور طاقت کے ذریعے اور جاہلانہ رویے کے ذریعے مال ناحق حاصل کرنے سے منع کیا، بلکہ اسلام نے عدل وانصاف کے ساتھ بچوں اور عورتوں کو ان کے حقوق دینے کو انسانیت کی معراج قرار دیا ہے

جب اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا عمل شروع ہوا تو اس وقت ہر طرف امن اور خوشحالی نظر آتی تھی، لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ پھر معاشرے میں وہی جاہلانہ وغاصبانہ استحصالی نظام رائج ہو رہا ہے۔ کہیں کمیونزم ہے تو کہیں سوشلزم ہے، کہیں

مارکسیت ہےاور کہیں مادی استحصالی نظام ہے۔

اب پھر اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان انہی اصولوں پر عمل کرے جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور انسانی فطرت کے مطابق ہیں' یہ اصول ہمیں قرآن وحدیث سے میسر آسکتے ہیں۔اب پھر نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہے جس کے ضمن میں جدید دنیا کے ماحول کے مطابق اسلامی اصولوں کو یکجا کیا جائے اور ان پر عمل کر کے ترقی وخوشحالی کی راہ اختیار کی جائے۔جو احکامات خالق و مالک کی طرف سے عطا کردہ ہیں ان کو اپنایا جائے اور جو اصول و قوانین انسان کے مرتب کردہ ہیں ان کو چھوڑا جائے' تب ہی کامیابی ہوگی۔

کیونکہ انسان نے جو بھی توجیہات اور احکام مرتب کیے ہوں گے وہ اس کی محدود سوچ کی عکاسی کریں گے اور جو احکامات اور اصول اللہ تعالیٰ نے ہماری بھلائی کے لیے مرتب کیے ہیں' وہ ہر طرح سے حق اور سچ ہوں گے اور عدل وانصاف پر مبنی ہوں گے' کیونکہ انسان کو پیدا کرنے والی بھی تو وہی ذات ہے۔اس لیے وہ خدا بہتر جانتا ہے کہ انسان کی بھلائی اور بہتری کس میں ہے۔

پانچویں بحث: اسلامی شریعت میں عورت کے حقوق

اجمالی طور پر اسلامی شریعت میں عورت کے حقوق اس بنیاد پر قائم ہیں کہ وحدتِ انسانی میں عورت بھی مرد کے ساتھ شریک ہے اور عورت پر ضروری ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھے' اور اللہ کی طرف سے ہر امر اور نہی پر عمل کرنے کی پابند ہو' کیونکہ قیامت کے دن مرد کی طرح اس سے بھی حساب کتاب لیا جائے گا اور مرد ہی کی طرح یہ بھی سزا وجزاء کے مرحلے سے گزر کر جنت ودوزخ کی مستحق ٹھہرے گی۔

(دراسۃ مقارنۃ حول الاعلان العالمی لحقوق الانسان ص ۱۱۲۔۱۲۲)

اس لیے ہم ذیل میں وہ بنیادی اصول ذکر کرتے ہیں جن میں عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے:

(۱) کرامتِ انسانیت میں عورت اور مرد برابر ہیں' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ . اور تحقیق ہم نے بنی آدم (انسانیت) کو تکریم عطا کی ہے۔

(الاسراء:۷۰)

(۲) عورت اور مرد کے درمیان فضیلت' تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ (الحجرات:۱۳) بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

(۳) خاندانی وحدت میں عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے' جیسا کہ فرمایا گیا تھا کہ عورتیں مردوں کی ہی طرح ہیں اور عورتوں پر بھی اسی طرح فرائض و واجبات ہیں جس طرح مردوں پر لاگو ہیں' سوائے اس کے کہ مردوں کو خاندان کی نگرانی اور کفالت کی بھاری ذمہ داری سونپی گئی ہے لیکن عورت بھی کُلی طور پر اس سے بَری نہیں' اس کے علاوہ تمام حقوق و فرائض میں مرد اور عورت خدا تعالیٰ کے سامنے برابر کے جواب دہ ہیں۔

یہ وہ اسلامی اصول ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری تھا' کیونکہ دشمنانِ اسلام عورت کے حقوق کے حوالے سے غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں' یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد آیات میں عورت کے حقوق اور عزت و تکریم کا ذکر کیا ہے اور سنتِ رسول ﷺ سے بھی اتنی چیزیں سامنے آتی ہیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں۔

اسلام نے عورت کو جو عزت و تکریم اور حقوق عطا کیے ہیں یہ نہ اسلام سے پہلے کسی دوسری شریعت میں تھے اور نہ ہی نام نہاد جدید نظام دے سکتا ہے۔ بعض غیر مسلم لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کے حقوق کے حوالے سے اس میں عدم مساوات کا رویہ اپنایا گیا ہے اور عورت کے حوالے سے اسلام پر مندرجہ ذیل شبہات کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) میراث میں عورت کو مرد کے برابر حصہ نہیں دیا گیا۔
(۲) گواہی کے معاملے میں عورت کو مرد کے برابر حق نہیں دیا گیا۔
(۳) طلاق دینے کا حق صرف مرد کو دیا گیا' عورت کو نہیں دیا گیا۔
(۴) مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی گئی جب کہ عورت کو یہ اجازت نہیں۔

ہم ذیل میں ان مذکورہ شکوک و شبہات کا جائزہ لیتے ہیں:

پہلا اعتراض: میراث میں عورت کو مرد کے برابر حصہ نہیں دیا گیا

جواب: یہ بات مشہور ہے کہ اسلام سے قبل کسی معاشرے میں بھی عورت کو وراثت

نہیں دی جاتی تھی بلکہ اس کو بیچا اور خریدا جاتا تھا' بلکہ بعض اوقات یہ خود مالِ وراثت کی طرح ترکہ کے طور پر تقسیم ہوتی تھی۔ جس کا خاوند فوت ہو جاتا تو عورت اس کے بڑے بیٹے کی میراث ہوتی تھی اور جب فوت ہونے والا شخص اپنی بیوی کے علاوہ کوئی مالِ وراثت نہ چھوڑتا تو یہ عورت خاوند کے تمام رشتہ داروں میں میراث کے طور پر تقسیم ہوتی۔ اس کو بیچ کر قیمت سے حصہ وصول کیا جاتا' لیکن جب اسلام آیا تو عورت کے بارے میں کہا گیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○ (النساء:۷)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ' یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے ○

اس آیت کریمہ میں مطلقاً عورت کے حصے کی بات کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ عورت کو اس کے والدین اور اقرباء کی میراث سے اس کے حصے کے مطابق شریک کیا جائے۔ وہ چاہے ماں ہے' بہن ہے' بیٹی ہے یا بیوی ہے' اس کے مطابق اس کو حصہ دیا جائے۔
اسلام نے عدل کے ساتھ وراثت کی تقسیم اس طرح کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً

حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں' ایک مرد (لڑکے) کا حصہ برابر ہے دو عورتوں (لڑکیوں) کے حصہ کے' پھر اگر صرف لڑکیاں ہی دو سے زائد ہوں تو ان کے لیے دو تہائی ہے جو میت نے چھوڑا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے نصف ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اس سے جو میت نے چھوڑا بشرطیکہ میت کی اولاد ہو اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (النساء:۱۱)

وارث صرف ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ ہے (باقی سب باپ کا) اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (اور یہ تقسیم) اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد ہے جو میت نے کی اور قرض ادا کرنے کے بعد' تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کون ان میں سے زیادہ قریب ہے تمہیں نفع پہنچانے میں' یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ (تمہاری مصلحتوں کو) جاننے والا ہے' بڑا دانا ہے○

اسلام نے ہی وراثت میں عورت کا حصہ مقرر کیا اور اجتماعی مفاد کے پیش نظر بعض حالات میں عورت کا حصہ مرد کے حصے سے آدھا مقرر کیا گیا' لیکن یہ کسی طور بھی عورت کی عزت وتکریم اور اس کی شان میں کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ مختلف خاندانی و معاشرتی ذمہ داریوں کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس بات کو سامنے رکھ کر عورت اور مرد کے حصے میں عدمِ مساوات کی بات کرتے ہیں وہ اسلام کی اصل روح سے واقف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ (البقرہ:۲۲۸)

اور ان عورتوں کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق۔

یعنی حقوق کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ (البقرہ:۲۲۸)

البتہ مردوں کو عورت پر فضیلت ہے۔

اسلام نے جو مرد کو یہ درجہ عطا کیا ہے' یہ گھر اور خاندان کی نگرانی و نگہبانی کے اعتبار سے

اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کے حوالے سے ہے۔ اسلام نے یہ بھاری ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈالی ہے حالانکہ عورت اس سے آزاد ہے لیکن پھر بھی اسلام نے عزت وحرمت اور حقوق وفرائض میں دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ مرد کو بھاری ذمہ داریاں عطا کی ہیں کیونکہ وہ جسمانی لحاظ سے مضبوط ہے اور عورت پر اس کی استطاعت کے مطابق ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ. مرد محافظ ونگران ہیں عورتوں پر۔

(النساء:۳۴)

یعنی گھر کی حفاظت و ذمہ داری کے اعتبار سے اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لحاظ سے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط. (النساء:۳۴) اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت وآرام کے لیے)۔

اس کے بعد قرآن مجید کی اس آیت کے حوالے سے اعتراض ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کو وراثت سے برابر کا حصہ نہیں دیا گیا:

للذکر مثل حظ الانثیین. ایک آدمی (لڑکے) کا حصہ برابر ہے دوعورتوں (لڑکیوں) کے۔

اس کا جواب بھی واضح ہے کہ یہ تقسیم تمام حالات میں نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ تو بعض حالات میں ہے اور اصولی طور پر دیکھا جائے تو یہ تقسیم بالکل حالات کے مطابق ہے مثلاً اسلام نے بعض صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر بھی حصہ دیا ہے مثلاً جب میت کے صرف بیٹے ہوں تو ماں باپ کو برابر برابر حصہ ملے گا۔ اسی طرح میت کی ماں کی طرف سے بھائی اور بہن کو برابر برابر حصہ ملتا ہے۔ جب میت کا نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ کوئی اس سے نیچے کا وارث۔

ان دوصورتوں میں واضح طور پر عورت کو مرد کے برابر حصہ دیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے جو بھی حصے مقرر کیے ہیں عدل وانصاف سے مرتب کیے گئے ہیں اسی طرح جب میت کی اولاد ہو تو اس وقت قاعدہ یہ ہے کہ بیٹوں کو بیٹیوں سے دگنا حصہ دیا

جائے۔ یہی صورت اس میں بھی ہے کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو اولاد نہ ہونے کی صورت میں خاوند کو آدھا حصہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کو نان و نفقہ مہیا کرے اور مرد ہی اپنے خاندان کی عورتوں پر خرچ کرتا ہے۔ اس لیے مرد کا حصہ بعض صورتوں میں زیادہ رکھا گیا ہے۔ اہل وعیال پر خرچ کرنے کی بھاری ذمہ داری بھی تو مرد ہی کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے' جب کہ عورت اس سے آزاد ہے۔ اسی طرح مرد جب نکاح کرتا ہے حق مہر کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے' عورت کوئی حق مہر نہیں دیتی۔ شادی کے بعد کھانے کا خرچ' لباس کا خرچہ' رہائش کا خرچ بھی تو مرد پر ہی ہے' لیکن عورت بیوی ہو یا بہن ہو' بیٹی ہو یا ماں ہو اس پر مرد کے لیے کوئی بھی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی۔

اس طرح ان لوگوں کے شکوک وشبہات ردّ ہو جاتے ہیں جو وراثت کی تقسیم میں اسلام پر عدم مساوات کا الزام لگاتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں عورت خود بھی کام کرتی اور کماتی ہے' اس طرح وہ خاوند کے ساتھ بچوں کی پرورش میں مددگار ثابت ہوتی ہے' لہٰذا اب نان ونفقہ کی کلی طور پر مرد کی ذمہ داری نہیں رہی تو ان حالات کے پیش نظر کہ جب عورت بھی کام کرتی ہے تو عورت اب مرد کے برابر ہو گئی ہے' لہٰذا اب وہ حالات نہیں رہے کہ مرد کو دُگنا حصہ دیا جائے۔

یہ بات بھی اپنے آپ کو اور معاشرے کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کہ بعض عورتیں جو خود کام کرتی ہیں وہ اپنی پوری ذمہ داری ادا کر رہی ہیں؟ اور کلی طور پر خود کفیل ہو گئی ہیں؟ یہ دھوکا ہے' وہ یہ تو دیکھ رہے ہیں کہ عورت باہر نکل کر کام کر رہی ہے لیکن یہ نہیں دیکھ رہے کہ عورت کے باہر نکلنے سے اس کا گھریلو نظام کس حد تک تباہ ہوتا ہے' ازدواجی زندگی کتنی متاثر ہوتی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال میں کس حد تک خلل واقع ہوتا ہے اور ان کی تعلیم وتربیت پر کیا بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس سے عورت کو جو عزت وناموس خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے وہ کس حد تک مجروح ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر عدل وانصاف کے دائرے میں رہ کر دیکھا جائے تو حقیقت واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے اور نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے بارے میں جو بھی احکامات مرتب کیے ہیں وہ عین حق ہیں اور عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

دوسرا اعتراض: گواہی کے معاملے میں عدم مساوات

گواہی کے معاملے میں عورت مرد کے درمیان عدمِ مساوات کا جو اعتراض کیا جاتا ہے' اس میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ	اور بنا لیا کرو دو گواہ اپنے مردوں سے
رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ	اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں'
وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا	(اپنے لیے) گواہ' تاکہ اگر ایک عورت بھول
الْاُخْرٰى ؕ. (البقرہ:۲۸۲)	جائے تو (وہ) ایک دوسری اس کو یاد کرائے۔

اس کی وضاحت ہم اس طرح کریں گے کہ گواہی دینا صرف اور صرف انسانی مسئلہ ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری اور بھاری بوجھ ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا	اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص
فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ. (البقرہ:۲۸۳)	چھپاتا ہے اس (گواہی) کو تو یقیناً اس کا ضمیر گناہ گار ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے گواہی کے لیے اگر انسان کو بلایا جائے تو گواہی دینا واجب ہے اور یہ بڑی جرأت کا کام ہے' مرد تو بروقت گواہی کے لیے حاضر ہو سکتا ہے لیکن عورت کے لیے یہ مشکل ہے کیونکہ بعض دفعہ وہ زچگی کے مراحل سے گزر رہی ہوتی ہے' کبھی بچوں کی پرورش میں اتنی منہمک ہوتی ہے کہ اس کے لیے یہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ بھاری بوجھ مردوں کے کندھوں پر زیادہ ڈالا گیا ہے۔ بالخصوص اس میں ایک اور بات یہ ہے کہ انسان چاہے مرد ہو یا عورت بے شمار چیزوں کو بھول جاتا ہے اور بعض اوقات صحیح بات بیان نہیں کر پاتا۔ یہ بھولنے کی کمزوری عورتوں میں مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے ایک کی جگہ دو عورتوں کو گواہی میں شامل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ کئی ایسے مسائل ہیں جن میں اسلام نے ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کیا ہے' مثلاً عورتوں کے پوشیدہ و ذاتی مسائل میں ایک عورت کی گواہی بھی قبول کی گئی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے گواہی کی بڑی اہمیت بیان کی ہے' کیونکہ گواہوں کی گواہی دینے پر ملزم

پر حدود وتعزیرات لگانے کا دارومدار ہوتا ہے اس لیے اس میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے تاکہ کسی دوسرے انسان پر تہمت نہ لگے اور کسی سے بے جا زیادتی نہ ہو جائے۔ اسی احتیاط کے پیشِ نظر ایک کی جگہ دو عورتوں کا کہا گیا ہے۔

سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ گواہی کا بھاری بوجھ اکیلی عورت کے کندھے پر نہیں ڈالا گیا بلکہ دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر اس بوجھ کو اٹھانے میں شامل کیا گیا ہے۔

تیسرا اعتراض: اسلام میں عورت کی بجائے مرد کو طلاق دینے کا حق دیا گیا ہے

طلاق دینے کا حق جو مرد کو دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعتِ اسلامی کی رو سے شادی ایک عقد ہے یعنی یہ ایک معاہدہ ہے جو باہمی رضامندی سے کیا جاتا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ متبادل دینے کے پابند ہوتے ہیں یعنی نکاح کے اس معاہدے کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے لذت حاصل کرتے ہیں حالانکہ نکاح کے معاہدے سے پہلے وہ دونوں ایک دوسرے پر حرام تھے۔

شادی اور نکاح کے موقع پر خاوند اپنی بیوی کو حق مہر دیتا ہے حالانکہ عورت اس کو مال وغیرہ سے کچھ بھی دینے کی پابند نہیں ہے لیکن شادی کے بعد جو جنسی لذت حاصل کی جاتی ہے اس میں وہ دونوں برابر کے شریک ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر خاوند نے جو حق مہر دیا وہ کس چیز کے عوض ہوا؟ اس لیے عورت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اپنا آپ خاوند کے حوالے کر دے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض رنگین مزاج اور جاہل مرد اپنے طلاق کے حق کو بُرے طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اس سے دور ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پس وہ طلاق سنت کی بجائے طلاقِ بدعت دیتے ہیں۔ طلاق سنت وہ ہے جس کا طریقہ ہمیں شریعت نے بتلایا ہے اگر اس طریقے پر انسان عمل کرے تو زیادہ امکانات صلح کرنے اور رجوع کرنے کے ہی ہوتے ہیں۔ میاں بیوی میں بالکل علیحدگی اُسی وقت ہوتی ہے جب اسلامی اصولوں کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔

اسی طرح طلاق کا جو حق شریعتِ اسلامیہ نے مرد کو دیا ہے مرد بعض حالات میں طلاق کا یہ حق بیوی کو بھی دے سکتا ہے۔ مثلاً نکاح کے وقت جو شرائط طے ہوئیں اسی وقت مرد نے

یہ بھی اقرار کیا کہ اگر وہ ان شرائط پر پورا نہ اترا تو اس کی بیوی اپنے آپ کو اس کی طرف سے طلاق دے سکتی ہے' اگر مرد نے یہ طلاق کا حق عورت کو تفویض کر دیا تو پھر اگر وہ مردان متفقہ شرائط سے روگردانی کرتا ہے تو عورت یہ حق استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی زوجیت سے فارغ کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ اسلام نے عورت کو خلع کرنے کا حق دیا ہے کہ عورت اپنی عدت کے نان ونفقہ سے دستبردار ہو کر' خاوند کو حق مہر کا مال واپس کر کے یا اس کے علاوہ مال دے کر خلع حاصل کر سکتی ہے' اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں کہ عورت کسی شرعی عذر یا مرد کے جسمانی عیب کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت میں خلع کا دعویٰ دائر کر دے۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ نے یہ حق بھی عورت کو دیا ہے کہ اس کا خاوند اگر اس کا نان ونفقہ نہیں دیتا یا اس کی ضرورت پوری نہیں کرتا تو عورت اس سے طلاق مانگ سکتی ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہتا یا حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا یا عورت کی اجازت کے بغیر کہیں دور جا کر آباد ہو گیا ہے اور عورت کو حرام میں پڑنے کا خطرہ ہے تو عورت طلاق لینے کی مجاز ہے۔ اسی طرح مرد کو اگر کوئی متعدی بیماری لگ گئی ہے یا کوڑھ ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے یا جنسی طاقت سے عاری ہو گیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی عیب یا بیماری ہے' تو بھی عورت طلاق لینے کی حق دار ہے۔ فقہاء کرام نے اس کی وضاحت کتب فقہ میں کی ہے۔

چوتھا اعتراض: اسلام نے مرد کو بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے

متعدد شادیاں کرنے کا رواج اسلام سے قبل بہت زیادہ پھیلا ہوا تھا۔ شادیوں کی کوئی حد نہیں ہوتی تھی۔ ایک ایک شخص کی دس دس بیویاں ہوتی تھیں' عیسائیت اور یہودیت میں بھی بغیر معین تعداد کے کئی کئی شادیوں کا رواج تھا۔ اسی طرح عرب معاشرے کا بھی یہی حال تھا۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس مسئلہ کا حل یوں نکالا گیا کہ اسلام نے بیک وقت چار سے زائد شادیوں سے روک دیا اور چار بیویاں رکھنے میں بھی شرط یہ لگائی کہ ان کے درمیان ہر طرح سے عدل کیا جائے۔ اگر عدل نہیں کر سکتا تو پھر صرف ایک ہی شادی کافی ہے۔

یہ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس جاہلانہ طریقے کو ختم کر کے بہتر طریقہ دیا اور غیر محدود شادیوں کو چار کی تعداد میں محدود کر دیا اور ساتھ عدل قائم کرنے کی شرط لگائی اور عورت کو یہ حق بھی دیا کہ وہ عدم عدل کی صورت میں عدالت سے رجوع کر کے فسخِ نکاح کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے۔

جب دوسری شادی کی جائے تو پہلی بیوی کی رضا اور غبت سے کرے۔ اسلام کی رُو سے دوسری شادی کر لینا اس سے بہتر ہے کہ کئی گرل فرینڈز اور کئی معشوقیں رکھی ہوں۔ اس سے معاشرے میں ابتری پھیلتی ہے' اس طرح مرد بھی اپنے آپ کو خیانت اور گناہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور عورتیں بھی بدکاری وفحاشی سے اپنے آپ کو بچا سکتی ہیں۔

اسلام نے جو چار بیویوں کی اجازت دی ہے' اس میں ہر فرد کے لیے مصلحت ہے۔ میاں ہو یا بیویاں یا ان کی اولاد یہ سب انہی اصولوں کے مطابق اکٹھے رہ کر اچھی زندگی گزار سکتے ہیں' چہ جائیکہ بدکاری وفحاشی کا راستہ اختیار کر کے معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی عام کی جائے۔ اسلام نے متعدد بیویاں رکھنا فرض نہیں کیا بلکہ یہ کچھ حدود و قیود کے ساتھ صرف مباح ہے' تا کہ ضرورت کے پیشِ نظر چار تک کی تعداد میں بیویاں رکھ لی جائیں اور اگر عدل قائم نہ کر سکے تو ایک ہی کافی ہے۔

یہودیت میں شادیوں میں کوئی محدود تعداد نہیں۔ ان کی تحریف شدہ کتب بھی لا تعداد شادیوں کی اجازت دیتی ہیں۔ اسی طرح عیسائیت میں بھی کوئی تعداد متعین نہیں کی گئی۔ پولس نے بڑے پادریوں کو تعدد سے روکا' لیکن مارٹن لوئر جو پروٹسٹنٹ فرقے کا سربراہ تھا' اس نے غیر محدود شادیوں کو جائز قرار دیا اس دلیل پر کہ عیسائیت میں زیادہ شادیوں سے روکنے پر کوئی نص موجود نہیں' تو اس طرح عیسائیت میں بھی سترھویں صدی تک غیر محدود تعداد میں شادیوں کی اجازت رہی اور کلیسا اس کو جائز قرار دیتا رہا۔

اس طرح اسلام پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ اسلام نے اس کو عام کیا ہے' بلکہ اسلام نے تو بگڑی ہوئی صورت حال کو سنبھالا دیا اور غیر محدود تعداد کو چار کی تعداد میں محدود کر دیا اور ساتھ شرائط بھی عائد کر دیں' کیونکہ بعض اوقات دوسری' تیسری یا چوتھی شادی کی بہت ضرورت پڑ جاتی ہے' مثلاً اگر کسی شخص کی بیوی بانجھ ہے اور وہ اولاد کا طلب گار ہے تو پھر وہ کیا کرے' کیا وہ پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور دوسری شادی کر لے تا کہ اس کو اولاد بھی

حاصل ہو جائے اور پہلی عورت کی عزت اور مستقبل محفوظ رہے۔ اگر وہ بانجھ عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو وہ کہاں جائے گی؟ اس کا مستقبل خطرے میں ہوگا' اس طرح وہ بدکاری اور فحاشی کی طرف بھی مائل ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کی پہلی بیوی کسی طویل مرض میں مبتلا ہو گئی ہے اور اس کے چھوٹے بچے بھی ہیں' اب اس کو ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے جو بچوں کو بھی سنبھالے اور اس مریضہ کی دیکھ بھال کرے۔ اس صورت میں کیا وہ پہلی بیوی کو طلاق دے دے؟ یا دوسری شادی کرلے' یہ مرد کا حق ہے کہ وہ اس صورت میں کسی صحیح سلامت عورت سے شادی کرلے' تاکہ وہ خود بھی حرام سے محفوظ رہے۔

دو عالمی جنگوں کے بعد مغرب میں مردوں کی تعداد کم ہو گئی اور عورتوں کی تعداد کئی گنا زیادہ رہ گئی جس کی وجہ سے مغربی معاشرے میں بدکاری' زنا اور اخلاقی بے راہ روی خوب پھیلی' جس کا کسی طریقے سے بھی سدِباب نہ ہو سکا' پھر متعدد بیویاں رکھنے کی سوچ ابھری۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر اسلام نے متعدد شادیاں کرنا جائز رکھا ہے اور چار تک کی تعداد مقرر کی ہے۔ اس شرط پر کہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھا جائے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ. اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی (بیوی کافی ہے)۔

اسی طرح رب تعالیٰ کا دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ (النساء:۱۲۹)

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ پورا پورا انصاف کرو اپنی بیویوں کے درمیان اگرچہ تم اس کے بڑے خواہش مند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو۔

اس میں بھی مقصود یہی ہے کہ بیویوں کے درمیان پیار و محبت میں بھی عدل کیا جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ اسلام کا یہ نظام جس میں چار کی تعداد محدود کر دی گئی ہے یہ ان معاشروں سے بہتر ہے جن میں کئی کئی گرل فرینڈز اور معشوقیں رکھی جاتی ہیں اور حرام کاری کو رواج دیا جاتا ہے' جیسے کہ یورپی اور امریکی معاشرے میں کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال جب مغربی سمجھ دار عورتوں کے سامنے آئی تو انہوں نے بھی متعدد شادیاں کرنے کے قانون کا مطالبہ کیا' کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ کس قدر جنسی بے راہ روی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں کتنے ہی حرامی بچوں کو جنم دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان تمام خرابیوں کا حل اسلام نے ہمیں اس صورت میں دے دیا کہ ضرورت کی وجہ سے چار تک کی تعداد میں بیویاں رکھی جاسکتی ہیں۔

چھٹی بحث: قرآن کریم کی روشنی میں تعلیم حاصل کرنا عورت کا حق ہے

دورِ جاہلیت میں عورت دوسری محرومیوں کے ساتھ ساتھ علم سے بھی محروم تھی۔ اسلام نے علم حاصل کرنے پر ابھارا اور عورت و مرد دونوں کو اس کی ترغیب دلائی' اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری اسلامی تاریخ میں سینکڑوں عالمات' ادیبات' محدثات اور فقیہات گزری ہیں جن کے احوالِ زندگی کتب میں موجود ہیں۔ (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۶۵۔۱۶۶)

ہمارے سامنے فاطمہ بنت الشیخ علاء الدین السمرقندی (حنفی فقیہ ''تحفۃ الفقہاء'' کے مصنف متوفی ۵۳۹ھ) کی سیرت موجود ہے۔ علاء الدین السمرقندی اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں' ان کی بیٹی فاطمہ بھی جلیل القدر فقیہہ تھیں۔ فاطمہ کی شادی ان کے باپ کے شاگرد الشیخ علاء الدین الکاسانی سے ہوئی۔ علامہ الکاسانی بھی بہت بڑے فقیہ تھے۔ انہوں نے اپنے استاد کی فقہی کتاب ''تحفۃ الفقہاء'' کی تشریح و توضیح لکھی' جس کو ''البدائع'' کہتے ہیں' یہ کتاب بھی فقہ کی اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ فاطمہ اپنی فقہی بصیرت میں اتنی ماہر تھیں کہ جب ان کے خاوند کسی مسئلے میں اٹک جاتے تو وہ ان کی صحیح راہنمائی کیا کرتی تھیں اور جب بھی کوئی فتویٰ آتا تھا تو اس پر ان کی اور ان کے والد گرامی کی لکھائی ہوتی' لیکن جب ان کی شادی ہوگئی تو فتویٰ پر ان کی' ان کے والد گرامی اور ان کے شوہرِ نامدار کی لکھائی ہوتی۔

وہ عورت جو بالکل علم سے نابلد ہوتی ہے اس کی جہالت کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے' اس لیے اسلام نے اس پر زور دیا ہے کہ عورتوں پر بھی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے' تاکہ

اسلامی معاشرے میں بیویاں اور مائیں پڑھی لکھی ہوں اور نئی نسل کی اچھی تعلیم و تربیت ہو سکے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے عام سکولوں میں جو تعلیم لڑکوں کو دی جا رہی ہے وہی لڑکیوں کو دی جاتی ہے' یہ بالکل درست نہیں ہے' کیونکہ عملی زندگی میں لڑکے اور لڑکی کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں' لڑکی کی فطرت اور خلقت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ بیوی بنے گی اور پھر ماں بنے گی' اس لیے لڑکیوں کو اس قسم کی تعلیم دینی چاہیے' جس کی مستقبل میں ان کو ضرورت ہے' یعنی لڑکی کی تعلیم' گھریلو امور اور بچوں کی پرورش و نگہداشت جیسے امور پر مشتمل ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ وہ امور بھی شامل ہونے چاہئیں' جن کی ضرورت عورت کو عملی زندگی میں پڑتی رہتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نسوانی علوم و فنون کے حوالے سے ادارے قائم کیے جائیں' جن میں عورتوں کو ان کی ضرورت کے مطابق تعلیم دی جائے۔ یہی اسلام و قرآن کا مطمع نظر ہے کہ عورت اور مرد تعلیم کے زیور سے مزین ہو کر عملی زندگی میں بہترین انسان ثابت ہوں۔

ساتویں بحث: خاص حالات میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط

آج کل عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر بہت بحث و تمحیص ہوتی ہے اور ضرورت سے زائد اس کے حق میں بولا جاتا ہے۔ اختلاط کا مفہوم یہی ہے عورتوں اور مردوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور باہمی بات چیت کرنا اور گھل مل جانا۔ اس حوالے سے ہم اس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بات کرتے ہیں۔ (المرأة بین البیت والمجتمع ص ۱۱۶۔۱۱۸)

گھر میں اختلاط

(ا) شوہر کے گھر میں بیوی کو اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے اور نہ ہی کسی اجنبی شخص کا استقبال کرنا چاہیے یا ہر شخص کو گھر میں گھسنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے جیسا کہ ہمارے دیہات میں ہوتا ہے۔

(ب) خاوند یا بیوی کے قریبی رشتہ داروں کو بھی چاہیے کہ وہ بہت زیادہ ان کے گھر جانے سے پرہیز کریں۔ اسی طرح گھر میں داخل ہو کر بے جا بیٹھے رہنا بھی درست نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا: مردوں کو عورتوں کے گھر داخل

ہونے سے بچنا چاہیے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! سالی/دیور کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: یہ موت ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۶۷۷)

اس سے مراد شوہر اور بیوی کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ حضور ﷺ نے ان قریبی رشتہ داروں کو اس لیے موت کہا کہ ان کا بکثرت آنا جانا بہت خطرناک نتائج سامنے لاتا ہے' کیونکہ شوہر کے قریبی رشتہ دار یا بیوی کے قریبی رشتہ دار جب کثرت سے ان کے گھر آتے جاتے ہیں۔ کبھی رات کو آئے کبھی دن کو آئے' کبھی کسی ضرورت سے آئے کبھی بغیر ضرورت کے آئے اور خاندان وغیرہ میں بھی اس بات کو معیوب نہیں سمجھا جاتا' لیکن بعض اوقات یہ کثرت سے دیوروں اور سالیوں کا آنا جانا خطرناک صورت حال اختیار کر جاتا ہے جس سے نوبت طلاق تک یا قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ خاوند کے قریبیوں میں اس کا بھائی' اس کے کزن اور اس کے دوست وغیرہ شامل ہیں' جن کے بکثرت آنے جانے سے خطرناک صورت حال پیش آ سکتی ہے۔

(ج) اسی طرح عورت کا کسی اجنبی مرد کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھنا اگرچہ گھر میں ہو یا کسی اور جگہ پر قطعاً حرام ہے۔ اگر عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم موجود ہے تو پھر کوئی حرج نہیں اور اجنبی ہر وہ شخص ہے جو اس کا محرم نہ ہو اور محرم ہر وہ شخص ہوتا ہے جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہوتا ہے' مثلاً والد' بھائی اور بیٹا۔

یہ جو منع کیا گیا ہے اس بنیاد پر نہیں کہ واقعی عورت اور مرد میں اخلاقی بے راہ روی موجود ہے' بلکہ اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ یہ چیز انسانی فطرت میں شامل ہے کہ جب خلوت کے لمحات بڑھتے ہیں تو ایک دوسرے کی طرف میلانِ طبع بڑھتا ہے' جو بدکاری کا سبب بن سکتا ہے' اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خلوت (میں بیٹھنے) سے بچو' قسم ہے' اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' جب بھی کوئی مرد اور عورت خلوت میں بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

اس وجہ سے اسلام نے اجنبی مردوں اور عورتوں کا خلوت اختیار کرنا حرام قرار دیا ہے۔ ہاں اگر شوہر ساتھ ہو یا کوئی ذی رحم محرم ساتھ ہو تو پھر ضرورت کی بناء پر صحیح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھے جس کے ساتھ اس کا کوئی محرم موجود نہ ہو۔
(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۹' الترغیب ج ۱ ص ۱۴۵' علیل ج ۶ ص ۲۱۵)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذی رحم محرم کی موجودگی کے بغیر تم میں سے کوئی بھی کسی عورت کے ساتھ خلوت/تنہائی اختیار نہ کرے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۸، الترغیب ج ۳ ص ۳۹)

ان احادیث طیبات سے معلوم ہوا کہ مطلقاً عورتوں کا مردوں سے بات کرنا اور مردوں کا عورتوں سے بات کرنا ذاتی طور پر حرام نہیں بلکہ اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ خلوت و تنہائی سے بُرے نتائج تک بات پہنچ جاتی ہے۔ جب خلوت و تنہائی نہ ہو یا کوئی محرم موجود ہو تو باہمی تبادلۂ خیال اور بات چیت کی اجازت دی گئی ہے۔

آٹھویں بحث: عام زندگی میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط

اس کے متعلق جو شرعی حقائق ہیں ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) اسلام نے عورت کو اجنبی مردوں کے لیے اپنی زینت ظاہر کرنے سے منع کیا ہے۔ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بال، چھاتی، پیٹھ یا کولہے غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرے، جیسا کہ آج کل مغربی تہذیب سے متاثر عورتیں کرتی ہیں، اس سے اسلام نے روکا ہے۔ (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۸۵۔۱۸۶)

(۲) عام محفلوں میں اور پارٹیز پر عورتوں اور مردوں کے گھل مل جانے کو اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، تین ایسی جگہیں ہیں جہاں پر عورتوں اور مردوں کا جمع ہونا جائز قرار دیا گیا ہے:

(ا) عبادت کی جگہیں: عورت کے لیے اسلام نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں شریک ہو سکتی ہے بشرطیکہ عورتوں کے لیے علیحدہ جگہ کا انتظام کیا گیا ہو، اسی طرح حج کے موقع پر بھی عورتیں اور مرد اکٹھے ہی ہوتے ہیں۔

(ب) علمی محافل میں: اگر عورتوں کے لیے علیحدہ جگہ کا انتظام کیا گیا ہو تو عورتوں کے لیے جائز ہے کہ وہ علمی و دینی محافل میں شرعی حجابات کے ساتھ شریک ہوں۔

(ج) میدانِ جنگ میں جب اعلانِ عام ہو: جب جہاد کے لیے عام اعلان ہو تو پھر عورتیں بھی مردوں کے ساتھ اس میں شرکت کر سکتی ہیں، بشرطیکہ عورتوں کا کام اور رہن سہن مردوں سے الگ ہو۔

(۳) عام جگہوں پر کسی عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی و خلوت میں بیٹھنا جائز نہیں ہے' اگر چہ عورت نے پورا پردہ بھی کیا ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے: جب بھی کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کی تو تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔

اس طرح کے کئی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ جب مرد اور عورت تنہائی میں ملتے ہیں تو جذبات خود بخود تیز ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے عورت کو اس بات سے منع کر دیا ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی و خلوت اختیار کرے' نہ ہی گھر میں آنے والے کسی اجنبی مرد کا استقبال کرے' نہ ہی اپنے خاوند کے دوستوں کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کرے۔

نویں فصل

میاں بیوی کے اختلافات اور ناخوشگواری کا علاج اور وقوعِ طلاق کا ازالہ

یہ فصل مندرجہ ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث: اختیارات کے معاملے میں عورت کا مرد سے جھگڑا اور اس کا علاج

ہر معاشرے میں آج کل یہی مسئلہ چل رہا ہے' ہر خاندان میں عورت یہی چاہتی ہے کہ ہر کام اس کی مرضی سے ہو اور تمام اختیارات اس کے پاس ہوں' جس کی وجہ سے گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا رہتا ہے اور نوبت طلاق تک آ پہنچتی ہے۔ اس کا حل علماء اور دانشوروں نے یہی نکالا ہے کہ عورت کو اس خیالِ فاسد میں پڑنے کی بجائے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے' (الزواج الموفق ص۱۹۶۔۱۹۹) جو اللہ جل جلالہٗ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ (النساء:۳۴)

مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورت کی ضرورت و آرام کے لیے) تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں' حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں کی) غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت سے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں عورت پر ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقائق پر عمل کرے۔

(ا) عورت کا مرد پر اعتماد اور اس کی اطاعت کرنا

ہم یہاں پر اس معاملے کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ عورت کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنے خاوند پر اعتماد کرے۔ عورت کی حفاظت کے حوالے سے' زندگی گزارنے کے حوالے سے' اور حسی و بدنی صفات کے حوالے سے عورت کو اپنے خاوند کی طرف ہی مائل رہنا چاہیے۔ یہ اعتماد اس وقت ہی پختہ ہوتا ہے جب بیوی اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گی

اطاعت کی طرف جوں جوں رغبت بڑھے گی' میاں بیوی کا ایک دوسرے کی طرف حسی میلان زیادہ ہوگا' جس سے آپس کے تعلقات بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں گے' عورت اگر اپنے خاوند کا دل جیتنا چاہتی ہے تو وہ اطاعت وفرمانبرداری اور محبت والفت سے ہی یہ کامیابی حاصل کرسکتی ہے۔

لیکن اگر عورت قوت واختیار حاصل کرنے کی طرف راغب ہوگی تو پھر اسی وقت جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ اس باہمی کشمکش اور جھگڑے میں ہر کوئی دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرے گا' جس سے ہر وقت اختیارات کے حصول کے لیے رسہ کشی ہوتی رہے گی' جو گھریلو اور خاندانی سکون واطمینان کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ اس کا واحد علاج جو قرآن حکیم نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ ہر بات میں اپنے خاوند کی ہی اطاعت اختیار کرے۔ محافظت ونگرانی کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد ہی کو دیا ہے۔

اگر عورت یہی قوت واختیار حاصل کرنے میں کوشاں رہتی ہے اور کبھی نہ کبھی اس میں کامیاب بھی ہو جائے تو اس صورت میں وہ خاوند کا اعتماد کھو بیٹھے گی' پھر وہ اس کی طرف رغبت نہیں کرے گا' جس وجہ سے وہ ذہنی طور پر تنہائی محسوس کرے گی اور ذہنی خلفشار کا شکار رہنے لگے گی۔

لہٰذا عورت کے ذمے جو کام ہیں وہی اسے سرانجام دینے چاہئیں تاکہ عورت اور مرد کے درمیان ہر کام میں ہم آہنگی رہے اور اس طرح رغبت میں اضافہ ہوگا اور اگر انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق وفرائض میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو پھر ان کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی چلی جائے گی جس سے وہ ایک دوسرے کا اعتماد کھو بیٹھیں گے اور حسی و جسمانی طور پر وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

(۲) عورت اور مرد میں اختیارات کی جنگ کے بھیانک نتائج

جب اختیار وقوت کے حصول کی جنگ طول پکڑ جائے تو پھر جو بُرے نتائج کھلتے ہیں وہ میاں بیوی دونوں کے لیے حد درجہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں' کئی ایسی کھیلیں دیکھی گئی ہیں جن میں جیتنے والا بھی خسارے میں رہتا ہے۔ یہ معاملہ بھی اسی کھیل کے مشابہ ہے۔ اس میدان میں جو عورت قوت واختیار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے' وہ اپنے خاوند کو حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے۔

قوت و اختیار کے اس جھگڑے میں میاں بیوی دونوں کے لیے نقصان ہے۔ میاں بیوی میں وہ پہلے والی چاہت اور محبت نہیں رہتی اور اس نازک رشتے میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں' جن کا ازالہ ممکن نہیں۔ سب سے زیادہ نقصان عورت کو ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ اختیار و قوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے لیکن خاوند کی ہمدردی و اعتماد کھونے کی صورت میں جو نقصان ہوتا ہے اس کا ازالہ کسی صورت بھی ممکن نہیں ہوتا۔ اس صورت حال میں عورت کو تنہائی' تنگی اور محرومی کا احساس ہوتا ہے' جس وجہ سے ذہنی طور پر وہ مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے اور روزمرہ کے کام صحیح طریقے سے انجام بھی نہیں دے سکتی۔ جب کہ وہ عورت جو اپنے خاوند پر ہی اعتماد کرتی ہے اس کو اپنے خاوند کا اعتماد بھی حاصل رہتا ہے اور معاشرے میں بھی وہ کامیاب رہتی ہے۔ گھریلو ازدواجی زندگی اسی اعتماد کی وجہ سے مضبوط تر ہوتی ہے۔ یہ تمام اصول وضوابط فطری وطبعی صورت حال کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اگر ان فطری اصولوں کی خلاف ورزی کی جائے گی تو یقیناً تباہی و بربادی پیدا ہو گی' جب کہ ان فطری اصولوں پر عمل کرنے سے عورت اور مرد دونوں کے لیے فائدہ ہے اور اس طرح دونوں معاشرے کو بھی اپنے فساد اور فتنے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل لوگوں کا طرزِ عمل یکسر بدلتا جا رہا ہے۔ عورت ہر معاملے میں مرد سے آگے نکلنا چاہتی ہے اور قوت واختیار اور حکمرانی کی طلب گار نظر آتی ہے۔ جب معاشرے کے ظاہری خدوخال اس ڈگر پر چل نکلیں اور عورت کی سوچ اس حد تک بدل جائے اور فطری وطبعی اصولوں سے انحراف کیا جائے تو لامحالہ طور پر عورت اور مرد اپنے باہمی اعتماد کو بھی کھو بیٹھتے ہیں' اپنے خاندان کے افراد کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں اور معاشرے میں بھی دنگا فساد بپا کرتے ہیں جو کسی صورت میں بھی صحیح اور درست نہیں۔

ان تمام مصائب اور مشکلات کا حل وہی ہے جو قرآن حکیم نے ہمیں بتلایا ہے کہ مردوں کو ہی عورتوں پر محافظ ونگران بنایا گیا' سارے فسادات کا حل فطری وطبعی اصول کی بنیاد پر قرآن نے یہی پیش کیا ہے۔ یہ قوت واختیار کا حق ہر طرح سے مرد ہی کو سونپا گیا ہے۔ اس میں بہت زیادہ حکمتیں کارفرما ہیں' کیونکہ خالق کا کوئی کام بغیر حکمت کے نہیں ہوتا۔ لہٰذا بیوی کو بھی اپنے خالق و مالک کے فیصلے کے مطابق اپنی زندگی اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہی گزرنا چاہیے۔

دوسری بحث: ازدواجی زندگی میں اختلاف' طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے

اختلاف کا پیدا ہونا یہ انسانی و بشری فطری تقاضا ہے کیونکہ جب طبیعتیں مختلف ہوں گی' خواہشات میں تفاوت ہوگا تو پھر کسی ایک کام میں آراء کا مختلف ہونا اور جھگڑا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اسلام ان اختلافات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے لڑائی جھگڑوں کا اعتراف کرتا ہے اور ان کا علاج بھی بتلاتا ہے اور ان کے اسباب سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ اس لیے ان اختلافات کو نظر انداز کر دینا اور ان سے تجاہل برتنا درست نہیں ہے' کیونکہ ان کو نظر انداز کرنے سے مشکلات حل نہیں ہوں گی۔ اس صورت حال میں اسلام اس درد کی کامیاب دواء تجویز کرتے ہوئے اس کا علاج بتلاتا ہے' جو مندرجہ ذیل صورتوں میں بیان کیا جاتا ہے:

بیوی کی نافرمانی

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ بیوی اپنے خاوند سے بدسلوکی کرتی ہے اور خاوند کے ساتھ اس کا رویہ خراب رہتا ہے۔ پس وہ خاوند کو بُرا بھلا کہتی ہے' نافرمانی کرتی ہے' اور اس کی اطاعت سے روگردانی اختیار کرتی ہے۔ ان حالات میں شوہر پر ضروری ہے کہ وہ اس وجہ کو تلاش کرے جس کی بناء پر عورت کی سرکشی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر تو خاوند وہ وجہ تلاش کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کا ازالہ کر کے' یا عورت سے معذرت کر کے اس ناچاقی کو ختم کرے تاکہ میاں بیوی کے درمیان پھر سے محبت و الفت کا رشتہ استوار ہو سکے۔ میاں بیوی کے درمیان جو اختلاف و ناراضگی کی صورت پیدا ہوتی ہے اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب مجھ سے ناراض ہوتی ہو' پس جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: محمد (ﷺ) کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں! ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہاں! بخدا اس وقت میں آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔

(صحیح البخاری ج۹ص ۳۱۷۔ رقم الحدیث: ۲۵۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۳۰)

جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھیں گے اور دل کی ہر بات ایک دوسرے سے بلا جھجک کر لیں گے تو پھر ان کے درمیان اختلافات نہیں پیدا ہوں گے۔ لہٰذا اس بات پر غور وفکر کرنا چاہیے کہ کس چیز نے عورت کی اطاعت کو نافرمانی میں بدل دیا' اس کی محبت و چاہت کو نفرت میں بدل دیا؟ اس کے پیچھے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کا سبب خاوند کی طرف سے ہو تو اسے چاہیے کہ وہ عدل و انصاف اختیار کرے اور بیوی کو راضی کرنے کی کوشش کرے اور اگر پتہ چلے کہ عورت کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہوا ہے جس کی وجہ سے اس میں غرور و تکبر اور سرکشی و نافرمانی ہے تو شوہر کو اس صورت میں حالات کے مطابق تین مراحل اختیار کرنے چاہئیں:

(۱) پہلے نمبر پر شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو سمجھائے اور وعظ و نصیحت سے کام لے اور اسے سرکشی اور نافرمانی کے نتائج سے آگاہ کرے اور ڈرائے۔

(۲) اگر وعظ و نصیحت سے فائدہ نہ پہنچے اور عورت اپنی خُو نہ بدلے بلکہ اس کی نافرمانی میں اضافہ ہوتا رہے تو خاوند کو چاہیے کہ وہ اس سے ناراضگی کا اظہار کرے اور قطع تعلق کر لے اور اپنا بستر الگ کر لے۔ امید ہے کہ خاوند کے رویے کو دیکھ کر بیوی اپنی بدسلوکی کو ختم کر دے اور دوبارہ اس میں محبت و الفت کے جذبات لوٹ آئیں۔

(۳) جب عورت کی سرکشی حد درجہ کو پہنچ جائے' وعظ و نصیحت اور ناراضگی و قطع تعلقی سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مرض کا علاج کچھ اور ہے۔

اب اس صورت میں اسلام نے تادیبی کارروائی کرنے کو مباح قرار دیا ہے اور فرمایا:

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ (النساء: ۳۴) اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو۔

مارنا اور سزا دینا یہ ادب سکھلانے کا ایک اسلوب ہے۔ یہ کبھی تو تہذیب و تقویم کے لیے مفید ہوتا ہے اور کبھی سرکشی و نافرمانی کے مرض سے شفا دیتا ہے۔ اسلام نے جو علاج تجویز کیا ہے' عمومی طور پر اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کبھی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس علاج سے بھی مرض ٹھیک نہ ہو اور مرض بڑھتا جائے کیونکہ ہر بیماری کا علاج ایک ہی نہیں ہوتا' اس لیے پہلے صحیح طور پر اختلافات کی وجہ تلاش کرنی چاہیے۔

بعض اوقات خاوند اپنے اخلاقِ حسنہ سے اور پیار و محبت سے تمام امور کو صحیح کر لیتا ہے' کیونکہ اکثر اوقات پورے طور پر جنسی تسکین نہ ہونے کی وجہ سے بھی عورت کی

نافرمانی وسرکشی سامنے آتی ہے۔اس لیے اگر شوہر اپنی بیوی سے پیار ومحبت کا اظہار کرے اور اس کی جنسی تسکین کرے تو تمام جھگڑے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

خاوند کی ظلم وزیادتی

کبھی یوں ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے بدسلوکی اور زیادتی کرتا ہے۔اس کی ایک وجہ تو خاوند کی بدمزاجی اور غصیلی طبیعت ہے اور کبھی بیوی کی طرف سے بے رغبتی بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ وہ خاوند کے ظلم وزیادتی کرنے کی اصل وجہ کو تلاش کرے تاکہ اس کا سدِ باب کیا جا سکے۔

قرآن پاک نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۱۲۸)

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے خوف کرے (اس کی) زیادتی یا روگردانی کی وجہ سے تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح ہی (دونوں کے لیے) بہتر ہے اور موجود رکھا گیا نفسوں میں بخل اور اگر تم احسان کرو اور متقی بنو تو بے شک اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو○

اس معاملے میں غرور وتکبر سے کام نہیں لینا چاہیے' بلکہ ازدواجی زندگی کے سکون کے لیے دونوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں اور محبت والفت سے زندگی گزارنے کی پوری کوشش کریں۔باشعور خاوند کبھی بھی اپنی بیوی پر بے جا زیادتی نہیں کرتا۔وہ ہمیشہ اپنی بیوی کو صحیح راستے پر چلتے دیکھنا چاہتا ہے اور اپنی بیوی کی بداخلاقی اور کج روی کو بھی برداشت کرتا ہے اور اسے ہمیشہ اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہے۔

گھریلو ناچاقی

جب میاں بیوی کے درمیان اختلافات اور بغض اس حد تک پہنچ جائے اور دونوں میں سے کوئی بھی معذرت نہ کرے اور کوئی بھی اپنی ضد سے باز نہ آئے اور لڑائی جھگڑا اور گھریلو ناچاقی طول پکڑ جائے تو اب ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی تیسرا شخص ان کے درمیان تصفیہ کر

دے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں طرفوں سے ایک ایک حَکَم یعنی مُنصِف مقرر ہوگا جو میاں بیوی کے درمیان صلح کی راہ تلاش کرنے کے لیے بیٹھیں گے اور تحقیق کریں گے کہ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے کی وجہ اور سبب کیا ہے' پھر وہ دونوں ثالث اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ان کے اختلافات کا حل تلاش کریں گے اور ان میں صلح کرائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ○ (النساء:۳۵)

اور اگر تم خوف کرو ان کے درمیان ناچاقی کا تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو' اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان اتفاق پیدا کردے گا' بے شک اللہ بڑا جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے ○

یوں اگر دونوں طرف نیت درست اور اخلاص ہوگا تو منصف ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پس اگر میاں بیوی کی طرف سے کوئی صلح کرانے والے منصف آگے نہیں آئے تو جمیع مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائیں' اس صورت میں مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے درمیان صلح کرائے گی۔

قرآن حکیم نے اس طرح اشارہ فرمایا ہے:

فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:۹)

پس تم ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی اس طرف رغبت دلا رہی ہے' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز (عبادت) کے بارے میں نہ بتاؤں جو درجہ کے لحاظ سے نماز' روزہ اور صدقہ سے افضل ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! (ضرور بتلائیں)' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: رشتہ داروں کے درمیان صلح کروانا' بے

شک رشتہ داروں کے درمیان فتنہ فساد ہلاک کرنے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو ختم کرنے والا ہے بلکہ یہ تو دین کو ختم کرنے والا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۷)

تیسری بحث: نیک خاندان انسانیت کی پہلی اساس ہے

خاندان کا نظم وضبط

شریعت اسلامیہ نے خاندان کی بنیاد کا نظام اور اس کے امور کا ضابطہ مقرر کیا ہے' اس میں حقوق و فرائض کی تقسیم اور خاندان کے ہر فرد کو اس کی استطاعت کے مطابق ذمہ داریاں سونپی ہیں۔ (دستور الاسرۃ فی ظلال القرآن ص ۱۲۹۔۱۳۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء: ۳۴)

مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لیے)۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر سے پہلے اور خاندان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے سے پہلے ہم اسلام کی نظر میں خاندان کی تاسیس' اس کی تعمیر' اس کی حفاظت اور اس کے اہداف کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ ذات جس نے انسان کی تخلیق فرمائی ہے اس نے انسان کی فطرت میں ہی اس کے جوڑے کی حقیقت رکھ دی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (الذاریات: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تا کہ تم غور و فکر کرو ○

پھر اس خدا نے چاہا کہ ایک جان سے انسان کی دو جنسیں بنائی جائیں تو فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۔ (النساء: ۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا۔

پھر ایک جان سے پیدا ہونے والی دو جنسوں کو آپس میں ملانے کا ارادہ کیا تا کہ ان

کے دل کو سکون حاصل ہو' ان کی روح کو اطمینان ملے اور جسم کو راحت حاصل ہو۔ اس میں یہ بھی وجہ کارفرما تھی کہ یہ ایک دوسرے کے لیے پردہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی حفاظت کریں اور بالخصوص اس لیے کہ نسل انسانی میں اضافہ ہو۔

اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الروم:۲۱)

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان سے' اور تمہارے درمیان محبت و رحمت (کے جذبات) پیدا فرمادیئے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ:۱۸۷)

وہ تمہارے لیے پردہ' زینت و آرام ہیں' اور تم ان کے لیے پردہ' زینت و آرام ہو۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (البقرہ:۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو اور پہلے پہلے کرلو اپنی بھلائی کے کام اور ڈرتے رہو اللہ سے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ (التحریم:٦)

اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ (الطور:۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ' ہم ملادیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے عملوں (کی جزا) میں ذرہ بھر۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جان سے پیدا ہونے والی دونوں جنسوں کو اپنے ارشادات میں برابر رکھا۔ انسانی عزت وتکریم دونوں کی ایک جیسی ہے۔ اجر وثواب میں دونوں کو ایک جیسا قرار دیا۔ اسی طرح خاندانی وشہری حقوق کے حوالے سے بھی دونوں جنسوں کے درمیان تسویہ و مساوات پیدا کی ہے۔

عورت اور مرد کے ذاتی حقوق اور خاندان و معاشرے میں ان کی ذمہ داریوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار جگہوں پر ان کا ذکر کیا ہے۔ عورت اور مرد کی باہمی کشمکش، سکون اور اطمینان کے حوالے سے اور معاشرتی انسانی تعاون وترقی کے حوالے سے قرآن مجید کی کئی سورتوں میں تذکرہ کیا گیا ہے، مثلاً: سورۃ النساء، سورۃ البقرہ، سورۃ الاحزاب، سورۃ الطلاق، سورۃ التحریم میں بالخصوص اور دیگر قرآنی سورتوں میں بالعموم اس حوالے سے ذکر ملتا ہے کہ کس طرح خاندانی نظام کو قائم کرنا ہے، کیسے اس کو چلانا ہے اور کس طرح ایک عظیم معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ان صفحات کو پڑھنے والا ضرور اس بات کی کوشش کرے گا کہ وہ اسلام کے ان درخشندہ اصولوں پر کاربند ہو کر اپنی زندگی کو ہر لحاظ سے کامیاب بنائے۔ اسلام نے ان مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں ابتداء سے لے کر انتہا تک زندگی گزارنے کے اصول وضوابط بیان کیے ہیں۔ عمومی طور پر ان کا جائزہ لینے کے بعد ہم پھر وہیں سے بات شروع کرتے ہیں جہاں پر ختم ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خاندان کی صورت میں جو چھوٹی سی ریاست کی بنیاد ڈالی ہے اس ریاست کے انتظام وانصرام اور کفالت کا حق کسے دیا ہے؟

اس چھوٹی سی ریاست کی نگرانی وکفالت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مرد کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ قرآن مجید نے اس کو ''قوامۃ'' کے لفظ سے واضح کیا ہے۔ مرد کو نگرانی وکفالت کی ذمہ داری سونپنے کے اسباب بھی اللہ جل وجلالہٗ نے ذکر کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو یہ فضیلت اس وجہ سے عطا کی ہے کہ وہ واحد شخص پورے خاندان کا کفیل ہوتا ہے، ان پر خرچ کرتا ہے، ان کی حفاظت ونگرانی کرتا ہے اور ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔

اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا	مرد محافظ ونگران ہیں عورتوں پر اس
فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ	وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء:۳۴) فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لیے)۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ انسانی زندگی میں خاندان کی تشکیل کی صورت میں پہلا ادارہ قائم ہوا' جس کی قیادت اللہ تعالیٰ نے مرد کو عطا فرمائی۔ یہ ادارہ اپنی اہمیت کے پیش نظر دوسرے اداروں سے بلند تر ہے' کیونکہ اس ادارے میں نسلِ انسانی کی پرورش اور تربیت ہوئی ہے' اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے خاندان کا یہ ادارہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

اس کے علاوہ دیگر کئی اقسام کے ادارے ہیں جو شان و عظمت اور قیمت کے لحاظ سے خاندان کے اس ادارے سے کم تر ہیں' مثلاً مالی' صنعتی اور تجارتی ادارے' یہ کسی طرح بھی خاندان کے اس بنیادی ادارے کے برابر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس خاندانی ادارے کی دوسرے اداروں پر فضیلت کے پیش نظر اس کا نظام اور اس کے اصول و ضوابط خود مرتب فرمائے ہیں۔ ایک جان سے پیدا ہونے والے دو انسانوں یعنی مرد اور عورت کو ان کی فطرت اور جبلت کے مطابق حقوق و فرائض عطا کیے ہیں اور ذمہ داریاں سونپی ہیں اور ہر حوالے سے عدل و انصاف کے ساتھ ان کی استطاعت و استعداد کے مطابق ان پر بوجھ ڈالا ہے کیونکہ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے تخلیق کردہ ہیں اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی ظلم کرے۔

جہاں پر اللہ تعالیٰ نے مرد کو خاندان کی کفالت اور انتظام و انصرام کی ذمہ داری عطا کی ہے وہاں پر عورت کو خاوند کی اطاعت' بچوں کی پیدائش' ان کو دودھ پلانے کی ذمہ داری اور ان کی پرورش و نگہداشت کی ذمہ داری بھی عطا کی ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی ذمہ داریاں اپنی نوعیت کے اعتبار سے اہم ہیں۔ مرد کے ذمے خارجی امور زیادہ ہیں کہ وہ بیوی بچوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرے اور ان کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھے' لیکن عورت کو اس کی جسمانی و عقلی استعداد کے مطابق جو ذمہ داریاں عطا کی ہیں ان میں بچوں کو جنم دینا' ان کو دودھ پلانا' ان کی نگہداشت کرنا اور ان کی تربیت کرنا' ایسے امور ہیں جو حد درجہ خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو جو بھی فرائض و واجبات سونپے ہیں یہ ان کی جسمانی و عقلی اور نفسیاتی ہیئت کے لحاظ سے عطا کیے ہیں' مثلاً عورت کو جو خصوصیات دی گئی ہیں ان میں سے

یہ ہیں: نرمی، ہمدردی، جلد بازی، بچوں کی خواہش کو جلدی پورا کرنا اور ان پر حد درجہ شفقت کرنا۔ یہ تمام خصوصیات عورت کی سرشت میں رکھی گئی ہیں۔ بچہ جب کوئی چیز مانگتا ہے تو ماں فوراً اس کو دیتی ہے، بچے کی خواہش کو غور وفکر کیے بغیر پورا کرتی ہے۔

یہ جو خصوصیات ہیں یہ سطحی قسم کی نہیں بلکہ بہت گہری ہیں، عورت کے عقل وفہم اور نفسیات کی گہرائیوں میں یہ موجود ہیں۔

لیکن مرد کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات سے نوازا ہے وہ عورت کی خصوصیات سے مختلف ہیں، مثلاً مرد کو اللہ تعالیٰ نے سختی وصلابت، کام کرنے اور جواب دینے میں آہستگی، ہر کام کرنے سے پہلے غور وفکر اور ثابت قدمی عطا فرمائی ہے، کیونکہ مرد کی ذمہ داریوں میں بیوی بچوں کا دفاع، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اور بال بچوں پر خرچ کرنا وغیرہ ہیں، جن میں جلد بازی اور جلد جواب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے غور وفکر اور سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کی گرہ بھی مرد کے ہاتھ میں دے دی ہے تاکہ یہ فیصلہ جلد بازی میں نہیں بلکہ غور وفکر کے بعد کیا جائے۔ ان خصائص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مرد کو انتظام وانصرام اور کفالت ونگرانی کی ذمہ داری عطا کی ہے اور اسی کفالت وانفاق کی وجہ سے فضیلت بھی دی ہے۔ یہ سب کچھ عدل وانصاف سے کیا گیا ہے۔ جس طرح ہر ادارے کا ایک سربراہ ہوتا ہے، اسی طرح یہ جو نسلِ انسانی کا اہم ادارہ ہے اس میں بھی قیادت وسربراہی مرد کو بخشی گئی ہے۔ عورت اور مرد دونوں کو ان کی استعداد کے مطابق ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی فرد اپنی ذمہ داریاں دوسرے کے کندھے پر ڈال دیتا ہے تو یہ ظلم ہوگا اور فطری وقدرتی اصول کی خلاف ورزی ہوگی اور خطرناک صورتِ حال ہو سکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ خطرناک صورت یہ ہے کہ انسان اپنی ہوا وہوس اور خواہشات سے بنائے ہوئے اصولوں کو قدرتی وفطری اصول وضوابط کے مقابلے میں لے آئے، جیسا کہ قدیم وجدید جاہلی معاشروں میں ہوا ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے فطری وقدرتی اصولوں کو یکسر جھٹلا دیا اور ان سے روگردانی اختیار کی اور اپنی خواہشات کے مطابق بنائے ہوئے اصولوں کو محکم سمجھنا شروع کر دیا۔ جب اس نہج پر فطرت کے اصولوں کی تکذیب کی جائے تو یہ انسانیت کے لیے تباہی وبربادی کا پیغام ہے۔

اس وجہ سے عورت کو کسی صورت میں بھی محرومی اور احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے بلکہ خالق کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کے سامنے سرتسلیم خم کر دینا چاہیے اور ان کے مطابق ہی اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی کامیابی وکامرانی کا راستہ ہے۔

وہ بچے جو اس صورتِ حال میں پروان چڑھتے ہیں کہ گھر میں باپ کی سربراہی نہیں ہوتی بلکہ ماں کی سربراہی ہوتی ہے یا اس لیے کہ باپ کمزور یا بیمار ہے اور ماں کو سارے معاملات خود چلانے پڑتے ہیں یا اس وجہ سے کہ باپ کی وفات ہو چکی ہوتی ہے یا کسی وجہ سے باپ کی عدم موجودگی میں ماں سارے گھر کا نظام چلاتی ہے تو بچے ماں کے زیر نگرانی بڑھتے ہیں۔ ان بچوں نے تو ماں کو ہی سب کچھ کرتے دیکھا ہے لیکن بچوں کو کسی صورت میں بھی باپ کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تو بہت کم ہوتا ہے کہ باپ کسی وجہ سے موجود نہ ہو تو ماں کو سارے امور سرانجام دینے پڑیں ورنہ حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رکھ دی ہے کہ مرد کو ہی گھر کی ریاست کا سربراہ اور منتظم بنایا گیا ہے یہ ایسی فطری حقیقت ہے جس سے کسی صورت بھی انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

اس حقیقت کے پیش نظر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ گھر اور معاشرے میں عورت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ عورت کو جو کام سونپا گیا ہے وہ حد درجہ قیمتی اور افضل ہے وہ ہے بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش وتربیت کرنا نسل انسانی میں اضافہ کرنا اور انہیں مہذب شہری بنانا سب سے اعلیٰ وافضل کام ہے اور یہ کام صرف اور صرف ماں ہی صحیح طریقے سے سرانجام دے سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بال بچوں پر خرچ کرنے اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈالی ہے تاکہ عورت سکون واطمینان کے ساتھ گھریلو امور انجام دے سکے۔

گھر کے سکون وآرام کے لیے اور فتنہ وفساد سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ نے گھر کی ریاست کی قیادت مرد کے سپرد کی ہے۔ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جب بھی کوئی کام کریں حتیٰ کہ سفر پر نکلیں تو آپس میں سے ایک شخص کو اپنا امیر چن لیا کریں۔ اگر دو آدمی بھی سفر پر روانہ ہوں تو ایک دوسرے کو امیر بنا لے اس طرح ہر کام خوش اسلوبی سے اور اتفاق سے پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔

جب ان تمام امور پر غور وفکر کیا جائے تو حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ رب تعالیٰ

نے جو نظام وضع کیا ہے ہر لحاظ سے درست اور صحیح ہے' جب کہ آج کل بعض جہلا اور جاہلات اس مسئلے کو ہوا دیتے ہیں کہ عورت کو یہ اختیارات کیوں نہیں دیئے گئے؟ وہ بھی تو انسان ہے' جو لوگ یہ سوچتے ہیں وہ یقیناً عقل وفہم کی روشنی سے فارغ ہیں۔ گھر کے ماحول کی ضروریات اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ کوئی سربراہ ہونا چاہیے جس کے زیر اثر گھر کے تمام معاملات بحسن وخوبی انجام پائیں اور اللہ تعالیٰ جو تمام کائنات کا خالق ہے اس نے گھر کی سربراہی اور کفالت مرد کو دی ہے۔ اس میں بہت زیادہ حکمتیں کارفرما ہیں۔

دنیا کا کوئی سا بھی ادارہ ہو چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا' اس میں ایک سربراہ ہوتا ہے جو تمام امور کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی سربراہ نہ ہو تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان سب کو ہوتا ہے۔ اسی طرح گھر کے ادارے میں بھی ایک سربراہ کی ضرورت ہے جو تمام امور کو چلا سکے۔ اس صورت میں ہمارے سامنے کئی قسم کے خیالات آتے ہیں' پہلی صورت یہ ہے کہ مرد کو گھر کا سربراہ بنایا جائے' دوسری صورت یہ کہ عورت کو گھر کی سربراہ ہونا چاہیے' تیسری صورت یہ کہ دونوں ہی سربراہ ہوں' اگر تیسری صورت کے مطابق میاں بیوی دونوں ہی سربراہ ہوں تو یہ سب سے زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ ایک ادارے میں دو سربراہ اکٹھے نہیں چل سکتے' بلکہ یہ زیادہ خطرناک صورتحال اختیار کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے بارے ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء:۲۲)

اگر ان (زمین و آسمان) میں اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو یہ (زمین و آسمان) تباہ ہو جاتے۔

اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے:

اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ (المومنون:۹۱)

ورنہ لے جاتا ہر خدا ہر اس چیز کو جو اس نے پیدا کی ہوتی اور غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے وہ خدا ایک دوسرے پر۔

اگر دو خدا ہوں تو اس قدر تباہی کا خدشہ ہے تو جب ایک گھر میں دو انسان سربراہ ہوں گے تو پھر کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ میاں بیوی دونوں قیادت کے لیے لڑیں جھگڑیں گے تو ان کی زیر پرورش بچوں کی کیا کیفیت ہو گی۔ علم نفسیات کے مطابق جس گھر میں ماں باپ کی اختیارات

کے حصول کے لیے جنگ ہو اس گھر میں پرورش پانے والے بچے ذہنی طور پر مضطرب' مفلوج اور احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

اگر سرسری سا سوال کیا جائے کہ مرد اور عورت میں سربراہی کا حق دار کون ہے؟ کہ مرد غور و فکر کا پیکر ہے اور عورت جذبات کی پیکر ہے تو بدیہی سا جواب ہمارے سامنے آتا ہے کہ سربراہی کا حقدار مرد ہے جو قدم اٹھانے سے پہلے غور و فکر کرتا ہے جب کہ عورت جذبات کی رو میں بہہ کر پہلے کام کر گزرتی ہے اور پھر سوچتی ہے تو لہٰذا سربراہ تو وہی ہونا چاہیے جو ہر کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے تاکہ کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

لہٰذا اس وضاحت سے پتہ یہ چلا کہ فطری و طبعی خصوصیات اور خاندانی و معاشرتی حقوق و واجبات کے پیش نظر مرد ہی گھر کے ادارے کی قیادت کا ہر لحاظ سے مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے مرد ہی کو گھر کا نگران و محافظ بنایا ہے۔

چوتھی بحث: میاں بیوی کے درمیان صلح'

واجبات اسلام سے ہے

گھریلو زندگی میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی سوچ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے اور انہی وجوہات کی بناء پر لڑائی جھگڑے کا بھی امکان رہتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ان تمام پہلوؤں کا ذکر پہلے سے ہی قرآن حکیم میں رکھ دیا کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہو تو اس کا حل کیسے ممکن ہے۔ (دستور الاسرۃ فی ظلال القرآن ص ۱۶۴۔۱۶۸)

ارشاد ربانی ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے خوف کرے (اس کی) زیادتی یا روگردانی کی وجہ سے تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی (دونوں کے لیے) بہتر ہے اور نفسوں میں بخل موجود رکھا گیا ہے اور اگر تم احسان کرو اور متقی بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ اچھی طرح باخبر ہے جو

تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَکِیْمًا ○ (النساء: ۱۲۸۔۱۳۰)

کچھ تم کرتے ہو○ اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ پورا پورا انصاف کرو اپنی بیویوں کے درمیان اگرچہ تم اس کے بڑے خواہش مند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) ہی بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو اور اگر تم درست کرلو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے○ اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسیع بخشش سے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا حکمت والا ہے○

اس سے پہلے جو مضمون گزرا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی طرف سے نافرمانی اور سرکشی کے بارے ذکر فرمایا اور اس کا حل بھی ذکر کیا۔ اب جو مضمون باندھا گیا ہے اس میں مرد کی طرف سے کی جانے والی زیادتی اور روگردانی کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس کا حل کیا ہے اور میاں بیوی دونوں کو کیسے ایک دوسرے سے برتاؤ کرنا چاہیے۔

بے شک دل بدلتے رہتے ہیں' لوگوں کے رجحانات میں تبدیلی آتی رہتی ہے' اس لیے ان تمام حالات کو مدنظر رکھو کہ اسلام نے ایسے اصول وضوابط مرتب کیے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر خاندان اور معاشرے کو امن کا گہوارا بنایا جا سکتا ہے۔

عورت کو جب اس بات کا خطرہ ہو کہ اس کا خاوند اس سے زیادتی کرے گا یا اس پر ظلم ڈھائے گا اور یہ ظلم وزیادتی طلاق تک پہنچ سکتی ہے یا یہ کہ خاوند اس سے بالکل علیحدہ ہو جائے گا اور مکمل طور پر روگردانی اختیار کر لے گا اور بیوی درمیان میں لٹک کر رہ جائے گی' نہ طلاق یافتہ اور نہ ہی سہاگن تو اس بگڑتی ہوئی صورتِ حال میں اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ عورت کسی طرح بھی خاوند سے صلح اور سمجھوتہ کر لے یا اپنا مال چھوڑ کر یا نان ونفقہ میں کمی برداشت کر کے اور دوسری بیوی ہونے کی صورت میں اپنی رات کی باری اسے دے کر' تاکہ

اس سے ظلم وزیادتی نہ کی جائے۔ان حالات میں جیسے بھی ہو سکے عورت کو اپنے خاوند سے کسی طرح صلح کر لینی چاہیے' یہی دونوں کے لیے بہتر ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ (النساء:۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی اور بے رغبتی کا خدشہ ہوتو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔

یہ وہی صلح ہے کہ عورت اپنے کچھ حقوق چھوڑ کر خاوند سے صلح کر لے۔اس کے بعد پھر رب تعالیٰ نے مطلقاً صلح کے بارے میں فرمایا کہ یہ صلح کرنا بے رغبتی' روگردانی اور ظلم وزیادتی سے حددرجے بہتر اور درست ہے۔

اس طرح صلح کرنے سے بے رغبتی اور بغض کی جگہ پھر محبت والفت کی بادِ نسیم چل سکتی ہے اور دوبارہ خیر کی توقع کی جا سکتی ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے صلح کرنے پر بہت زور دیا ہے۔دینِ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے یہ انسان کے ساتھ بھی اس کے بشری وفطری تقاضوں کے مطابق معاملہ کرتا ہے اور جیسے حالات ہوتے ہیں ان کے مطابق حکم صادر فرماتا ہے۔اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم نے ہر حال میں یوں ہی کرنا ہے اگر چہ تم اپنا سر دیوار پر مارو تم اس کی طاقت رکھتے ہو یا نہیں' بلکہ اسلام ہر انسان کی طاقت کے مطابق ہی اس پر احکام لاگو کرتا ہے۔یہ ایک درمیانہ' فطری اور مثالی دین ہے' جو انسان کے ساتھ اس کی استطاعت کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہے۔انسان میں جہاں خوبیاں ہیں وہاں اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ اس کی ان خصوصیات کی بناء پر قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ (النساء:۱۲۸)

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے۔

یعنی یہ حرص اور بخل دلوں میں ہر لحظہ قائم ودائم ہوتا ہے اور اس حرص کی کئی انواع ہیں' مثلاً مال کی حرص اور جذبات واحساسات کی حرص۔یہ دونوں قسم کی حرصیں ازدواجی زندگی میں خرابی پیدا کر سکتی ہیں۔جب خاوند میں مال کی حرص پیدا ہو تو بیوی کو چاہیے کہ وہ حق مہر یا نان و نفقہ وغیرہ میں سے کچھ کو خاوند کے لیے چھوڑ کر اس سے صلح کر لے تا کہ عقدِ نکاح قائم رہے۔

اسی طرح خاوند کی اگر کوئی دوسری بیوی ہے اور خاوند میں جذبات واحساسات کی حرص زیادہ ہوگئی ہے تو بیوی کو اپنے حصے کی باری چھوڑ کر خاوند سے صلح کر لینی چاہیے تاکہ عقدِ نکاح سلامت رہے۔

عورت جس چیز میں بھی اپنی مصلحت دیکھتی ہو اسے اپنا لینا چاہیے۔ اسی میں اس کی بہتری ہے' اسلام جب انسان کی اس حرص والی خصلت کو بیان کرتا ہے تو اسی پر بس نہیں کرتا' بلکہ اس سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے کا بھی درس دیا ہے۔

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۱۲۸)

اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ اچھی طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اب آخر میں احسان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے' تاکہ کوئی بھی ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا چاہیے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ تم جو بھی کام کرتے ہو ظلم وزیادتی یا نیکی واحسان' اللہ تعالیٰ اس کو بخوبی جانتا ہے' لہٰذا تمہیں ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر قدم اٹھانا چاہیے۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی وبشری میلان کی کیفیت کا ذکر کیا کہ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ کیسے سلوک کرنا چاہیے' کیا کچھ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا کچھ انسانی اختیار سے باہر ہے۔ فرمایا:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ○ (النساء:۱۲۹۔۱۳۰)

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ پورا پورا انصاف کرو اپنی بیویوں کے درمیان' اگرچہ تم اس کے بڑے خواہش مند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو اور اگر تم درست کر لو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ○ اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ

دونوں کو اپنی وسیع بخشش سے اور اللہ تعالیٰ
وسیع بخشش والا حکمت والا ہے O

بے شک اللہ تعالیٰ جس نے انسانی فطرت کو بنایا ہے وہ بہتر طریقے سے جانتا ہے کہ اس میں دوسروں کی طرف میلان کی کیفیت پائی جاتی ہے جس پر وہ کلی طور پر ملکیت نہیں رکھتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس میلان اور رغبت کی کیفیت کو منظم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس رغبت و میلان کو سرے سے ختم کر دو' کیونکہ انسان کے دل کا کسی ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہونا بشری تقاضا ہے۔ اب اس میں رغبت و میلان کو وہ کسی صورت ختم تو نہیں کر سکتا تو پھر کیا کرے؟

اسلام نے اس کام پر کسی کا محاسبہ نہیں کیا جس کی طاقت و ملکیت اس کو حاصل نہ ہو اور ایک بیوی کی طرف میلان و رغبت کا زیادہ ہونا بھی فطری بات ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔ اسلام نے اس صورتِ حال میں جو عدل کرنے کا حکم دیا ہے' یہ عدل بیویوں کے درمیان ہر قسم کے معاملے میں ہونا چاہیے' باری مقرر کرنے میں عدل ہو' نان و نفقہ دینے میں عدل ہو' حقوقِ زوجیت میں عدل ہو' حتیٰ کہ دل لگی کرنے' مسکرانے اور بات چیت کرنے میں بھی عدل اختیار کرنا چاہیے۔ اسلام نے انسان سے تمام صورتوں میں عدل اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے' لہٰذا اسلام نے اس انسانی میلان و رغبت کو منظم کر کے ایک راستہ پر چلایا ہے' لیکن اس کو سرے سے ختم نہیں کیا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ (النساء:۱۲۹)

تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو۔

اس بات سے منع کیا گیا ہے یعنی ایسا میلان و رغبت کہ جس سے دوسری بیوی کے حقوق پامال ہوں یعنی نہ وہ بیوی رہے نہ اسے طلاق ہو بلکہ درمیان میں لٹک جائے تو ایسی صورت سے روکا گیا ہے۔ اس صورتحال میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (النساء:۱۲۹)

اور اگر تم درست کر لو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور

رحیم ہےO

اسلام انسان کے ساتھ اس کی طاقت اور فطرت کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی کا بنا ہوا ہے' جو زمین کی طرف مائل ہے اور اس میں روح اللہ کی طرف سے ہے جس وجہ سے اس کا سرا اوپر ہوتا ہے' یعنی اس میں اچھی اور بُری دونوں صفات ہیں' اس لیے انسان کے میلان و رغبت کا ذکر کرنے کے بعد اس کو اصلاح احوال کا حکم بھی دیا ہے اور رب تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق بھی جوڑا ہے۔ یہ سب کچھ انسان میں پائی جانے والی استعداد و طاقت کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی سیرت بھی انسانی سیرت ہے اور اس میں انسانیت کے لیے ہدایت موجود ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی طاقت کے مطابق اپنی بیویوں کے درمیان عدل فرماتے اور تمام حقوق تقسیم فرماتے تھے اور پھر رب تعالیٰ سے دعا کرتے: اے اللہ! یہ تقسیم میری طاقت کے مطابق ہے پس تو مجھے اس بارے میں ملامت نہ فرمانا جو صرف تیرے اختیار میں ہے اور میری طاقت سے باہر یعنی دل (کے معاملے میں)۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۳۴' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۶۷' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۹۳۔ ۱۱۵۵' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۶۱۔۳۹۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۲۷) پس جب دلوں کی نفرت اور بے رغبتی اپنے عروج پر پہنچ جائے اور صلح کی کوئی صورت دور دور تک نظر نہ آ رہی ہو تو اس صورت میں اسلام میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کو ہی بہتر سمجھتا ہے' کیونکہ اسلام میاں بیوی کو ایک دوسرے سے نفرت' بغض اور بے رغبتی کے عالم میں نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ اسلام تو میاں بیوی کے درمیان محبت و رحمت کے جذبات دیکھنا چاہتا ہے' تو جب حالات یہ ہو جائیں کہ میاں بیوی کے دلوں سے نفرت و بے رغبتی نکالنے کے سارے حیلے دم توڑ جائیں اور صلح کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو' بلکہ دن بدن نفرت میں اضافہ ہی ہو رہا ہو تو اسلام اس تکلیف دہ صورت حال سے نکل جانے کو ہی بہتر کہتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًاO (النساء:۱۳۰)	اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسیع بخشش سے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش

والا حکمت والا ہے O

اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ میں مرد اور عورت دونوں سے یہ وعدہ فرماتا ہے کہ اگر وہ بے اتفاقی اور بے رغبتی کی وجہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور فضل سے ان دونوں کو غنی کر دے گا۔

اسلام نے یہ جو علاج دونوں کے لیے تشخیص کیے ہیں' ان میں ہی انسان کی بہتری ہے۔اسلام نے صرف ایک حکم دے کر ہی معاملہ ختم نہیں کر دیا بلکہ جیسی صورت حال ہو اسی کے مطابق علاج بھی تجویز کیا ہے اور ہر حال میں انسانی کیفیت اور اس کے بشری تقاضے کو مدِنظر رکھا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔

پانچویں بحث: ازدواجی زندگی میں نافرمانی وناخوشگواری اوراس پر اسلام کا تعاقب

جب سے ازدواجی زندگی کا قیام عمل میں آیا ہے' اسلام نے عورت پر ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرے' کسی صورت میں بھی عورت کو نافرمانی کی اجازت نہیں دی گئی۔ بلکہ اسلام نے مرد کو یہ حق دیا ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہے' اس کی بات ماننے سے انکار کرتی ہے اور اس کے زیر نگرانی اور زیر اثر رہنے سے گریزاں ہو تو شوہر اپنی بیوی کی اصلاح کے لیے وعظ ونصیحت سے کام لے اور پھر اس کی اصلاح کے لیے تادیبی کارروائی کرے' تاکہ عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی طرف رجوع کرلے۔

ارشادِ ربانی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

مرد محافظ ونگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں' اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لیے) تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں' حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں کی) غیر

عَلِيًّا كَبِيرًا ○ (النساء:۳۵)

حاضری میں اللہ کی حفاظت سے اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ اور (پھر) الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انہیں' پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ یقیناً اللہ تعالیٰ (عظمت و کبریائی میں) سب سے بالا سب سے بڑا ہے ○

ان تمام احکام کی تشریح الاستاذ شیخ محمود شلتوت نے بڑے واضح انداز میں اپنی کتاب ''اسلام ایک عقیدہ ایک شریعت'' میں کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ عورتیں جو نیک و صالح ہوتی ہیں' ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ فرمانبردار ہوتی ہیں' حقوقِ زوجیت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتی ہیں اور گھر کے معاملات میں اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ جو اپنے گھر کے معاملات اور ازدواجی زندگی کی باتوں کی حفاظت کرتی ہیں اور خاوند کی عدم موجودگی میں اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھتی ہیں۔ ایسی عورتوں کے بارے میں مردوں کو کسی تادیبی کارروائی کا کوئی حکم نہیں۔ بلکہ ارشاد ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (النساء:۳۵)

سو نیک عورتیں فرماں بردار ہیں مردوں کے پسِ پشت اللہ کی توفیق سے حفاظت کرنے والی ہیں۔

لیکن اس کے علاوہ وہ عورتیں جو حقوقِ زوجیت سے تجاوز کرتی ہیں' اپنے خاوند کی نگرانی سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہیں' بلکہ ازدواجی زندگی کو اپنی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے تباہ کرتی ہیں' ان کے لیے قرآن پاک نے مختلف طریقے بتلائے ہیں کہ کس طرح ان کو راہِ راست پر لایا جائے اور کس طرح اس داخلی انتشار کو ختم کیا جائے۔

سب سے پہلے عورت کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ سمجھایا جائے گا' پھر اگر وعظ و

نصیحت سے اثر نہیں ہوا تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے' اگر اس سے بھی اثر نہ ہو اور نافرمانی و سرکشی میں اضافہ ہو تو اب تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کو بدنی سزا دی جائے۔ بہت سی عورتیں تو وعظ و نصیحت سے سمجھ جاتی ہیں اور بعض کے بستر علیحدہ کرنے سے ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے' لیکن بعض معاشروں میں ایسی عورتیں بھی ہیں جن پر پہلے دو طریقے اثر نہیں کرتے' پھر ان کے لیے تیسرا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ ان کی اصلاح کے لیے اور ان کے علاج کے لیے ان کو جسمانی طور پر کچھ سزا دی جائے۔ بعض لوگ اس آخری طریقے پر اعتراض کرتے ہیں کہ مارنا اور سزا دینا تو بدوی اور صحرائی طریقہ ہے جو عورت کی عزت و شرف کے لائق نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کسی ایک قبیلے اور قوم کے لیے نہیں آیا بلکہ دنیا میں رہنے والے ہر خطے کے انسانوں کے لیے ہدایت و راہنمائی ہے۔ اس لیے اسلام نے عورت کی اصلاح کے تین طریقے بتلائے ہیں کہ جہاں جس کی ضرورت ہو اسے استعمال میں لایا جائے۔ اسلام نے اس آخری طریقے سے پہلے دو طریقے بتلائے ہیں: پہلے نمبر پر وعظ و نصیحت کی جائے' دوسرے نمبر پر بستر الگ کیا جائے' تیسرے نمبر پر سزا دینے کا کہا ہے اور تیسرے طریقے کو اپنانے کی باری شاذ و نادر ہی آتی ہے۔ وہ عورتیں جن کو اپنی عزت و تکریم کا احساس ہوتا ہے وہ وعظ و نصیحت سے ہی مان جاتی ہیں' آگے بڑھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

بچوں کی نگرانی کے اختیارات باپ کے پاس ہوتے ہیں جس طرح قوموں کی نگرانی کے اختیارات ان کے حکمرانوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو قومیں بھی فتنہ فساد کا شکار ہو جائیں اور خاندان بھی تباہی کا شکار ہو جائیں۔ یہ جو آئے روز دنیا میں جنگیں ہوتی ہیں' یہ بھی قوموں کی نگرانی' حفاظت اور اختیارات کے حصول کے لیے ہوتی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات:۹)

اگر زیادتی کرے ایک گروہ دوسرے پر تو پھر سب (مل کر) لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے یہاں کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (البقرہ:۲۵۱)

اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعے تو برباد ہو جاتی زمین' لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر O

ایک عقل مند ذہین خاتون سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا جب بھی گھر میں لڑائی ہو یا عورت اپنے خاوند کی نافرمانی کرے یا سرکشی کرے تو کیا خاوند کی اس میں عزت ہے کہ وہ اس معاملے کو لے کر عورت کے باپ کے پاس جائے یا کسی قاضی کی عدالت میں جائے؟ اسی طرح کیا عورت یہ بات پسند کرتی ہے کہ میاں بیوی کی باہمی کشمکش کی وجہ سے گھر کا سکون برباد ہو اور بچوں کی تربیت پر برا اثر پڑے؟

ایک عقل مند عورت ہی جواب دے گی کہ کوئی مرد مذکورہ بالا صورت حال کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اس لیے وہ جیسے چاہے گھر کی صورت حال کو اپنی نگرانی میں اور زیر اثر کرے۔ اس میں عورت کی غلطی کی وجہ سے اگر خاوند اس کو ڈانٹ ڈپٹ لے یا سزا دے لے تو یہ سارے گھر کی بربادی اور بے سکونی سے بہتر ہے' لہٰذا جو قانون اللہ تعالیٰ نے وضع کیے ہیں وہ درست اور صحیح ہیں۔

لیکن منافقین اس بارے میں باتوں کو اچھال کر دین اسلام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں جو ان کی خیام خیالی ہے۔ ہمیشہ دینِ الٰہی ہی بلند رہا ہے اور یہی بلند و بالا رہے گا۔

چھٹی بحث: اسلامی خاندان کی مشکلات کا علاج

خاندان معاشرتی اکائیوں میں سے ایک اکائی ہے۔ جس طرح معاشرے کی تمام اکائیوں کے لیے کچھ نہ کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں' اسی طرح خاندان اور فیملی کے لیے بھی اسلام نے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے ہیں۔

مثلاً تجارتی کمپنی ایک معاشرتی اکائی ہے۔ اس کا ایک نظام ہے اور بعض اوقات مختلف جگہوں پر مختلف نظام اور اصول ہوتے ہیں۔ نظام جو بھی ہو اس میں شرکاء کی باہمی محبت' ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ایک دوسرے کے ساتھ اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے اور اگر کوئی دوسرے کے ساتھ دھوکا یا فراڈ کرتا ہے یا لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو اس کے لیے پولیس کی مدد لی

جاتی ہے اور عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے تا کہ تمام کام نظام کے مطابق چلے۔

خاندان بھی ایک معاشرتی واجتماعی اکائی ہے۔ اس کو چلانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے نظام وضع فرمایا ہے۔ خاندان کے افراد میں بھی بعض اوقات کسی بات پر اتفاق ہوتا ہے' کسی بات پر اختلاف ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی مزاج وطبیعت مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف واتفاق ہوتا ہے' کبھی کوئی چیز پکانے پر اختلاف ہو جاتا ہے کبھی کپڑوں پر اختلاف ہوتا ہے اور کبھی کبھی خاندان میں لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی میں کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جو خاندان کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے تو اس صورت حال میں اس کے لیے نظام بھی وضع کیا گیا ہے اور خاندان کا سربراہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اسلام نے خاندان کا سربراہ خاوند کو مقرر کیا ہے کہ وہی خاندان کا کفیل ہے اور بچوں کا باپ ہے اور خاندان کی حفاظت ونگرانی کے پیش نظر امر ونہی کا اختیار بھی اسے ہی دیا گیا ہے۔

اگر تو سربراہ کی طرف سے خاندان کے نظام میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی ادارے میں اس کے سربراہ کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔ جب سربراہ معزول ہوتا ہے تو وہ وحدت واکائی ٹوٹ جاتی ہے لیکن نظام اسی طرح برقرار رہتا ہے اور سربراہ کی ضرورت بھی ویسے ہی رہتی ہے' مثلاً کسی ملک کا نظام اور قانون حاکم وقت کے معزول ہونے سے ختم نہیں ہو جاتا' اسی طرح کسی جج کے جانے سے عدالت کا نظام اور قانون تبدیل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی کمپنی کے سربراہ کی بددیانتی' خیانت یا معزول ہونے کی وجہ سے اس کمپنی کا نظام بھی تبدیل نہیں ہوتا بلکہ نظام اور قانون اسی طرح برقرار رہتے ہیں۔

خاندان بھی ایک ادارہ ہے' اس کو بھی ایک سربراہ کی ضرورت ہے جو خاندان کا سارا نظم ونسق چلائے اور جو خاندان کا پوری طرح ذمہ دار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حق مرد کو ہی دیا ہے اور اولاد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ باپ کے حکم کی پیروی کرے اور اس کا کہا مانے' کیونکہ کوئی بھی ادارہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس ادارے کے سارے کارکن سربراہ کی فرمانبرداری نہ کریں۔ خاندان کے سربراہ کی پیروی کا حکم بھی اسی لیے دیا گیا ہے۔

اب اگر بیوی خاوند کی بات نہیں مانتی' اپنے خاندان کے سربراہ کے حکم کی پیروی نہیں کرتی تو اس کا علاج بھی قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے۔

فرمانِ ربانی ہے:

وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡهِنَّ سَبِیۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا ○ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا ○ (النساء:۳۵)

اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو اور (پھر) ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور ان کو (تادیباً) مارو پس اگر وہ تمہاری فرماں برداری کر لیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو بے شک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو' اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا' بے شک اللہ بڑا جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے ○

خاوند اور بیوی کے درمیان پیدا ہونے والے اختلاف کا پہلا علاج یہ بیان کیا گیا ہے کہ حکمت کے ساتھ وعظ و نصیحت کی جائے' اگر اس کا اثر نہ ہو اور حالات مزید خراب ہو جائیں تو پھر گھر کے اندر ہی اس سے قطع تعلق کر لیا جائے اس کا بستر علیحدہ کریں۔ اگر یہ حربہ بھی کامیاب نہ ہو تو پھر آخری صورت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کو ایذا پہنچائے بغیر جسمانی سزا دی جائے۔ اب اس حالت میں جب فتنہ و فساد کے بڑھنے کے اندیشہ ہو تو اب میاں بیوی دونوں کی طرف سے ایک ایک منصف ان کے درمیان صلح کرائے۔

یہ وہ صورتیں تھیں کہ نافرمانی عورت کی طرف سے ہو لیکن اگر مرد کی طرف سے ظلم و زیادتی کا اندیشہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے۔ قرآن حکیم نے اس کا علاج بھی بتایا ہے' فرمانِ ربانی ہے:

وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ

اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے خاوند سے (اس کی) زیادتی یا روگردانی کی وجہ سے تو نہیں کوئی حرج ان دونوں پر کہ صلح

(النساء:۱۲۸) کر لیں آپس میں اور صلح ہی (دونوں کے لیے) بہتر ہے۔

ساتویں بحث: طلاق کے بارے میں اسلامی شریعت اور پرانی شریعتوں کا موازنہ

اسلام پہلا مذہب نہیں جس نے طلاق کو جائز قرار دیا

متعصب مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کی راہ طلاق کی صورت میں نکالی ہے' حالانکہ اسلام دین فطرت اور انسانیت کے لیے فلاح کا دین ہے۔ جب میاں بیوی میں اختلاف اس حد تک شدت پکڑ جائے کہ بات فتنہ فساد تک اور لڑائی جھگڑے تک پہنچ جائے اور صلح کی کوئی گنجائش نہ رہے تو ایسی صورت میں اسلام نے خاندان اور معاشرے کو پُرسکون رکھنے کے لیے طلاق کو جائز قرار دیا ہے تاکہ یہ فتنہ فساد ختم ہو جائے اور خاندان کا ہر فرد اطمینان کے ساتھ پُرسکون زندگی بسر کر سکے۔

(مکانۃ المرأۃ فی الاسلام ص ۷۷۔۹۰)

اگر اسلام اور دیگر شریعتوں میں موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے جو طلاق کے قوانین مرتب کیے ہیں ان میں دوسرے ادیان کی نسبت عورت کو انسانیت اور عدل کے حوالے سے زیادہ حقوق عطا کیے ہیں۔ اگر پہلی امتوں اور ان کی شریعتوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلامی شریعت سے پہلے ان میں بھی طلاق کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب کے جاہلی معاشرے میں بھی طلاق کا رواج ملتا ہے۔ رومیوں میں بھی طلاق دینی جائز تھی۔ یہودیوں کے ہاں بھی طلاق مباح تھی' اور زنا ثابت ہونے کی صورت میں عیسائیوں کے ہاں بھی طلاق دینی جائز تھی۔

عہد نامہ قدیم کے سفر التثنیۃ میں طلاق کا ذکر

عہد نامہ قدیم میں سفر التثنیہ کے چوبیسویں باب میں وارد ہوا ہے:

(۱) جب آدمی نے عورت کو حاصل کیا اور اس سے نکاح کر لیا' پھر جب اس نے اس کی آنکھوں میں نعمت نہ پائی اور اس عورت میں عیب پایا تو طلاق نامہ لکھا اور اس کے ہاتھ

میں دیا' پھر اس عورت کو گھر سے نکال دیا۔

(۲) جب وہ عورت گھر سے نکلی تو وہ دوسرے مرد کے پاس چلی گئی اور اس کی ہوگئی۔

(۳) پھر جب دوسرا آدمی بھی اس سے ناراض ہوگیا تو اس نے بھی طلاق لکھی اور اس کے ہاتھ میں دے دی اور اپنے گھر سے نکال دیا یا (دوسری صورت) یہ کہ وہ دوسرا آدمی جس سے اس عورت نے نکاح کیا تھا وہ مر گیا۔

(۴) اب پہلا شخص کہ جس نے اس عورت کو طلاق دی تھی اب دوباہ اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ اب وہ عورت پلید ہوگئی ہے' کیونکہ رب کے نزدیک بھی یہ پلیدی ہے۔ پس تم اب اس عورت کی طلب نہ کرو جس کو تمہارے رب نے زمین پر پہلے تمہیں عطا کیا تھا۔

عہد نامہ قدیم سے اِرمیا میں طلاق کا ذکر

عہد نامہ قدیم سے اِرمیا کے تیسرے باب میں وارد ہوا ہے:

(۱) جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ چلی جائے اور دوسرے آدمی کی بیوی ہورہے' تو کیا اب پہلے کی طرف واپس آ سکتی ہے؟ کیا وہ زمین پلید نہ ہوگی؟ رب کہتا ہے: اے عورت! تو نے کئی لوگوں سے زنا کیا ہے' اب میری طرف ہی لوٹ آ۔

پرانے عبرانی قوانین میں تمام اختیارات مرد کے ہاتھ میں ہی ہوتے تھے' وہ کسی بھی سبب کی بناء پر اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا تھا' لیکن بیوی کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ کسی بھی سبب کی وجہ سے یا کسی بھی حالت میں طلاق کا مطالبہ کرے۔

عہد نامہ جدید سے متی کی انجیل میں طلاق کا ذکر

عہد نامہ جدید سے متی کی انجیل کے پانچویں حصے میں وارد ہوا ہے:

اور کہا گیا کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اسے چاہیے کہ طلاق نامہ اس کو دے دے۔ پس میں تمہیں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی بیوی کو زنا کرنے کے سبب سے طلاق دی تو اس نے عورت کو زنا کرنے کے لیے چھوڑا ہے اور جو شخص طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرتا ہے بے شک وہ زنا کرتا ہے۔

عہد نامہ جدید سے انجیل مرقس میں طلاق کا ذکر

مرقس کی انجیل کے دسویں حصے میں ذکر وارد ہوا ہے:

فریسی آگے بڑھے اور (یسوع) سے سوال کیا کہ کیا آدمی کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینا حلال ہے؟ پس (یسوع) نے جواب دیتے ہوئے کہا: تمہیں موسیٰ علیہ السلام نے کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ موسیٰ نے اجازت دی کہ وہ طلاق نامہ لکھ دے گا تو طلاق ہو جائے گی۔ پس (یسوع) نے جواب دیا اور انہیں کہا کہ یہ وصیت تمہارے دل کی سختی کی وجہ سے دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتدائی طور پر مرد اور عورت کو پیدا فرمایا' اس لیے مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بیوی کے ساتھ ہو رہے اور وہ دونوں میاں بیوی ایک جسم کی طرح ہو جائیں۔ اب وہ دو نہیں رہے بلکہ ایک جسم بن گئے ہیں۔ پس جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑا ہو کوئی انسان ان کو کیسے جدا کر سکتا ہے۔

پھر گھر میں (یسوع) کے شاگردوں نے بھی اس بارے میں پوچھا' پس (یسوع) نے انہیں کہا کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دوسری سے نکاح کر لیا تو اس نے زنا کیا اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو طلاق دے دے اور دوسرے سے نکاح کر لے تو اس عورت نے زنا کیا۔

متی کی انجیل میں طلاق کا ذکر

متی کی انجیل کے انیسویں باب میں کہا گیا ہے:

اور فریسی (یسوع) کی طرف آئے اور کہنے لگے کہ کیا آدمی کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینا کسی سبب کی وجہ سے حلال ہے؟ پس انہوں نے جواب دیا اور کہا: کیا تم نے نہیں پڑھا کہ اس ذات نے ان کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے؟ اور فرمایا کہ اسی وجہ سے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بیوی کے ساتھ ہو رہتا ہے اور وہ دونوں (میاں بیوی) ایک جسم ہو جاتے ہیں۔ اب وہ دو نہیں رہے بلکہ ایک جسم بن گئے ہیں۔ پس جن کو اللہ نے جمع کیا ہے' انہیں کوئی انسان جدا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے پوچھا کہ موسیٰ نے یہ وصیت کیوں کی ہے کہ وہ اس کو طلاق نامہ دے دے تو اس کو طلاق ہو جائے گی؟

یسوع نے انہیں کہا کہ موسیٰ نے تمہارے دلوں کی سختی کی وجہ سے تمہیں اجازت دی تھی کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو لیکن ابتداء سے ہی ایسا نہیں تھا اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی بیوی کو زنا کی وجہ سے طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کر لیا تو وہ شخص زانی ہے اور وہ شخص جو طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرے وہ بھی زانی ہے۔

تو یسوع کے شاگردوں نے انہیں کہا کہ اگر مرد کا عورت کے ساتھ معاملہ اس طرح ہے تو اس کے موافق نہیں کہ وہ شادی کرے۔

اسلام سے پہلے عرب میں طلاق

اسلام سے قبل جب ہم عرب کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ طلاق کے معاملے میں عربی مرد کو کلی اختیار حاصل تھا۔ عرب لوگ اپنی بیویوں کے بارے میں عدل و انصاف اور انسانی حقوق کے متعلق کچھ نہیں سوچتے تھے' کیونکہ اسلام سے قبل عرب معاشرہ ظلمت و جہالت میں ڈوبا ہوا تھا' لیکن جب اسلام آیا تو اس دین نے ان بگڑے ہوئے بدوؤں کو تہذیب یافتہ قوم بنایا۔ ان کی سوچ کے زاویے کو بلند کیا' ان کو عدل و انصاف کرنے کا سلیقہ بتلایا اور عورتوں کے معاملے میں انسانی حقوق سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو اس وقت عورتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو عزت و تکریم عطا فرمائی اور طلاق کے بارے میں مرد کے اختیارات کو محدود کیا اور فرمایا: اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے اور طلاق کے معاملے کو حکمتِ انسانی اور عدل و انصاف کے دائرہ میں رکھتے ہوئے حدود و قیود کے ساتھ مقید کیا' کیونکہ طلاق سے دو خاندانوں کے درمیان پھوٹ پڑتی ہے اور بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ جب حالات بہت خراب ہوں تو عورت کو بھی طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق دیا ہے' وہ خلع کا اختیار رکھتی ہے۔

اسلام نے عادلانہ قیود کے ساتھ طلاق کو جائز کیا ہے

اسلام نے خاص حالات میں محدود شرائط کے ساتھ اور عادلانہ قیود سے طلاق کو مباح قرار دیا ہے' جب اس کی اشد ضرورت ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ وَالْمُطَلَّقٰتُ	ان کے لیے جو قسم اٹھاتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جائیں گے' مہلت ہے چار ماہ کی پھر اگر رجوع کر لیں (اس مدت میں) تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے○

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۲۶۔۲۳۰)

اور اگر پکا ارادہ کرلیں طلاق دینے کا تو بے شک اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۝ اور طلاق یافتہ عورتیں روکے رکھیں اپنے آپ کو تین حیضوں تک اور جائز نہیں ان کے لیے کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور ان کے خاوند زیادہ حقدار ہیں ان کو لوٹانے کے اس مدت میں اگر وہ ارادہ کرلیں اصلاح کا اور ان کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق' البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ عزت والا حکمت والا ہے۝ طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ اور جائز نہیں تمہارے لیے کہ لو تم ان سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی بجز اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑا لے' یہ حدیں ہیں اللہ کی سو ان سے آگے نہ بڑھو اور جو کوئی آگے بڑھتا ہے اللہ کی حدوں سے سو وہی لوگ ظالم ہیں۝ (دوبارہ طلاق دینے کے بعد) پھر

اگر وہ طلاق دے اپنی بیوی کو تو وہ حلال نہ ہو
گی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح
کرے کسی اور خاوند کے ساتھ پس اگر وہ
(دوسرا) طلاق دے اسے تو کوئی حرج نہیں
ان دونوں پر کہ رجوع کر لیں' بشرطیکہ انہیں
خیال ہو کہ وہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں
کو اور یہ حدیں ہیں اللہ کی وہ بیان فرماتا ہے
انہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں O

شریعتِ اسلامیہ نے دومرتبہ طلاق دینے کا کہا اس لیے کہ اس دوران دونوں میاں بیوی ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیں کہ واقعی انہیں جدا ہو جانا چاہیے یا نہیں' پھر اس کے بعد تیسری طلاق کا حکم ہے۔ فرمایا:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

طلاق دومرتبہ ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔ (البقرہ:۲۲۹)

اسلام طلاق کو سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے

اسلام طلاق کو ہر چیز سے زیادہ ناپسند اور مکروہ سمجھتا ہے اور طلاق دینے پر ہرگز نہیں ابھارتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

کیونکہ طلاق سے خاندان کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے' دو خاندانوں کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی ہے' بچوں کا مستقبل تباہ ہو کر رہ جاتا ہے' اسی طرح اسلام نے بعض سنگین حالات میں عورت کو بھی طلاق طلب کرنے کا حق دیا ہے۔

حلالہ کرنے میں حکمت' طلاق سے روکنا ہے

مستشرقین' حلالہ کے جواز میں اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں' جس کی اجازت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

فان طلقها فلا تحل له من بعد

اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری

حتی تنکح زوجا غیرہ.

طلاق بھی دے دے تو وہ عورت تیسری طلاق کے بعد اس مرد کے لیے حلال نہیں؛ یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

مستشرقین جو اس وجہ سے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں ان کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ شریعتِ اسلامیہ حلالہ کو جائز قرار دے کر مرد اور عورت کو غیرت دلانا چاہتی ہے کہ یہ کام سب سے زیادہ گھٹیا اور حقیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں اس ادھارے بے وقوف شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ کون ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے (دونوں) پر لعنت کی ہے۔

مستشرقین یہ نہیں جانتے کہ اصل میں طلاق سے روکا گیا ہے۔ اس سے مقصد یہی ہے کہ میاں بیوی کو ڈرایا جائے' ان کو غیرت دلائی جائے اور انہیں تنبیہ کی جائے کہ وہ طلاق دینے کی صورت میں یہاں سمجھوتہ کر لیں' تا کہ طلاق دینے کی صورت میں یہاں تک نوبت نہ ہی آئے' لیکن اگر کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر تیسری طلاق کی اجازت دی گئی ہے' تا کہ فتنہ فساد نہ پیدا ہو۔

طلاق کو کچھ شرائط کے ساتھ کیوں جائز کیا؟

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے اصول وقوانین میں کوئی شک وشبہ نہیں' لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو شریعتِ اسلامیہ کی حقیقت اور حکمت کو نہیں سمجھے۔ اسلام نے جو طلاق کو جائز قرار دیا ہے تو اس کے ساتھ کچھ حدود و قیود بھی رکھی ہیں' سب سے پہلے اسلام نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ طلاق دینے سے خاندان کی بنیاد اور وحدت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے طلاق دینے سے پہلے ہر طرح سے سوچ بچار کر لینی چاہیے' اپنے بچوں کے مستقبل کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔ طلاق کی صورت میں خاندانوں کے درمیان پڑنے والی پھوٹ کو مدنظر رکھنا چاہیے' پھر یہ قدم اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۱۹)

اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے' پھر اگر تم ناپسند کرو انہیں تو (صبر کرو) شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ

دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر O

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا O (النساء:۳۵)

اور اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک منصف مرد کے کنبہ سے اور ایک منصف عورت کے کنبہ سے اگر وہ دونوں (منصف) ارادہ کریں گے صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کردے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان' بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے O

یعنی جب میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہونے کا پتہ چلے تو ایک منصف خاوند کی طرف سے' ایک منصف بیوی کی طرف سے مقرر ہو اور وہ دونوں ان میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا جائزہ لیں اور تحقیق کریں کہ یہ لڑائی جھگڑا کیوں ہے؟ پھر وہ منصف ان کے اس جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور ان کے درمیان موافقت پیدا کریں اور وہ فیصلہ کریں جو ان دونوں کی منفعت میں ہو۔ اسلام تو یہی درس دیتا ہے کہ میاں بیوی کو آپس میں حسنِ معاشرت اختیار کرنی چاہیے۔ ازدواجی زندگی میں صبر سے کام لینا چاہیے اور ان دونوں کے درمیان جو لڑائی جھگڑا پیدا ہوا سے حکمتِ عملی سے ختم کر لینا چاہیے تاکہ دونوں پرسکون زندگی بسر کرسکیں' اسلام نے عورت کو پورے حقوق عطا کیے ہیں۔ یہ حقوق ہم پہلے ظالمانہ معاشرے میں نہیں دیکھتے۔ اسلام نے جو طلاق کو جائز قرار دیا ہے یہ بھی اشد ضرورت کی بنیاد پر ہے' ورنہ حضور ﷺ نے فرمایا: حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

یہ اس لیے کہا کہ طلاق بالکل ہی عام نہ ہو جائے بلکہ جب صلح کا کوئی چارہ نہ رہے تو پھر اس حق کو استعمال کیا جائے۔ اس کے علاوہ اسلام اپنے ماننے والوں کی عزت و ناموس اور فضیلت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے' زنا کاری اور فحاشی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لیے اسلامی ممالک میں حرامی اور غیر شرعی بچوں کی تعداد دوسرے ممالک کی بہ نسبت بہت کم ہے' جب کہ یورپ اور امریکہ میں سو میں سے پچاس بچے حرامی اور غیر شرعی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جبریل مجھے ہمیشہ عورتوں کے بارے میں تاکید سناتا تھا' حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید طلاق کو حرام کر دیا جائے گا۔

یورپی ممالک میں طلاق کا طریقہ کار

یورپی ممالک میں طلاق دینا حرام ہے' لیکن صرف ایک وجہ سے طلاق ہوسکتی ہے کہ اگر میاں یا بیوی میں سے کوئی ایک زنا کرلے تو پھر طلاق ہوسکتی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی یورپی مرد کو اپنی بیوی پسند نہیں اور وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ہے اور وہ شخص اس محبوبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ یورپی مرد اپنی محبوبہ کو لے کر کسی ہوٹل میں چند دن ایک ہی کمرے میں گزارے گا۔ اس ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام اور اس کی محبوبہ کا نام داخل ہو جائے گا' پھر وہ شخص عدالت میں دعویٰ کر دے گا کہ میں فلاں ہوٹل میں اتنے دن اپنی محبوبہ کے ساتھ رہا ہوں اور زنا کا ارتکاب کرلیا ہے پھر عدالت کھلے عام اس کے زنا کے اعتراف کی وجہ سے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان طلاق کا فیصلہ صادر کر دے گی۔

طلاق کا فیصلہ ہونے کے بعد اب وہ اپنی محبوبہ سے شادی کرلیتا ہے۔ طلاق کے لیے اتنا گھناونا ڈرامہ رچایا جاتا ہے اور کھلے عام بغیر شرم وحیاء کے زنا کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات سے یورپی اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

اسی طرح اگر یورپین عورت کو اپنے خاوند کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پسند آ گیا ہے تو وہ بھی اپنے محبوب کے ساتھ چند دن ہوٹل میں گزارے گی اور پھر عدالت میں جا کر بغیر کسی شرم وحیاء کے دعویٰ کرے گی کہ میں فلاں شخص کے ساتھ فلاں ہوٹل میں اتنے دن ایک کمرے میں رہی ہوں اور زنا کرلیا ہے۔ اس پر عدالت اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان طلاق کی ڈگری جاری کر دے گی' یوں وہ عورت اپنے پسندیدہ آدمی سے شادی کرلیتی ہے۔

کبھی یوں ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر بغیر طلاق دیئے اپنی محبوبہ کے ساتھ رہنا شروع کر دیتا ہے اور بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ کر طلاق لیے بغیر اپنے محبوب کے ساتھ رہنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے مغربی معاشرے میں زنا کاری عام ہے اور انسانی شرف وتکریم کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور پھر حرامی بچوں کو جنم دیا جاتا ہے۔ اسلام نے طلاق کو اگرچہ سب چیزوں سے ناپسندیدہ قرار دیا ہے' لیکن ضرورت کی بناء پر اس کی اجازت دی

ہے تاکہ عزت وشرف' کرامتِ انسانی اور پاکیزگی برقرار رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا۝ (النساء:۱۳۰)

اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسیع بخشش سے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا حکمت والا ہے۝

یعنی اگر ناراض میاں بیوی طلاق کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دونوں کو غنی کر دے گا' اس طرح کہ عورت کو ایسا شوہر مل جائے گا جو پہلے سے زیادہ محبت و الفت کرنے والا ہوگا اور مرد کو ایسی بیوی مل جائے گی جو پہلی سے زیادہ اطاعت گزار اور فرماں بردار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ وسیع فضل وکرم کا مالک ہے۔

جارج سیل اپنی کتاب ''ترجمۃ القرآن'' کے مقدمے میں لکھتا ہے: بے شک مسلمانوں کو طلاق میں آزادی دی گئی ہے' لیکن اس آزادی کے باوجود وہ شاذ ونادر ہی طلاق دیتے ہیں کیونکہ مسلمان طلاق کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم نے بھی کیا ہے۔

طلاق کے پھیلاؤ سے روک تھام

ازدواجی زندگی کو سعادت مند اور پرسکون بنانے کے لیے ضروری ہے کہ طلاق کی روک تھام کی جائے۔ اس کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کا احترام کیا جائے۔ عورت کے ساتھ عادلانہ سلوک کیا جائے۔ زوجیت کے مقدس رشتے کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے درمیان مفاہمت ہو اور ہر اس کام کو چھوڑ دیا جائے جو میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا باعث بنے۔ میاں بیوی دونوں آپس میں ایک دوسرے سے تحمل مزاجی سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے پر مکمل اعتماد رکھیں' بیوی کو شوہر پر کلی اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیے' شوہر کو بیوی پر کلی اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیے۔ ان کے میلانات اور رجحانات بھی ایک ہونے چاہئیں۔ اس سے ان میں محبت و الفت بڑھے گی' ان کو ایک دوسرے کے لیے مخلص رہنا چاہیے جو بھی کام کرنا ہو دونوں کو اپنے

شریک حیات کی مرضی کے مطابق کرنا چاہیے' اپنی ذاتی انا کو چھوڑ کر پورے خاندان کی سعادت اور بہتری کے لیے فیصلے کرنے چاہئیں۔

کتنی ہی اچھی یہ بات ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو کہے کہ تم اپنے لیے کپڑے خرید لو اور بیوی کہے کہ آپ کو مجھ سے زیادہ کپڑوں کی ضرورت ہے' آپ اپنے لیے خریدیں۔اس بات سے دونوں کی آپس میں کتنی محبت بڑھے گی۔اسی طرح وہ گھر اور خاندان کتنا خوش بخت ہے کہ جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے جیتے ہوں' ایک دوسرے کے لیے قربانی کا جذبہ رکھتے ہوں' آپس میں ہر کام میں تعاون کرتے ہوں' ایک دوسرے کے لیے مخلص ہوں اور ایک دوسرے پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہوں۔

اگر ایسی صورت حال ہوگی تو طلاق تک نوبت ہی کب آئے گی؟ عورت طلاق کا مطالبہ یا تو مال کے حصول کے لیے کرتی ہے یا خاوند کی غریبی کی وجہ سے کرتی ہے اور یا خاوند کی بیماری کی وجہ سے کرتی ہے' لیکن اسے یہ بات یاد دلانی چاہیے کہ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خوشحالی و بدحالی میں' صحت و بیماری میں' آسانی اور مشکل میں' غرضیکہ ہر حالت میں اپنے شوہر کے ساتھ ہی زندگی گزارے۔اسی میں ان دونوں کی سعادت مندی ہے۔

اگر خاوند اپنے روزمرہ کے کاموں میں کامیابی نہیں حاصل کر سکا تو بیوی کو اس کی مدد کرنی چاہیے' اس کا ہاتھ بٹانا چاہیے' اسی طرح میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو حقیر نہ جانیں' بلکہ ایک دوسرے کا احترام کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کا اظہار کریں اور دونوں ایک دوسرے کو اہمیت دیں اور ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہیں' اسی میں ان کی ترقی ہے اور ایسے پُرسکون ماحول میں ان کی اولاد بھی بہتر انداز میں پرورش پائے گی اور ان کا مستقبل بھی اچھا رہے گا۔

آٹھویں بحث: اسلام نے طلاق کا حق مرد کو ہی کیوں دیا؟

اس طرح کے کئی سوالات ذہنوں میں اُبھرتے ہیں جو ان لوگوں نے پھیلائے ہوئے ہیں جو اسلام کے نظام پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اسلام کی عظمت و حکمت سے آشنا ہیں۔

(المرأة بین الفقه والقانون ص ۱۲۷۔۱۳۰) سوالات کچھ اس طرح سے ہیں:

(۱) طلاق دینے کا حق مرد کو ہی کیوں دیا گیا ہے؟

(۲) طلاق میاں بیوی کے باہمی اتفاقِ رائے سے کیوں نہیں ہوتی؟
(۳) عورت کو طلاق کا حق کیوں نہیں دیا گیا حالانکہ وہ بھی مرد کے ساتھ زندگی گزارنے میں برابر ہے؟

اس بارے میں عقل میں جو احتمالات آتے ہیں وہ پانچ ہیں:

(۱) کہ طلاق کا حق صرف عورت کو ہی دے دیا جائے۔
(۲) طلاق میاں بیوی دونوں کے اتفاق رائے سے ہو۔
(۳) طلاق عدالت کی طرف سے دی جائے۔
(۴) طلاق کا حق مرد کو دے دیا جائے۔
(۵) طلاق کا حق مرد ہی کے پاس رہے لیکن جب مرد اپنے اس حق کو غلط استعمال کرے تو عورت کو اس کے رد کرنے کا موقع دیا جائے۔

اب ایک ایک کر کے ان احتمالات کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) کسی صورت میں بھی عورت کو طلاق کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ طلاق سے جتنا بھی نقصان ہوتا ہے مرد کا ہوتا ہے۔ عورت کو اس میں کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا بلکہ اس کو نیا حق مہر ملنے کی صورت میں، نئے گھر میں جانے کی وجہ سے، نیا دولہا ملنے کی صورت میں فائدہ ہوتا ہے اور طلاق کی صورت میں مرد کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے کہ اس نے جو حق مہر دیا تھا وہ گیا، شادی پر جو اخراجات آئے تھے وہ ضائع ہو گئے، گھر بنانے کی صورت میں جو رقم خرچ ہوئی تھی وہ بھی اکارت گئی، خاندان تباہ ہو کر رہ گیا، بچوں پر بُرا اثر پڑا اور عورت کے نان ونفقہ میں جو خرچ کیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا۔

اگر عورت کو حقِ طلاق دے دیا جائے تو وہ تھوڑی سی لڑائی پر غضب ناک ہو کر طلاق دے بیٹھے گی کیونکہ عورت طبعی طور پر جلد باز اور جذباتی ہے۔ وہ نتائج پر غور وفکر کیے بغیر جذبات کی رو میں بہہ کر فیصلہ کر لیتی ہے۔ اگر ہم یہ تصور کریں کہ بیوی کا شوہر سے کسی بات پر اختلاف ہو جائے اور شوہر کو طلاق دے کر گھر سے نکال دے تو اس کا کیا حال ہو گا جس نے محنت سے کما کر گھر بنایا اور اہل وعیال پر خرچ کیا؟

(۲) یہ احتمال کہ طلاق میاں بیوی دونوں کے اتفاق رائے سے ہو یہ بھی محال ہے۔ اسلام اگرچہ طلاق کے معاملے میں دونوں کے اتفاقِ رائے کو منع نہیں کرتا مگر طلاق کی صحت کو

ان کے اتفاقِ رائے سے متعلق کرنا کسی صورت درست نہیں۔

مثلاً اگر کسی مرد کی زندگی عورت کی بداخلاقی کی وجہ سے اجیرن ہوکر رہ گئی ہے اور وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور عورت انکار کر دے تو پھر کیا کیا جائے؟ ایسی صورت حال میں اگر عورتیں مرد کو اُسی تکلیف دہ زندگی میں ہی رکھنا چاہتی ہیں۔ پھر دوسری صورت کہ عورت تو گھر پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتی اور نہ ہی خاوند کو کچھ مال دیتی ہے۔ پس اس صورت میں اس کا ارادہ کیسے شوہر سے متفق ہوگا اور اس کو کیسے اس بات کا تجربہ ہوگا کہ وہ مال بھی خرچ کرے اور عورت اس کے ساتھ بداخلاقی کا مظاہرہ بھی کرے اور اسی وجہ سے وہ عورت اس کو ناپسند ہو تو کیسے وہ اسے رکھ سکتا ہے؟ جب کہ وہ عورت طلاق سے انکار بھی کر دے۔ اس لیے یہ کہنا کہ طلاق میاں بیوی دونوں کے اتفاقِ رائے سے ہی متحقق ہو یہ درست نہیں ہوگا۔

(۳) عدالت کے ذریعے طلاق ہونا جیسے کہ مغرب میں ہوتا ہے اس کے بھی بے شمار نقصانات ہیں' اس سے میاں بیوی کے درمیان جو راز کی پوشیدہ باتیں ہیں وہ سب کے سامنے لانا پڑیں گی' وکلاء کو آگاہ کرنا پڑے گا تو اس طرح میاں بیوی دونوں کی بے عزتی بھی ہوگی' جو انسانی غیرت کے خلاف ہے۔ ذرا تصور کریں کہ کسی آدمی کو اپنی بیوی پر کسی طرح سے شک وشبہ ہو یا بیوی کو خاوند کی جنسی بے راہ روی کا علم ہو اور وہ عدالت میں کیس کر دیں تو اس صورت میں رشتہ داروں اور اقرباء کے درمیان ان کی کیا عزت رہے گی؟ اور اس سے کتنا فتنہ فساد ہوگا؟ اس کا کسی کو علم نہیں۔

مغربی ممالک کی کئی عدالتیں اس وقت تک طلاق کی ڈگری جاری ہی نہیں کرتیں جب تک کہ زنا ثابت نہ ہو' اس لیے اگر کسی مرد نے یا عورت نے طلاق لینی ہوتی ہے تو وہ پہلے زنا کا ارتکاب کرتا ہے اور عدالت میں جا کر بغیر کسی شرم و حیاء کے زنا کا اعتراف کرتا ہے پھر عدالت طلاق کی ڈگری جاری کرتی ہے۔ لہٰذا کون سا طریقہ بہتر ہے' سب لوگوں میں بے عزت ہوکر طلاق لینے کا طریقہ یا گھر بیٹھ کر عزت کے ساتھ علیحدگی کا جس میں انسانی عزت و کرامت بھی محفوظ رہے اور معاشرے میں عزت وقار کا بھرم بھی رہے۔

(۴) طلاق کا حق صرف مرد کے ہاتھ میں دے دینا ایک طبعی وفطری امر ہے' کیونکہ مرد ہی

شادی پر اخراجات برداشت کرتا ہے' حق مہر دیتا ہے' بال بچوں کا نان ونفقہ مہیا کرتا ہے'
تو جب طلاق دینے لگے گا تو خوب غور وفکر کے بعد یہ قدم اٹھائے گا کہ اس کو نقصان
بھی ہو گا' خاندان کی بنیاد بھی ختم ہو جائے گی' بچوں کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑے
گا۔ آدمی عورت کی بہ نسبت زیادہ تحمل وضبط کرنے والا اور اعصابی لحاظ سے مضبوط ہوتا
ہے۔ غصے اور ناراضگی کی حالت میں بھی سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتا ہے۔ مرد اس وقت ہی
طلاق دے گا جب وہ مکمل طور پر ازدواجی زندگی کی سعادت سے مایوس ہو چکا ہو گا۔
لہٰذا مرد کو ہی طلاق کا حق دینا فطری وطبعی لحاظ سے درست ہے۔

نویں بحث: طلاق اور اس کے اسباب کا علاج

تمہید

ازدواجی زندگی میں تھوڑے تھوڑے اختلافات بھی اس کی فضا مکدر کر دیتے ہیں۔
تھوڑی سی ناراضگی بھی گھر کا سکون واطمینان تباہ کر دیتی ہے' لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں
حکمتِ عملی سے ضبطِ نفس اور برداشت سے کام لیتے ہوئے ہر معاملے کو نبھائیں تو گھر کا سکون
برقرار رہ سکتا ہے اور اگر ضبطِ نفس اور برداشت سے کام نہ لیا جائے اور ناراضگی بڑھتی جائے تو
بات طلاق پر آ کے ختم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت ناپسند قرار دیا ہے اور اسلام نے
اس سے حتی المقدور رکنے کا کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے
ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن ابن ماجہ' سنن ابوداود) دین اسلام نے ایسے اصول وضوابط مقرر کیے
ہیں کہ اگر میاں بیوی ان احکامات کے مطابق زندگی بسر کریں تو کبھی بھی کوئی اختلاف
نہیں پیدا ہو سکتا' اختلاف کی بات یا تو عورت کی طرف سے ہوتی ہے یا مرد کی طرف سے ہو یا
دونوں کی طرف سے ہو۔

☆ پس اگر ناراضگی کا اظہار عورت کی طرف سے ہو اور وہ مرد کو قریب نہ آنے دے تو وہ
نافرمان ہے۔

☆ اگر ناراضگی کا اظہار مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت سے اعراض کرے تو یہ زیادتی
ہے۔

☆ اور اگر ناراضگی اور اختلاف کا اظہار دونوں طرف سے ہو تو یہ فتنہ وفساد ہے۔
اس لیے ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے ان اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کے بارے میں علم ہونا چاہیے اور ان کے سدباب کی بھی معرفت ہونا ضروری ہے۔

عورت کی نافرمانی

عورت کی نافرمانی میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والی نفرت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ پس جب عورت سرکش و نافرمان ہو جاتی ہے تو وہ مرد پر اپنی بڑھائی ظاہر کرنا چاہتی ہے اور اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس کو قریب نہیں آنے دیتی' اللہ رب العزت نے اس حالت کے جو علاج بتلائے ہیں' درج ذیل ہیں:

(۱) سب سے پہلے خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو نرمی اور پیار کے ساتھ سمجھائے اور اسے اس کی غلطی سے آگاہ کرے اور اس سے بچنے کی نصیحت کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی سے ڈرائے اور نیک وصالح عورتوں کی باتیں سنا کر اس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

(۲) اگر تو وعظ و نصیحت سے وہ ٹھیک ہو جائے تو بہتر ہے' لیکن اگر بات بنتی نظر نہ آئے تو اسلام نے دوسرا طریقہ بتلایا ہے کہ اس کو نفسیاتی وسلبی سزا دی جائے۔ وہ اس طرح کہ خاوند کو چاہیے کہ وہ اس کا بستر علیحدہ کر دے' بات چیت کرنے سے اعراض کرے اور اس کے قریب بھی نہ جائے اور اس سے بے نیازی ظاہر کرے۔

عورت کی سرکشی اور غرور وتکبر کا یہ بہتر علاج ہے کیونکہ عورت کے پاس صرف اور صرف نسوانیت کا ہتھیار ہے۔ تو جب خاوند اس کے قریب نہیں آئے گا اور وہ اپنے اس نسوانیت کے ہتھیار کو ناکارہ ہوتے دیکھے گی تو خود بخود اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز آ کر خاوند سے صلح کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔

(۳) اگر تو خاوند دوسرے طریقے کے استعمال سے عورت کی نافرمانی ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بہتر ہے' اگر صورت حال مزید خراب ہو تو اب اسلام نے تیسرا طریقہ بتلایا ہے' وہ یہ کہ اب خاوند اپنی بیوی کی بڑھتی ہوئی نافرمانی اور سرکشی پر اسے مارے' اس طرح کہ نہ اس کے جسم پر نشان پیدا ہو اور نہ چوٹ آئے۔

مذکورہ بالا وہ طریقے جن پر عمل کر کے خاوند اپنی بیوی کی نافرمانی اور سرکشی کو دور کر سکتا

ہے اور اپنے گھر کو سعادت مندی اور سکون کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔ اگر تو عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری پر راضی ہو جائے تو پھر نہ بستر علیحدہ کرنا ہے اور نہ مار پٹائی ہے' پھر بیوی کے ساتھ احسان اور پیار سے پیش آنا ہے۔ یہ مذکورہ بالا تمام مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

فرمانِ ربانی ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ○ (النساء:۳۴)

اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ اور (پھر) انہیں بستروں سے الگ کر دو اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انہیں' پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ' یقیناً اللہ تعالیٰ (عظمت و کبریائی میں) سب سے بالا سب سے بڑا ہے○

خاوند کی بے رغبتی

اگر خاوند کی جانب سے بے رغبتی پائی جائے تو عورت کو اس بات کا کھوج لگانا چاہیے کہ خاوند کی اس بے رغبتی کی کیا وجہ ہے۔ پھر ہر ممکن ذریعے سے اس کا علاج کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر خاوند اس کے کچھ حقوق میں کمی کر کے اس سے صلح کرنے پر تیار ہو جاتا ہے تو عورت کو اپنے ان حقوق سے دستبردار ہو کر بھی خاوند کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بات طلاق تک نہ پہنچ جائے' عقل مند اور فہم و فراست والی عورت حکمتِ عملی سے معاملے کو سمیٹنے کی کوشش کرتی ہے' لیکن شوہر سے جدائی ہرگز پسند نہیں کرتی۔

اس ضمن میں (حضور ﷺ کی زوجہ) ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ عورتوں کے لیے مشعل راہ ہے کہ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے قریب آتے ہیں تو انہوں نے فوراً آپ سے سوال نہیں کیا کہ آپ میرے قریب کیوں نہیں آتے؟

حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا تھا بلکہ طلاق کا ارادہ اس لیے کیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے دوسری بیوی کی

طرح ان سے قربت نہیں کرتے تھے۔ حضرت سودہ نے جب یہ دیکھا کہ آپ مجھے طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملیں اور عرض کیا کہ میں اب بوڑھی ہوچکی ہوں' اب مجھے خاوند کی قربت کی ضرورت نہیں' لہٰذا میں اپنے حصے کی رات کی باری حضرت عائشہ کو دیتی ہوں' کیونکہ حضرت سودہ یہ پسند نہیں کرتی تھیں کہ کل قیامت کے دن ان کا نام آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج میں نہ ہو'اس لیے وہ اپنے حق سے دستبردار ہوکر طلاق سے بچ گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو قبول کیا اور طلاق نہ دی' اللہ تعالیٰ کو حضرت سودہ کی یہ ادا بہت پسند آئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ (النساء:۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے' اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر:۹)

اور جس کو بچالیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامُراد ہیں O

میاں بیوی دونوں کی ناچاقی

یہ میاں بیوی دونوں کے درمیان نفرت اور لڑائی جھگڑے کی صورت ہے' اگر صرف بیوی کی طرف سے نافرمانی ہوتو اسلام نے اس کا علاج بتلایا ہے' اسی طرح اگر بے رغبتی و روگردانی خاوند کی طرف سے ہوتو اس کا بھی علاج بتلایا گیا ہے' لیکن اب نفرت و ناراضگی دونوں کی طرف سے ہے۔ اب ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا علاج نہیں کر سکتا۔

اب بہتر طریقہ جو اسلام نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نیک آدمی خاوند کے خاندان سے اور ایک نیک شخص بیوی کے خاندان سے منصف بنیں اور یہ دونوں منصف ان کے درمیان اختلاف کی وجہ تلاش کریں اور ان دونوں کو سمجھائیں بجھائیں اور صلح پر آمادہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا

اور اگر تم ان (میاں بیوی) کے درمیان

حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝ (النساء:۳۵)

ناچاقی کا خوف کرو تو مقرر کرو ایک منصف مرد کے کنبہ سے اور ایک منصف عورت کے کنبہ سے' اگر وہ دونوں (منصف) ارادہ کریں گے' صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان' بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا' ہر بات سے خبردار ہے O

یہ منصف یا تو عدالت کی طرف سے مقرر کیے جائیں گے یا ان کے رشتہ دار اور دوست احباب مقرر کریں گے تا کہ میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والا جھگڑا خوش اسلوبی سے ختم ہو جائے۔ فرانس میں اس طرح کا ایک قانون رائج ہے کہ میاں بیوی کے درمیان صلح کے لیے چیف جسٹس دو منصف مقرر کرتا ہے جو ان کے درمیان صلح کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

لیکن اسلام نے جو ہمیں طریقہ بتلا دیا ہے کہ ان کے خاندان سے منصف مقرر کیے جائیں یہ سب سے بہتر اور اچھا طریقہ ہے اور اس سے بے شمار مسائل خاندان میں ہی حل ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا ذوقِ سلیم دیکھیں کہ اسلام نے کسی صورت میں بھی یہ نہیں کہا کہ اگر صلح نہ ہو تو طلاق دے دیں' مثلاً پہلی صورت کہ اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو اس صورت میں مرد کو تین طریقے بتلائے کہ پہلے وعظ و نصیحت کرو' پھر اس کا بستر الگ کر دو' پھر اس کو مارو کہ جس سے چوٹ نہ آئے' لیکن اس تیسری صورت کے بعد یہ نہیں کہا کہ طلاق دے دو۔ بلکہ فرمایا:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ. (النساء:۳۴)

اور اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر (جبر کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو۔

اسلام نے ہر صورت میں موافقت کی ہی راہ نکالی ہے۔ اسی طرح جب بے رغبتی اور روگردانی خاوند کی طرف سے ہو تو اس صورت میں بھی عورت کو یہی تلقین کی گئی ہے کہ وہ چاہے اپنے کسی حق سے دستبردار ہو لیکن صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔

فرمایا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا

تو نہیں کوئی حرج ان دونوں پر کہ صلح

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط. کر لیں آپس میں اور صلح ہی (دونوں کے لیے) بہتر ہے۔ (النساء:۱۲۸)

یہی صلح اور موافقت کی بات ہم میاں بیوی دونوں کی ناچاقی کی صورت میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منصفین کو یہی حکم دیا ہے:

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ط. (النساء:۳۵) اگر وہ دونوں (منصف) ارادہ کریں گے صلح کرانے کا تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

بس اسی پر اکتفاء کیا ہے' اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ اگر وہ صلح نہ کروا سکیں تو طلاق دینا بہتر ہے۔ یہ ساری باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام ان سارے اختلافات میں اسی بات کا حریص ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کسی نہ کسی صورت میں صلح و موافقت ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر طلاق دینا نہ ہی ضروری قرار دیا ہے اور نہ ہی طلاق کو حرام قرار دیا ہے بلکہ شدید نفرت اور ضرورت کے تحت اس کو جائز قرار دیا ہے اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ (سنن البیہقی ج ۷ ص ۳۶۱' الدر المنثور ج ۱ ص ۲۷۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے لوگوں سے ناراض ہوتے جو اسلام کے قوانین کو صحیح طریقے سے استعمال نہ کرتے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اس شخص کا کیا انجام ہے کہ جو اللہ کی حدود سے کھیلتا ہے' کبھی وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دی اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے رجوع کیا۔

(موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۳۲۲' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۰۵)

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا کہ ایک آدمی نے بغیر کسی جائز وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا یہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔

اسلام نے تو یہاں تک موافقت پیدا کرنے کو کہا ہے کہ اگر خاوند کو بیوی ناپسند ہو تو پھر بھی اسے یہی تلقین کی ہے کہ وہ اسے طلاق نہ دے' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلے میں اجر عطا

فرمائے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ○

پھر اگر تم ناپسند کرو انہیں تو (صبر کرو) شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر ○ (النساء:۱۹)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیوی ناپسند ہونے کے باوجود اس کو طلاق نہ دینی چاہیے شاید اللہ تعالیٰ نے اسی میں خیر اور بہتری رکھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: نکاح کرو اور طلاق نہ دو۔ (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ج ۱۲ ص ۱۹۱)

دسویں بحث: طلاق کے الفاظ اور طلاق واقع ہونے کی حالتیں

(۱) غصے کی حالت میں طلاق

طلاق عموماً ہوتی ہی غصے میں ہے۔ غصے کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ایک عمومی قسم کا غصہ جو لڑائی جھگڑے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس عام غصے کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ بالاتفاق واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسا غصہ کسی ناپسندیدگی یا نفرت کی وجہ سے یا لڑائی میں پیدا ہوتا ہے اور اس کیفیت کا ازالہ کیا جا سکتا ہے مثلاً اگر شوہر کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند ہے یا کسی وجہ سے لڑائی ہوگئی ہے تو اس سے ناپسندیدگی یا لڑائی کی وجہ کو ختم کیا جا سکتا ہے اور غصہ ٹھنڈا ہو سکتا ہے لہٰذا ایسے غصے میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر طلاق سوائے بچے اور پاگل کی طلاق کے جائز ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۶)

البتہ غصے کی وہ حالت جس میں غصہ اس حد تک زیادہ اور شدید ہو کہ اس سے عقل جاتی رہے اس کیفیت میں انسان کا اپنے اعصاب پر کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور اسکو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کر رہا ہے یا کیا کہہ رہا ہے۔ اس حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن یہ حالت بہت شاذ و نادر ہی واقع ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹری رپورٹ اس کی تصدیق کر دے کہ واقعی غصے کی حالت میں یہ دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے تو اس حالت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہو گی۔ اسی طرح سَرسام و بِرسام یا کسی اور بیماری میں جس میں عقل جاتی رہی یا غشی کی حالت

میں یا سوتے میں طلاق دے دی تو واقع نہ ہوگی' لیکن اگر نشے کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اگر نشہ کیا جس سے شدید سر درد ہو گیا اور ایسی شدید سر درد کی حالت میں عقل زائل ہو گئی تو اس حالت میں دی گئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی' لیکن جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے' یعنی اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور اس نے طلاق دینے کو اختیار کر لیا تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر شوہر نے کہا: مجھ پر طلاق دینا ضروری ہے۔ یا یہ کہا کہ اگر میں فلاں کام کر دوں تو مجھ پر طلاق دینی لازم ہو جائے گی۔

ان ہر دو صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے مذہب کے جملہ فقہاء و شیوخ کا یہی مؤقف ہے کہ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان الفاظ سے مستقبل میں طلاق دینے کا عہد کر رہا ہے' جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ طلاق کا حکم یہ ہے کہ وہ بالفعل اسی وقت واقع کرے تو تب ہوتی ہے' لیکن یہ مستقبل میں طلاق دینے کے لزوم کا عہد کر رہا ہے' اس صورت میں بالاتفاق طلاق نہیں ہوتی۔

(۳) طلاق کو کسی چیز کے ساتھ مشروط کرنا

اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں شخص سے بات کی تو تجھے طلاق' یا یہ کہا: اگر تو گھر سے میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے طلاق' تو ان ہر دو صورتوں میں جب بیوی نے منع کردہ شخص سے بات کر لی یا خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے تو شرط کے پورا ہونے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) طلاق میں قسم کھانا

کسی چیز میں قسم کھا کر اس کو طلاق کے ساتھ مشروط کرنا' یعنی یہ کہنا کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو میری بیوی کو طلاق' تو اس صورت میں خاوند نے طلاق کو جس کام سے معلق اور مشروط کیا ہے اگر وہ کام ہو گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی' بشرطیکہ شرط اور جزا پائی جائے' یعنی اس نے طلاق کو جس کام سے مشروط کیا ہے وہ بھی ہو جائے اور اس شخص کی بیوی بھی ہو۔ اگر بیوی ہی نہیں تو طلاق کس پر واقع ہوگی؟ اس حالت میں چونکہ محلِ طلاق (بیوی) ہی نہیں' لہٰذا

طلاق تو واقع نہیں ہوگی' البتہ اس شخص کو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور وہ یہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ. (المائدہ:۸۹)

(قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ کھلایا جائے دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑے پہنائے جائیں انہیں یا آزاد کیا جائے غلام اور جو نہ پائے (ان میں سے کوئی چیز) تو وہ روزے رکھے تین دن۔

(۵) بیک وقت تین طلاقیں دینا

ایک ہی وقت میں اگر تین طلاقیں دی جائیں تو یہ واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی' خواہ دخول (جماع) سے پہلے دی ہوں یا دخول (جماع) کے بعد۔

حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا یہی موقف ہے۔ جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام شافعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' لیکن بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت ہے اور ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ حضور علیہ السلام کو ایک شخص کی خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی ہی دے دیں' پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے' پھر فرمایا: یہ کتاب اللہ سے کھیل کرتا ہے' حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔

(فتح الباری رقم الحدیث:۳۶۲-۹۹۰' سنن نسائی ج۶ ص۱۴۲)

(۶) کس حالت میں طلاق دینا حرام ہے اور کس میں حلال؟

اسلام نے پہلے نمبر پر تو طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اس فعل کو برا سمجھا ہے' لیکن اگر سخت ضرورت کے پیش نظر طلاق دینی پڑ ہی جائے تو اسلام نے طلاق دینے کا صحیح طریقہ اور صحیح وقت بتلایا ہے کہ کن حالات میں طلاق دینا حلال ہے اور کن حالات میں

حرام۔

☆ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

☆ اس طہر (پاکیزگی کی حالت) میں طلاق دینا حرام ہے جس میں جماع کرلیا ہو'

لیکن ان حالات میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ۔ (الطلاق:۱)

اے نبی (مکرم)! (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

عدت چونکہ طہر میں ہوتی ہے' لہٰذا حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔اسی طرح جس طہر میں مجامعت کرلی اس میں بھی طلاق دینا حرام ہے کیونکہ عدت کا لحاظ نہ رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کوئی شخص حائضہ کو طلاق نہ دے اور نہ ہی اس طہر میں جس میں جماع کرلیا ہو' بلکہ اسے چاہیے کہ وہ بیوی کو (جماع کیے بغیر اسی حالت میں) چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کو حیض آئے' پھر وہ پاک ہو تو اب ایک طلاق دے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اسی مذکورہ آیت واثر کی روشنی میں فقہاء کرام نے طلاق کے احکام مستنبط کیے ہیں اور اسے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (۱) طلاقِ سنت (۲) طلاقِ بدعت

طلاقِ سنت

(۱) یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں جماع کیے بغیر ایک طلاق دے اور جب ایک حیض (ماہواری) گزر جائے تو بغیر جماع کیے دوسری طلاق دے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر جماع کیے تیسری طلاق دے' اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت بالکل حرام (مغلظہ) ہو جائے گی۔

(۲) یا اس وقت طلاق دے جب حمل ظاہر ہو گیا ہو اور ہر مہینے ایک طلاق دے' تین مہینوں میں تین طلاقیں۔

طلاقِ بدعت

(۱) حیض (ماہواری) کی حالت میں طلاق دینا بدعت ہے۔

(۲) اور اس طہر میں طلاق دینا جس میں جماع کرلیا ہو' یہ بھی بدعت ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی کو کسی طریقے سے طلاق سے روکا جائے۔ یہ جو حیض اور جماع والے طہر میں طلاق کو بدعت قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کو کچھ وقت فراہم کیا جائے' شاید ان کے معاملات ٹھیک ہو جائیں اور خاوند طلاق دینے کی نیت اور ارادہ بدل لے اور طلاق نہ دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○ (الطلاق:۱)

تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے ○

مثلاً جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اسے یاد آ جائے کہ اس نے تو اس طہر کی حالت میں بیوی سے جماع کرلیا ہے پس وہ طلاق دینے سے رک جائے گا۔ پھر اس کے حیض کا انتظار کرے گا کہ حیض کے گزرنے کے بعد اس کو طلاق دے دوں۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ اس کی بیوی اسی طہر میں جماع کرنے کی وجہ سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ اب جب اس کو حیض نہیں آیا اور وہ حاملہ ہو گئی ہے تو خاوند جب دیکھتا ہے کہ بیوی کے پیٹ میں میرا ہونے والا بچہ ہے تو اس طرح غالب امکان یہی ہے کہ وہ طلاق دینے سے رک جائے گا اور اپنا طلاق کا ارادہ بدل لے گا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ پس حضرت عمر نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر غضب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے رجوع کرلے اور روکے رکھے یہاں تک کہ وہ عورت پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے' اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہے تو طہارت کی حالت میں جماع سے پہلے طلاق دے دے' طلاق دینے کا یہ وقت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے:

اور طلاق دینے کا یہ وقت ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰)

یہ ہیں وہ مسائل جو اہمیت کے حامل ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے' جب کہ ہمارے ہاں طلاق کے معاملے میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔ نہ انہیں طلاق کے سنت طریقہ کا پتہ ہے نہ

بدعت کا۔ نہ ہی حلال وحرام کا علم ہے کہ پتہ ہی نہیں کہ عورت کو کب طلاق دینی حلال ہے اور کس حالت میں حرام ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان مسائل سے آگاہی حاصل کریں اور اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کے بارے میں خدا کا خوف کریں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق عمل کریں۔ طلاق کے معاملے میں جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے اس کے بارے ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اور جو تجاوز کرتا ہے اللہ کی حدوں سے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کردے۝

علماء کرام فرماتے ہیں کہ طلاق دینے کا کوئی بھی طریقہ اپنایا جائے چاہے حلال طریقے سے دی جائے یا حرام طریقے سے' ہر حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہم نے طلاق کے چند ضروری مسائل یہاں ذکر کیے ہیں جو معاشرے میں عام پائے جاتے ہیں' لہٰذا ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان اہم مسائل سے آگاہی حاصل کرے اور اپنی زندگی اسلام کے مطابق بسر کرے' تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مستحق ٹھہرے۔

گیارہویں بحث: تین طلاقیں اور حلالہ شرعی

طلاق دینے کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ (الی قولہ) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:۲۲۹۔۲۳۰)

طلاق دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ (پھر فرمایا:) (دو بار طلاق دینے کے بعد) پھر اگر وہ (تیسری) طلاق دے اپنی بیوی کو تو وہ حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد' یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند سے (بمع حقوقِ زوجیت) پس اگر وہ (دوسرا)

طلاق دے دے اسے تو کوئی حرج نہیں ان
دونوں پر کہ رجوع کرلیں' بشرطیکہ انہیں خیال
ہو کہ وہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدود کو۔

ان آیات کریمہ سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں' وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ طلاق ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری دی جائے' یعنی ان تینوں طلاقوں میں وقفہ رکھا جائے' بیک وقت ایک ہی حالت میں تینوں طلاقیں دینا جائز نہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابودرداء اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

(۲) ایک طلاق کے بعد خاوند اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے' اسی طرح دوسری طلاق کے بعد بھی رجوع ہوسکتا ہے' لیکن تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا۔

(۳) تیسری طلاق کے بعد عورت نے کسی دوسرے آدمی سے نکاح کیا اور دوسرے آدمی نے بھی طلاق دے دی تو اب یہ عورت اس پہلے شخص سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔

اس کو حلالہ کہتے ہیں' حلالہ میں جو دوسرے شخص سے نکاح اور جماع کو شرط رکھا گیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ شوہر کو شرم و حیاء دلائی جائے اور طلاق دینے سے روکا جائے' کیونکہ کوئی بھی غیرت مند شخص یہ نہیں خیال کرسکتا کہ اس کی بیوی کسی دوسرے کے پاس ہو۔ جب یہ بات سوچے گا تو وہ پہلے ہی طلاق دینے سے رک جائے گا اور طلاق نہیں دے گا تو علماء نے فرمایا کہ حلالہ کی اس شرط میں خاوند کو زجر و توبیخ کی گئی ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تین طلاقوں والی عورت پہلے خاوند کے لیے مندرجہ ذیل پانچ شرائط کی بناء پر حلال ہوگی:

(۱) تین طلاقیں ہونے کے بعد عورت اپنی عدت گزارے۔
(۲) دوسرے شخص کے ساتھ شریعت کے مطابق نکاح کرے۔
(۳) دوسرا شخص کم از کم ایک بار اس عورت سے جماع کرے۔
(۴) پھر دوسرا شخص اس عورت کو طلاق دے دے۔
(۵) پھر دوسرے شخص کی عدت گزارے۔

اب وہ پہلا شخص دوبارہ اس عورت سے نکاح کرنے کا اہل ہے۔ اس طرح شریعتِ اسلامیہ نے طلاق کے مسائل بیان کیے ہیں اور الجھے ہوئے مسائل کا حل نکالا ہے تاکہ طلاق دینا بچوں کا کھیل نہ بن جائے کہ جس کا جب جی چاہے عورت کو طلاق دے دے، جب جی چاہے پھر نکاح کر لے۔

شرعی طلاق میں کوئی نقصان نہیں ہے، یہ تو لڑائی جھگڑے اور تکلیف کے رفع کرنے کے لیے ہے، عورت کی گلوخلاصی کے لیے ہے یا مرد کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے ہے، لیکن اس میں بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: نہ تکلیف دو اور نہ ہی تکلیف اٹھاؤ۔ (مسند احمد ج ا ص ۱۳، صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

دسویں فصل: عورت اور مرد کے اعضاء تناسل اور جنسی نفسیات

حرفِ اوّل : ڈاکٹر فاطمہ السکاف

تمہید : اعضاء تناسل اور جنسی نفسیات

پہلی بحث : میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلقات اور اس کے ذاتی و اجتماعی اثرات

دوسری بحث : آدابِ مباشرت

تیسری بحث : میاں بیوی کا گرمجوشی سے بوس و کنار کرنا، ان کے درمیان تفاہم کی علامت ہے

چوتھی بحث : میاں بیوی میں جنسی تعلق کی وجہ

پانچویں بحث : میاں بیوی میں جنسی محرکات

چھٹی بحث : سرعتِ انزال اور اس کا علاج

ساتویں بحث : میاں بیوی کے جنسی تعلق میں اضطراب

آٹھویں بحث : عورت کی جنسی خواہش کا ٹھنڈا پڑ جانا اور اس کا علاج

نویں بحث : عورت کی زندگی پر حیض کے اثرات

دسویں بحث : حیض کے دوران جماع کی حرمت

گیارہویں بحث: جنسی بے راہ روی اور فحاشی کے نقصانات

حرفِ اوّل: ڈاکٹر فاطمہ السکاف (سپیشلسٹ گائنی کالوجسٹ)

جنس کے بارے میں کہتی ہیں:

جنسی شہوت انسانی ترکیب کا ایک جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نوعِ انسان کی بقا کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. آراستہ کی گئی ہے لوگوں کے لیے ان خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کیے ہوئے سونے اور چاندی کے۔

(آل عمران:۱۴)

اسلام جائز جنسی شہوت کو بُرا نہیں سمجھتا' دو امور ایسے ہیں جن سے اسلام منع کرتا ہے:

(۱) شہوت کو حرام طریقے سے استعمال کرنا۔

(۲) حلال طریقے سے شہوت کے استعمال میں مبالغہ اور اسراف/ضیاع۔

اسلام نے جنسی شہوت کے معاملے کا دو طرح سے علاج بتلایا ہے:

(۱) وقت پر شادی کرنا

(۲) دینی ماحول میں شہوت کو کنٹرول کرنا

دینی ماحول پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کو صغر سنی سے ہی دین کی طرف راغب کیا جائے' بچے کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا عادی بنایا جائے' یعنی بلوغت کے وقت سے ہی اس کو فرض عبادتوں کی ادائیگی کا پابند کیا جائے' ذمہ داریوں کی ادائیگی سے انسانی روح میں بلندی پیدا ہوتی ہے' جس سے وہ شہوانی حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک مفکر کا کہنا ہے: فرائض کی ادائیگی کا عدم احساس جسمانی خواہشات بڑھاتا ہے۔

اسلام نے اسی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ بچوں کی نگرانی کی جائے اور ان کے دوستوں پر نظر رکھی جائے۔ ان کو بُری مجلس سے بچایا جائے۔ اسی طرح اسلام نے شہوات کو ابھارنے والی چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے نظریں نیچی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔ فرمانِ ربانی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ. (النور:۳۰) اور (اے حبیب!) فرما دیجئے ان مومنوں کو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ.

اور مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (النور:۳۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرمگاہوں کو دیکھنا بھی جائز نہیں۔ سیکسی فلمیں دیکھنے اور فحش لٹریچر پڑھنے سے بھی روکا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے عورت پر پردہ کرنا فرض کیا ہے اور عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے بھی روکا ہے۔ انسان جب حرام چیزوں سے رُک کر اپنی نفسانی خواہشات کو کمزور کرتا ہے تو اس طرح وہ مجاہدۂ نفس اور اطاعت کی طرف راغب ہوتا ہے۔

ایک عارف کا قول ہے:

نیند سب سے بڑی غفلت ہے اور شہوت سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اگر غفلت کا بوجھ نہ ہو تو شہوت تم پر کامیاب نہیں ہوگی۔

ایک بزرگ کا قول ہے:

شہوت' خوف اور مجاہدہ سے زائل ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ طبی طریقے بھی ہیں جن سے شہوت کے بڑھنے کو کم کیا جا سکتا ہے:

(۱) گرمیوں میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا اور سردیوں میں گرم کمرے میں سونے سے پرہیز کرنا۔

(۲) زیادہ چٹپٹی اور مسالے دار اشیاء سے پرہیز کرنا۔

(۳) اشتہاء پیدا کرنے والی اشیاء مثلاً چائے اور قہوہ سے پرہیز کرنا۔

(۴) گوشت' انڈوں اور شہد کا کم استعمال کرنا۔

(۵) پیشاب روک کر سونے سے پرہیز کرنا۔

(۶) پیٹ کے بل سونے سے رُکنا۔

یہ ساری ہدایات غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکیوں کے لیے ہیں' جب کہ شادی کے بعد معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ اس مختصر سی بحث کے بعد اب ہم تفصیلاً اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہیں۔

تمہید: اعضائے تناسل کی کارکردگی اور جنسی نفسیات

اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ہے کہ اس نے انسان کو پانی کی بوند سے پیدا فرمایا اور اس کا نسب اور خاندان بنایا اور انسانوں میں جنسی شہوات رکھ دیں اور اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی نسل انسانی کی بقاء کی طرف راغب کیا اور اس کے حسب ونسب کو بنایا' اس کی عزت وقدر میں اضافہ فرمایا۔ زنا اور فحاشی کو حرام کیا اور اس کی روک تھام کے لیے سزائیں مرتب کیں اور انسان کو نکاح کرنے کی طرف راغب کیا۔ انبیاء کرام سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی نکاح کرنے پر ابھارا اور ماؤں کے رحموں میں نطفوں کے بیج کو محفوظ کیا جس سے نسلِ انسانی میں اضافہ مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسانی جنسی ملاپ ایک بہت بڑا قدرت کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہماری راہنمائی فرمائی اور اس بات کا حکم دیا کہ اس میں غور وفکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ (النجم: ۴۶-۴۵)

اور یہ کہ اسی نے پیدا فرمائیں دونوں قسمیں نر اور مادہ ۝ (وہ بھی) ایک بوند سے جب ٹپکتی ہے ۝

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۔ (الفاطر: ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے' پھر پانی کی بوند سے' پھر تمہیں بنا دیا جوڑے جوڑے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۔ (الدھر: ۲)

بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا فرمایا' ایک مخلوط نطفہ سے۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ

وہ جس نے خوب بنایا ہے جس چیز کو بھی بنایا اور ابتدا فرمائی انسان کی تخلیق کی گارے سے ۝ پھر پیدا کیا اس کی نسل کو جوہر سے یعنی حقیر پانی سے ۝ پھر اس (کے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (السجدہ:۷-۹)

قدوقامت) کو درست فرمایا اور پھونک دی اس میں اپنی روح اور بنا دیئے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل، تم لوگ بہت کم شکر بجا لاتے ہو ۝

جب ہم جنسی زندگی کے حوالے سے قرآن وحدیث پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ ؕ. (النور:۳۲)

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم میں سے اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے۔

فرمایا:

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ. (البقرہ:۲۳۲)

اور نہ منع کرو انہیں کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے جب کہ رضا مند ہو جائیں آپس میں مناسب طریقہ ہے۔

فرمانِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ. (الرعد:۳۸)

اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد۔

اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنا سنتِ انبیاء ٹھہرایا اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو یہ دعا مانگتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ. (الفرقان:۷۴)

اور جو عرض کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! مرحمت فرما ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو کوئی جماع کی طاقت رکھتا ہوٴ اسے چاہیے کہ وہ شادی کرے، کیونکہ یہ نظر اور شرمگاہ کی سب سے زیادہ محافظ

ہے اور جو جماع کی طاقت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے' روزے رکھنا شہوت کو کم کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت (نکاح) سے روگردانی کی وہ میرے طریقے پر نہیں۔

یہ بات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صحابی کو کہی کہ جو کہتا تھا: میں عورتوں سے نکاح نہیں کرتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا جواب دیا: لیکن میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں' پس جس نے بھی میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے راستے پر نہیں۔

اس حدیث شریف میں اس شخص کے لیے وعید ہے جو مالی استطاعت رکھنے اور صحت کے باوجود نکاح نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا متاع ہے' اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

شادی کرنے میں اصل چیز میاں بیوی کا جنسی تعلق ہے' جس سے دو چیزیں متحقق ہوتی ہیں:

ایک نسلِ انسانی کی حفاظت' دوسری شہوت کا ازالہ۔ شادی کرنے سے میاں بیوی ایک دوسرے سے لذت حاصل کرتے ہیں اور اپنی شہوت کو پورا کر کے تسکین حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی کے جنسی تعلقات میں بہت سے پوشیدہ راز رکھے ہیں۔ انسان اگر ان کی قدر و قیمت نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگتا ہے تو وہ شقاوت و ہلاکت میں گرتا ہے۔ کتنی ہی ایسی قومیں ہیں جو ان جنسی تعلقات کو صحیح طریقے سے استعمال نہ کر کے تباہی کا شکار ہوئی ہیں اور اپنی رفعت و بلندی سے قعرِ مذلت میں جا گری ہیں۔ تاریخ ان تمام باتوں پر شاہدِ عادل ہے۔ ہم اس آخری دور پر نظر دوڑاتے ہیں جس میں جنسی بے راہ روی عام ہے کہ جنسی ملاپ کا درست طریقہ استعمال نہ کرنے کی وجہ سے موذی اور مہلک مرض ایڈز تباہی مچا رہا ہے۔

بے شک ان جنسی تعلقات کو جائز طریقے سے نکاح کی صورت میں بروئے کار لانے سے انسانی جسم کو راحت بھی ملتی ہے۔ انسان کی عزت و عظمت بھی محفوظ رہتی ہے اور نسلِ انسانی میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے نوجوان اس حقیقت کو سمجھیں گے اور گناہوں کی دلدل میں پھنسنے سے پہلے ہی جائز طریقے سے شادی کر کے اپنا جیون

ساتھی متعین کرلیں گے۔اس سے پہلے کہ ان کے اعصاب کمزور ہو جائیں' بصارت میں کمی واقع ہو' ہاتھ کانپنے لگ جائیں' کمر ٹیڑھی ہو جائے پھر اس پر ندامت اور شرمندگی کا کوئی فائدہ نہیں۔

پہلی بحث: میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلقات اور اس کے ذاتی واجتماعی اثرات

میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلقات دیگر انسانی و بشری تعلقات سے بہت ممتاز اور خصوصیت کا درجہ رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم:٢١)

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیئے تمہارے درمیان محبت ورحمت (کے جذبات) ○

میاں بیوی کی ازدواجی زندگی انسانی وجود کے ان اطراف پر مشتمل ہوتی ہے: روح' نفس اور جسم۔

یہ انسانی اطراف جنسی تعلقات میں اپنی اپنی کارکردگی پیش کرتے ہیں۔اسی وجہ سے میاں بیوی کا تعلق دوام اور استمرار اختیار کرتا ہے اور پھر ان سے ان کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔یہ تمام شادی کا نتیجہ ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جائز قرار دیا ہے۔مرد اور عورت کے درمیان حرام کاری اور ناجائز تعلقات سے ان میں منفی خیالات اور خطرناک نفسیاتی عوارض پیدا ہوتے ہیں۔

اگر یہ تعلقات ان کے درمیان ناجائز محبت کی وجہ سے ہیں تو وہ ہر وقت خوف اور وحشت کا شکار رہیں گے اور اپنی سعادت اور خوش بختی کو داؤ پر لگائے رکھیں گے اور اگر یہ تعلقات وقتی طور پر جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے ہیں تو ایک شخص سے خواہش پوری کر کے پھر دوسرے کی تلاش میں رہیں گے جس سے وقتی طور پر چند لمحے تو سکون حاصل ہوگا لیکن اس سے انسانی عزت وعظمت خاک میں مل جائے گی اور حیوانوں کی طرح ہو کر رہ جائیں

گے۔

ناجائز جنسی تعلقات میں سب سے خطرناک چیز یہ ہے کہ اس ناجائز بچے کا اعتراف کون کرے گا۔ مرد تو فوراً اس کو اپنانے اور اپنا بچہ سمجھنے سے انکار کر دے گا۔ اسی طرح عورت جو اس گناہ میں اس کے ساتھ شریک تھی وہ بھی اس کو نہیں اپنائے گی۔ اب اس صورت میں عورت کے سامنے دو راستے ہیں: یا تو اس ناجائز بچے کو شرمندگی اور ندامت برداشت کرتے ہوئے اپنے پاس رکھے گی یا وہ اس نومولود معصوم بچے کو راستے میں پھینک دے تاکہ اسے کوئی اٹھا کر لے جائے۔ اس صورت میں وہ بچہ ساری زندگی ماں باپ کے پیار وشفقت سے محروم رہے گا۔ اپنے نسب سے محروم رہے گا جس پر انسان کو فخر ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ ہر قریبی رشتہ دار سے محروم رہے گا۔ نہ اس کا باپ ہے نہ ماں' نہ خالائیں' نہ چچے' نہ ماموں اور نہ کوئی اور رشتہ دار۔

یہاں پر ان سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کس نے اس بچے کو ہر سعادت سے محروم کیا ہے؟ اس بچے کا کیا گناہ ہے؟ اب کوئی جواب دینے والا نہیں۔ جب انسان اپنی عزت و شرافت کھو بیٹھتا ہے تو ساری زندگی لگا رہے تو حاصل نہیں کر سکتا۔ انہی وجوہات کی بناء پر ہم محسوس کرتے ہیں کہ فحاشی کی حرمت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کتنی عظمت ہے اور اس میں کتنے راز پوشیدہ ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ○ (الاسراء:۳۲)

اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ' بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے ○

اور شادی کرنے کی شان اور قدر و قیمت کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ (النحل:۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میاں بیوی کا تعلق کرامت' برکت اور بقاودوام پر مشتمل ہوتا ہے' جو میاں بیوی میں جنسی کشش اور جنسی عشق پیدا کرتا ہے۔ بے شک میاں بیوی کے درمیان جنسی فطرتی تعلق ایک دوسرے سے تسکین پاتا ہے اور ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور دونوں کے جسم کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہم اپنے جسم کو سیر اور سیراب کرنے کے لیے غذا کھاتے اور مشروبات پیتے ہیں' اسی طرح جسم کو جنسی عمل کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو زندگی کے لیے ضروری ہے۔

جو بھی ہم غذا کھاتے ہیں اس سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے' اسے صحیح جگہ پر استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ رزق کی تلاش میں ہم جو بھی کام کاج کرتے ہیں یہ طاقت اس میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس غذا سے جنسی طاقت بھی بنتی ہے جسے درست جگہ پر ہی استعمال کرنا چاہیے اور جنسی طاقت کے صحیح استعمال کا راستہ شادی ہی ہے۔

مرد اور عورت میں جنسی اور نفسانی خواہشات ہوتی ہیں جنہیں شادی کرنے سے ایک دوسرے کے لیے جائز طریقے سے استعمال کر کے ذہنی وجسمانی تسکین حاصل کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں پیار ومحبت اور ہمدردی ورحمت پیدا کرتے ہیں۔ شادی کرنے سے عورت اور مرد کی شرافت وعزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ عورت ماں بن کر عزت وتکریم حاصل کرتی ہے۔ مرد باپ بن کر عظمت و وقار حاصل کرتا ہے اور انہی کی وجہ سے بچوں کی سعادت وخوش بختی میں اضافہ ہوتا ہے۔

دنیا جہاں کی عورتوں میں سب سے زیادہ مقام وہ عورت حاصل کرتی ہے جو ماں بنتی ہے کہ ماں کی گود ہی زندگی کا پہلا مدرسہ ہے اور ہمیشہ رہنے والا مدرسہ ہے۔ اس بارے میں کسی دانشور نے یوں کہا: ہر عظیم شخص کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

ہاں! بالکل درست ہے اور وہ عورت ماں ہوتی ہے' جو بچے کو جنم دیتی ہے' اس کی اچھی تربیت کرتی ہے اور پھر بچے کو ایک عظیم انسان بناتی ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے اقوال مبارکہ سے ماں کے بارے میں ایک قول پیش کرتے ہیں:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ایک صحابی نے سوال کیا: لوگوں میں سے میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا:

پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیرا باپ۔ (مسلم)

حکماء اور ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ جنسی تسکین حاصل ہونے سے عورت کے جسم کا اندرونی نظام تندرست اور صحیح رہتا ہے اور وہ عورتیں جو شادی شدہ ہوتی ہیں وہ پرسکون سعادت والی زندگی گزار رہی ہوتی ہیں۔ ان میں بچوں کو پیدا کرنے کا جوش و جذبہ ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو چاک و چوبند رکھتی ہیں۔ جب عورتیں بچے پیدا کرنے کی عمر سے مایوسی کی عمر میں قدم رکھتی ہیں' جو تقریباً پچاس سال کی عمر کے بعد شروع ہوتی ہے تو بعض عورتیں اس عمر میں بھی جماع کی لذت حاصل کرتی ہیں کیونکہ اب وہ حمل' ولادت اور رضاعت کی فکر سے فارغ ہوتی ہیں اور زندگی کو خوشی و سعادت سے گزارتی ہیں۔

جنسی زندگی میں دوسرا تعلق جو خود بخود پیدا ہو جاتا ہے وہ باہمی محبت والفت کا تعلق ہے۔ ازدواجی زندگی اس باغ کی مانند ہے جس میں پھولوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا رابطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی کا آپس میں دائمی اور مضبوط تعلق و رابطہ استوار رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اس سلسلے میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میاں بیوی سے بڑھ کر دو محبت کرنے والے نہیں دیکھے گئے۔ (ابن ماجہ)

محبت کرنے والے میاں بیوی جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کے درمیان نئی امنگ اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور جب ایک دوسرے کی طرف محبت سے دیکھتے ہیں تو ان کے درمیان ایک دوسرے میں سما جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ سچی محبت ہے جو ان کو ایک دوسرے کا گرویدہ رکھتی ہے۔ پس میاں بیوی کو اپنے درمیان پیار و محبت کے ناطے کو برقرار رکھنا چاہیے تاکہ ان کی زندگی سکون اور الفت کا مظہر بن جائے۔

دوسری بحث: آدابِ مباشرت

باہمی دل لگی کرنا

اسلام کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ پہلے چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کی جائے اور اس کے ساتھ کھیلا جائے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ ہنسی مزاح کیا کرتے تھے اور اعمال و اخلاق میں ان کی عقل کے درجے کے مطابق اتر آتے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا کرتے تھے۔ایک دن حضرت عائشہ دوڑ میں آگے نکل گئیں اور دوسری دفعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوڑنے میں ان سے آگے نکل گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ اس دوڑ کا بدلہ ہے جو تم آگے نکل گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی سختی کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے اہل میں بچے جیسا ہونا چاہیے اور جب اس سے خواہش کا اظہار کیا جائے تو وہ مرد ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر بدمزاج' اکھڑ اور تکبر کرنے والا (جہنمی ہے)۔(متفق علیہ)

دوسری روایت میں ہے: اپنے گھر والوں پر سختی کرنے والا اور تکبر کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اسی طرح حضرت جابر والی حدیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر کو فرمایا: تو نے کنواری عورت سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

لیکن چھیڑ چھاڑ باہمی دل لگی میں میانہ روی ہی بہتر ہے جیسے کہ ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنے کا کہا گیا ہے اور مستحب یہ ہے کہ جماع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے' اللہ اکبر کہے' کلمہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

باسم اللہ العلی العظیم اللھم اجعلھا ذریۃ طیبۃ ان کنت قدرت ان تخرج ذلک من صلبی.	اللہ کے نام سے جو بلند ہے' عظیم ہے۔اے اللہ! میری اولاد کو نیک کر' اگر تو نے مقدر کر دیا ہے کہ وہ میری پشت سے نکلے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اگر اپنی بیوی کے پاس آئے تو وہ یہ پڑھے:

اللھم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان ما رزقنا. (متفق علیہ)	اے اللہ! ہم دونوں کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہمیں ملے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

اگر ان کا کوئی بچہ پیدا ہوا تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور جب انزال ہونے

لگے تو ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر دل میں یہ دعا پڑھے:

الحمد لله الذی خلق من الماء بشرا فجعلـه نسبا و صهرا و کان ربک قدیرا.	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے پانی کی بوند سے انسان بنایا' پھر اس کا نسب اور سسرال بنائے اور آپ کا رب قدرت والا ہے۔

پھر قبلہ شریف کی طرف منہ نہ کرے قبلہ کے احترام واکرام کی وجہ سے۔ پھر جب مرد فارغ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ بیوی کے اوپر تھوڑی دیر ایسے ہی لیٹا رہے تا کہ عورت بھی صحیح طرح فارغ ہو لے' کیونکہ بعض اوقات عورت کو دیر سے انزال ہوتا ہے اور اس کی شہوت بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس حال میں مرد کا عورت سے جدا ہو جانا عورت کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ میاں بیوی دونوں کو اکٹھے انزال نہ ہونا ان کے درمیان نفرت پیدا کرتا ہے کیونکہ بعض اوقات مرد کو پہلے انزال ہو جاتا ہے۔ اس لیے دونوں کو اکٹھے انزال ہونے سے دونوں کو زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور ذہنی طور پر دونوں تازگی محسوس کرتے ہیں۔

حیض کے دوران اور حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بیوی سے جماع کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں حرام ہے۔ حدیث کی رو سے اور سائنس کے مطابق حیض ونفاس کی حالت میں اگر دونوں شرمگاہیں ملتی ہیں تو اس سے کئی بیماریاں پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح عورت کے پردۂ بکارت کو انگلی کے ساتھ یا کسی اور طریقے سے نہیں زائل کرنا چاہیے بلکہ فطری عمل یعنی جماع کے ذریعے ہی اسے زائل کرنا بہتر ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں: حیض کے دوران شرمگاہ کے علاوہ عورت کے تمام بدن سے لطف اٹھانا جائز ہے لیکن پیچھے کی طرف سے آنا حیض کی حالت میں جماع کرنے سے زیادہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ	پس تم اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو۔

(البقرہ:۲۲۳)

یعنی جس وقت چاہے اپنی بیوی کے پاس آئے' حیض کے دوران خاوند اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بیوی کے ہاتھ سے بھی اپنی منی خارج کرا سکتا ہے۔ اسی طرح جماع کے

علاوہ اس کے بدن سے لذت حاصل کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بیوی کو اپنے ساتھ کھلانا چاہیے اور ساتھ لٹانا چاہیے۔ جو شخص بیوی کی دُبر یعنی پچھلے حصے میں جماع کرتا ہے وہ بہت سخت گنہگار ہے کیونکہ ایسا کرنا سخت حرام ہے لیکن ایسا کرنے سے نہ ہی بیوی کو طلاق ہوتی ہے اور نہ ہی بندہ اسلام سے خارج ہوتا ہے جیسا کہ عوام میں یہ بات مشہور ہے۔ بلکہ عورت کے پچھلے حصے میں جماع کرنے والا سخت گنہگار ہے۔ اسے معافی مانگنی چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے۔ اس سے جنسی تعلقات خراب ہوتے ہیں اور عورت اپنی شہوت پوری کرنے سے محروم رہتی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد دوسری دفعہ جماع کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنی شرمگاہ کو دھولے تا کہ اس کو پھر سے نئی تازگی ملے اور اگر پہلی دفعہ اسے انزال بھی ہوا ہے اور اب دوسری دفعہ پھر جماع کرنا چاہتا ہے تو اس چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو دھوئے یا پیشاب کرلے پھر جماع کرسکتا ہے۔

جماع کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عزل نہ کرے یعنی اپنے نطفے کو شرمگاہ سے باہر نہ پھینکے بلکہ عورت کے رحم میں ہی انزال کرے کیونکہ جس بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقدر کردی ہے وہ ہو کر رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے انزال کے وقت شرمگاہ سے باہر نطفہ گرایا اس نے اپنے آپ سے اس بچے کا ثواب ضائع کرلیا کہ جس کی وہ تربیت کرتا اور وہ بچہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا۔ (مسلم) جماع کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے اس بات کا تذکرہ کریں جو انہیں ایک دوسرے سے پسند ہو۔

تیسری بحث: میاں بیوی کا گرم جوشی سے بوس و کنار کرنا' ان کے درمیان تفاہم کی نشانی ہے

ہونٹوں کی زبان سے کی جانے والی گفتگو اندر کے احساسات اور خواہشات کی ترجمان ہوتی ہے۔ ہونٹوں کے ساتھ گالوں پر ڈالے جانے والے نشانات محبت وشوق کے معاہدے پر دستخط کی مانند ہوتے ہیں۔ دو محبت کرنے والے دلوں کے درمیان بوس و کنار' وصل اور ملاپ کی علامت ہوتا ہے۔ خاوند شروع میں اپنی بیوی کے جو بوسے لیتا ہے' اسلام نے اس کی

بہت اہمیت بیان کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کے پاس نہ آئے جیسے چوپائے آتے ہیں۔ بلکہ ان کے درمیان پیغام رساں ہونا چاہیے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ پیغام رساں کیا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ بوسہ لینا اور بات چیت کرنا ہے۔

اس حدیث شریف کی رو سے جنسی تعلقات قائم کرنے سے پہلے پیغام رساں کو استعمال کرنے سے محبت و الفت اور کشش میں اضافہ ہوتا ہے اور پرسکون جنسی زندگی کا پہلا طریقہ یہی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان بوس و کنار اور بات چیت ہو اور پیار و محبت کی سرگوشیاں ہوں۔ اس سے جسم میں رغبت پیدا ہوتی ہے اور خوب نشاط کی صورت بن جاتی ہے۔ اس حال میں مباشرت کرنا واقعتاً سکون و اطمینان پیدا کرتا ہے اور پھر ازدواجی زندگی کامیابی سے آگے بڑھتی رہتی ہے۔ جتنے بھی طوفان ہوں، جتنے بھی سیلاب آئیں، ازدواجی زندگی کا یہ سفینہ کامیابی کے ساتھ رواں دواں رہتا ہے۔

لیکن اگر میاں بیوی کے درمیان پیار و محبت کا تعلق اور ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ ختم ہو جائے تو ازدواجی زندگی گھٹن اور مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے اور مکمل طور پر جنسی تسکین نہ ہونے کے باعث کتنے ہی ایسے خاندان ہیں جو تباہی کا شکار ہو گئے ہیں اور میاں بیوی مختلف نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ صحیح طریقے سے میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے مطمئن نہ ہوں۔ اس سے میاں بیوی کا ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ شوہر اپنی خواہش پوری کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے لیکن ابھی عورت کی خواہش صحیح طریقے سے پوری نہیں ہوتی۔ اس سے ذہنی طور پر عورت غیر مطمئن رہتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنی اہلیہ سے جماع کرے تو اسے چاہیے کہ اس کا حق ادا کرے۔ پھر جب عورت کی حاجت پوری ہونے سے پہلے وہ اپنی حاجت پوری کر لے تو (علیحدہ ہونے میں) جلدی نہ کرے، حتیٰ کہ عورت بھی اس سے اپنی حاجت کو پورا کر لے۔

جماع سے پہلے مرد کا عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنا اور دل لگی کرنا یہ دورِ جدید کے ماہرین

نفسیات کے ہاں بھی بہت اہمیت کا حامل ہے' لیکن اسلام نے کئی صدیاں پہلے ہی اس طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ یہ بالخصوص ان لوگوں کے لیے ہے جو ان طریقوں سے غافل ہیں کہ جن کو اپنا کر ازدواجی زندگی کو سعادت مند بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے میاں بیوی میں محبت زیادہ ہوتی ہے۔ صرف جماع کر لینا جو دل لگی اور خوش طبعی سے خالی ہو وہ میاں بیوی کے درمیان محبت والفت اور رغبت وشوق کے جذبات نہیں پیدا کر سکتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے باہم کھیلنے سے پہلے جماع کرنے سے روکا ہے۔ میاں بیوی کا باہم ایک دوسرے کو بوسہ دینا اور چومنا یہ نہ تو دورِ جدید کی اختراع ہے اور نہ مغربی عادات میں سے ہے' بلکہ یہ تو اسلامی طریقہ ہے جس پر ہر دور کے مسلمان کاربند رہے ہیں' بلکہ اسلام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ بیوی کا بوسہ لینے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ وضو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ وضو کرنے کے بعد بھی میرا بوسہ لیا کرتے تھے' پھر دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام روزے کی حالت میں بھی میرا بوسہ لیا کرتے تھے پھر افطار نہ کرتے اور نہ ہی وضو کو لوٹاتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رغبت ہوئی تو میں نے روزے کی حالت میں بھی (اپنی زوجہ کا) بوسہ لے لیا۔ پس میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آج بہت بڑا جرم کر لیا ہے کہ میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: روزے کی حالت میں اگر تم پانی کے ساتھ کلی کر لو تو تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر بوسہ لینے میں کیا حرج ہے؟

جنسی تعلقات کے حوالے سے عورت کے آداب

شرم وحیاء عورت کی فطرت اور جبلت میں ہی شامل ہے' اس لیے وہ اپنی جنسی تسکین کے لیے پہلے شوہر کی طرف بڑھنے سے شرم محسوس کرتی ہے' بلکہ مرد کی طرف سے ابتداء اور پہل کا انتظار کرتی ہے' اگرچہ اس میں محبت ورغبت کے جذبات زیادہ بھی ہوں۔ عورت کا کردار بھی تمام مخلوقات کی فی میل کی طرح ہی ہے کہ یہ مؤنثات پہل نہیں کرتیں بلکہ مذکر کی

طرف سے پہل کے انتظار میں رہتی ہیں یا اپنے آپ کو پیش کر دیتی ہیں اور جھگڑا نہیں کرتیں اور غیر اخلاقی اور غیر قانونی طریقے کو برداشت نہیں کرتیں۔ اس میں حیوان عاقل (انسان) اور حیوان غیر عاقل (جانور) برابر ہیں۔ جنسی تسکین کے حصول میں بھی دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یہ مؤنث کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ مطالبہ پورا کرتی ہے اور جواب دیتی ہے لیکن ابتداء اور پہل نہیں کرتی' کیونکہ اکثر اوقات وہ حمل اور رضاعت وغیرہ میں مشغول رہتی ہے۔

(المرأۃ فی القرآن ص ۳۱)

یہ طبعی شرم وحیاء عورت کا زیور ہے اور اس کی خلقت وفطرت میں شامل ہے۔ اسی طبعی حیاء کی وجہ سے عورت آداب کی خوگر ہوتی ہے۔ اجتماعی زندگی میں بھی ان کے انہی آداب کی وجہ سے ان کی عزت وعظمت ہے۔ جب عورتیں مردوں کی نظروں سے اوجھل ہوں اور کثیر تعداد میں جمع ہوں تو اس وقت وہ حجاب وغیرہ یا حیاء کا مظاہرہ نہیں کریں گی لیکن جب مردوں کے سامنے آئیں گی تو خود بخود وہ شرم وحیاء کا پیکر بن جائیں گی۔

اسی شرم وحیاء کی وجہ سے عورت اپنے اعضاء اور اپنی شرمگاہ عورتوں کے سامنے بھی بغیر ضرورت کے نہیں کھولتی۔ عورت کا ادب اور اس کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ ہر موقع پر اپنی فطری اور خلقی شرم وحیاء ہی کو اپنائے رکھے۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۵۰۶)

چوتھی بحث: میاں بیوی میں جنسی تعلق کی وجہ

اسلام نے میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق کی وجوہات بھی بیان کی ہیں' کیونکہ یہ شادی کے اہم مقاصد میں سے ہیں' اس لیے ان سے غفلت اور جہالت کسی طور بھی درست نہیں۔ اسلام نے جنسی خواہش پوری کرنے کی جو تصویر کشی کی ہے' وہ مختصراً یوں ہے کہ عورت پر مرد کو ہر طرح سے اختیار دے دیا ہے کہ وہ جب چاہے عورت کی شرمگاہ استعمال کر سکتا ہے اور اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے۔ (الاسرۃ فی الاسلام ص ۶۶۔۶۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ ۔ (البقرۃ: ۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں' سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔

تاکہ مرد کو یہ احساس ہو کہ اس میں کوئی رکاوٹ اور قید نہیں ہے۔ اس طرح مرد اپنے

آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے گا اور فحاشی سے پرہیز کرے گا اور شادی کر کے حلال طریقے سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کرے گا اور میاں بیوی دونوں یہ محسوس کریں گے کہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں جو انہیں اس جائز کام سے روکے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ (المؤمنون:۵-۶)

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ بجز اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو بے شک انہیں ملامت نہ کی جائے گی ○

اس صورت میں کوئی خجالت' کوئی ندامت اور کوئی تنگی موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک نے یہودیوں کے ان شبہات کا بھی ازالہ کر دیا کہ یہودی بعض حالات میں عورتوں سے ملاقات پر پابندی لگاتے ہیں' جب کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۔ (البقرہ:۲۲۳)

سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔

قرآن پاک نے جنسی تعلق اور میاں بیوی کے درمیان اس کے اثر کے بارے میں فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ (البقرہ:۱۸۷)

وہ عورتیں تمہارے لیے پردہ' زینت اور آرام ہیں اور تم ان کے لیے پردہ' زینت اور آرام ہو۔

یہ آیت میاں بیوی کے باہم ملنے اور اکٹھا رہنے کو بڑے اچھے طریقے سے بیان فرما رہی ہے۔ اس صورت میں حق اور واجب یہی ہے جو اسلام نے فرمایا ہے کہ بیوی پر ضروری ہے کہ جب بھی اس کا خاوند اس کو بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرے اور اس کے پاس آ جائے اور جب تک خاوند اس کے ساتھ رہے وہ اسے نہ روکے اور نہ ہی منع کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کے بستر سے علیحدہ (خاوند کی مرضی کے بغیر) رات گزارتی ہے تو فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ عورت کے لیے یہ حلال

نہیں کہ وہ اپنا کوئی ایسا ارادہ زبان پر لائے جو اس کے اور خاوند کے درمیان حائل ہو جائے بلکہ اس کو وہ غیر ضروری کام بھی نہیں کرنے چاہئیں جن سے اس کا خاوند اس کو روکتا ہو' حتیٰ کہ نفلی عبادت بھی خاوند کی اجازت سے ہی کرنی چاہیے۔ (متفق علیہ)

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

جو عورت اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے' اسے اپنے شوہر کی موجودگی میں (نفلی) روزہ اس کی اجازت سے رکھنا چاہیے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معاملے کو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے ساتھ ملا کر یہ واضح کیا ہے کہ اسلام نے میاں بیوی کے تعلقات کو کتنی اہمیت دی ہے اور عورت کو یہ درس دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے ایسی حالت میں رہے جو اس کے خاوند کو پسند ہوتا کہ ان کے درمیان محبت بڑھے۔

اس بارے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: اور جب شوہر اس کو دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے۔ اسی طرح شوہر پر بھی بیوی کے حقوق ہیں۔ شوہر پر ضروری ہے کہ وہ خود کو زنا اور فحاشی سے پاک رکھے اور اپنی بیوی کی خواہش کے مطابق اس سے برتاؤ کرے۔ جس طرح شوہر کو بیوی کی کچھ چیزیں اچھی لگتی ہیں' اسی طرح بیوی بھی شوہر سے بعض چیزوں کو پسند کرتی ہے۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی پوری طرح جنسی تسکین کرے۔ یہ عورت کا حق ہے۔ شوہر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیوی کو محروم کر کے تکلیف دے' اس میں بیوی کے حق کو ضائع کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو فرمایا: اے عبداللہ! تم ہر دن روزہ رکھتے ہو اور ہر رات قیام کرتے ہو کیا میں تمہیں ایک بات نہ بتاؤں؟ حضرت عبداللہ کہتے ہیں: کیوں نہیں یا رسول اللہ! (ضرور فرمائیں)' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تم ایسا نہ کیا کرو (بلکہ ایک دن) روزہ رکھو اور (دوسرے دن) نہ رکھو اور ایک رات قیام کرو اور دوسری رات سو جاؤ' بے شک تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ (بخاری) اس حدیث شریف میں عورت کے حق کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ عبادت میں اتنا مجاہدہ کرے کہ وہ بیوی کے حقوقِ زوجیت ہی ادا نہ کر سکے۔ ان اصول وضوابط سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام نے میاں بیوی دونوں کے حقوق بیان کیے ہیں تاکہ دونوں ایک دوسرے سے ہر طرح

سے لذت اور سکون حاصل کر سکیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے حلال میں وہ تمام کچھ رکھ دیا ہے جو حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

پانچویں بحث: میاں بیوی میں جنسی محرکات

ایک صحت مند شوہر میں سب سے پہلے جنسی حرکت پیدا کرنے والی صماء گلینڈز (کانوں اور جبڑوں کے درمیان پائی جائے والی غدودیں) ہیں۔ یہ جنسی تحریک عقلی واستجابی ہوتی ہے جو جماع کا خیال آنے یا شہوت کے ساتھ دیکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی اس کو بالائی اعضاء کے ہیجان کا نام دیا جاتا ہے۔

جب دماغ میں یہ جنسی تحریک پیدا ہوتی ہے تو دماغ سے عصبی مرکز کی طرف منتقل ہوتی ہے اور پھر یہی جنسی تحریک انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے عصبی نظام سے ہوتی ہوئی اعضاء تناسل تک پہنچتی ہے جس میں کئی غدودیں اور عضلات کردار ادا کرتے ہیں اور خون کا دباؤ تیزی کے ساتھ مرد کے عضو تناسل کی طرف ہوتا ہے تو عضو تناسل میں سختی اور انتشار پیدا ہوتا ہے اور عورت کے بظر (اندام نہانی میں ایک چھوٹا سا حساس دانہ) میں ابھار پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب میاں بیوی ایک دوسرے سے اپنے جسم ملاتے ہیں تو رغبت اور شہوت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات خاوند کی شہوت جلد ہی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے، لیکن عورت میں ابھی اس قدر شہوت پیدا نہیں ہوئی ہوتی۔ اس صورت حال میں خاص خیال رکھنا چاہیے اور بیوی کی شہوت کو ابھارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ عورت کے اعضاء تناسل پوشیدہ ہونے کی وجہ سے ان میں ہیجان ذرا دیر سے پیدا ہوتا ہے' اس لیے اس بات کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے کہ میاں بیوی دونوں اکٹھے ہی شہوت اور لذت میں عروج پیدا کریں۔

عورت کی شرمگاہ میں پائے جانے والے نقطے ''بظر'' کو جب چھوا جائے تو اس سے خون کا دورانیہ شرمگاہ کی طرف بڑھتا ہے اور یہ بظر پھول جاتا ہے جس سے عورت میں شہوت اور لذت بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ عورت کی شرمگاہ میں سکن اور بارتھولان گلینڈز جب نشاط میں آتی ہیں تو ان سے لیس دار' شفاف' رقیق رطوبت نکلتی ہے جو اندام نہانی کو نرم اور ملائم کر دیتی ہے اور رحم تک جانے والی نالی اور شرمگاہ کے منہ کو کھلا کرتی ہے۔ اس رطوبت کے نکلنے

سے عورت میں مزید شہوت ابھرتی ہے۔اس سے عضو تناسل اندر داخل کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جسمانی عضلات بھی اس مرحلے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔جسمانی عضلات میں ارادی اور غیر ارادی طور پر تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جب شہوت اور لذت اپنے عروج پر پہنچتی ہے تو اس وقت ہونٹوں اور پپوٹوں میں کپکپاہٹ پیدا ہوتی ہے' عورت کا سانس تیز ہوتا ہے' اس وقت عورت میں شہوت عروج پر ہوتی ہے۔یہی کیفیت شوہر میں بھی پیدا ہوتی ہے' لیکن بیوی میں زیادہ ہوتی ہے اور اسی حالت میں خاوند اپنا عضو تناسل اندر داخل کیے ہوئے ہوتا ہے۔جماع کے وقت میاں بیوی کی جب یہ کپکپی اور رعشہ والی کیفیت ہوتی ہے تو اس وقت وہ دونوں لذت کے حصول میں عروج پر ہوتے ہیں اور جسمانی و نفسیاتی طور پر ہر قسم کا درد والم بھول چکے ہوتے ہیں اور دنیوی خیالات سے دور زندگی کے میٹھے لمحات سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔اس حالت میں میاں بیوی کا اپنی اپنی شہوت پوری کرنا دونوں کے لیے مبارک اور طیب ہے۔یہی چیز ان کی زندگی میں سعادت اور تازگی کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الروم:۲۱)

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے' پیدا فرمادیئے تمہارے درمیان محبت والفت (کے جذبات) بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں' ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ۝

عورت کی شہوت و لذت کے حوالے سے اس کی شرمگاہ میں بظر بہت اہمیت کا حامل ہے۔جماع کے وقت اس میں بہت حساسیت پائی جاتی ہے' عورت کی شرمگاہ کے وسط میں ایک چھوٹا سا نقطہ ہوتا ہے جو انگلی کے ساتھ ٹٹولنے سے محسوس ہوتا ہے' اس کو بظر کہتے ہیں' اس کو چھونے اور ٹٹولنے سے عورت میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اور یہ شہوت کے وقت خون کے دباؤ کی وجہ سے پھول جاتا ہے' جب اس میں حساسیت بڑھتی ہے تو پھر یہی حساسیت دوسرے

اعضاء نسوانی کی طرف بڑھتی ہے جس سے شرمگاہ کا منہ اور رحم تک جانے والی نالی ''مھبل'' کھلا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں مرد کا عضو تناسل آسانی سے اندر جا سکتا ہے اور دونوں لذت حاصل کرتے ہیں۔ جب عضلات میں نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس وقت رحم تھوڑا سا نیچے ہو جاتا ہے جس سے رحم کا منہ مرد کے عضو تناسل سے نکلنے والے حیوانِ منوی (سپرم) کو حاصل کرتا ہے۔ یہ مادۂ منویہ اپنی حرکت کی وجہ سے قاذف نالی کے منہ تک بیضہ انثی کی تلاش میں پہنچ جاتا ہے اور عورت کے انڈے اور مرد کے اسپرم کا میل عموماً قاذف نالی کے باہری حصے پر ہو جاتا ہے اور دونوں ثقبہ بطنیہ کے ذریعے قاذف میں آتے ہیں اور پھر قاذف ان کو بحفاظت رحم میں پہنچا دیتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے۔ مرد میں جنسی ہیجان اور شہوت قوی اور مضبوط ہوتی ہے لیکن تھوڑی دیر رہتی ہے' جب کہ عورت میں یہ ہیجان اور شہوت طویل ہوتی ہے' لیکن میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے تاکہ دونوں کو اکٹھے ہی انزال ہو۔ اس سے دونوں سکون اور اطمینان حاصل کریں گے اور ان میں وہ محبت و رحمت بڑھے گی جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں رکھ دی ہے۔

میاں بیوی میں صحیح جنسی عمل آسان نہیں بلکہ یہ بڑا پیچیدہ عمل ہے۔ جس میں جسمانی حواس کا بہت عمل دخل ہوتا ہے اور جسمانی صحت اور قوت بھی شامل ہوتی ہے۔ اس لیے میاں بیوی کو اپنی صحت کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے اور ایک دوسرے کی نفسیات سمجھنی چاہئیں کہ ان میں شہوت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

مرد میں چونکہ جنسی تحریک بہت قوی اور مضبوط ہوتی ہے' جب کہ عورت میں اتنی شدت نہیں ہوتی۔ اسی لیے جنسی عمل کے بعد مرد پر تھکاوٹ اور نقاہت کے آثار دکھائی دیتے ہیں' جس وجہ سے جماع کے بعد مرد گہری نیند سو جاتا ہے' لیکن بعض اوقات مرد ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ کرنا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں' البتہ دوسری دفعہ جماع کرنے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے یا کم از کم مرد کو اپنا عضو تناسل دھو لینا چاہیے یا پیشاب کر لے' دوسری دفعہ جماع کا دورانیہ پہلے سے طویل ہوتا ہے اور اس میں خوب راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ عورت کو انکار نہیں کرنا چاہیے' بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ دوبارہ خوشی کے ساتھ اس جنسی عمل میں لطف اندوز ہونا چاہیے۔

بلکہ میاں بیوی دونوں میں سے جس کو بھی دوبارہ جماع کی خواہش ہو دوسرے کو اس

کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے اس کو سکون مہیا کرنا چاہیے۔ نہ ہی انکار کرنا چاہیے اور نہ ہی اپنے شریک حیات کو کوئی صدمہ پہنچانا چاہیے' کیونکہ اگر انکار کیا جائے گا یا دوسرے کو صدمہ پہنچایا جائے گا تو اس سے وہ ذہنی پریشانی کا شکار ہو جائے گا' جس کا برا اثر اس کے اعصاب پر پڑے گا اور کسی بیماری کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے میاں بیوی دونوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی نفسیات کو سمجھیں اور مفاہمت اور سمجھوتے کے ساتھ زندگی کی خوشیوں کو بانٹیں' یہی اسلام کا مطمع نظر ہے۔

چھٹی بحث: سرعتِ انزال اور اس کا علاج

سرعت انزال کا شمار جنسی عدمِ کفایت کی حالتوں میں ہوتا ہے کہ مرد اپنی خواہش کے پورا ہونے سے پہلے ہی فارغ ہو جاتا ہے' یعنی ابھی اس کا ارادہ نہیں ہوتا کہ انزال ہو جاتا ہے یا عورت کی حاجت پوری ہونے سے پہلے ہی مرد کو انزال ہو جاتا ہے۔

غیر طبعی سرعتِ انزال کی تین صورتیں ہیں:

(۱) جلدی انزال ہونا: اس صورت میں آلۂ تناسل شرمگاہ میں داخل ہوتے ہی انزال ہو جاتا ہے۔

(۲) ابتداء میں ہی انزال ہو جانا: اس صورت میں جب مرد کا آلۂ تناسل عورت کی شرمگاہ سے مَس ہوتا ہے تو اسی وقت انزال ہو جاتا ہے۔

(۳) بہت پہلے ہی انزال ہو جانا: اس صورت میں جنسی عمل کے خیال سے ہی مرد کو انزال ہو جاتا ہے یا محض چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کرنے سے ہی انزال ہو جاتا ہے۔

سرعتِ انزال کے اسباب کی دو قسمیں ہیں: (۱) نفسیاتی اسباب (۲) عضوی اسباب۔

(۱) نفسیاتی اسباب

پریشانی' ذہنی دباؤ' اعصابی اضطراب اور جنسی عمل میں ناکامی کا خوف وغیرہ ایسے نفسیاتی اسباب ہیں جو سرعتِ انزال کا باعث بنتے ہیں۔

(۲) عضوی اسباب

اس صورت میں مرد کے آلۂ تناسل کے سرے میں بہت زیادہ حساسیت ہوتی ہے' جس کی وجہ سے تھوڑا سا رگڑنے کی وجہ سے ہی انزال ہو جاتا ہے یا ان ٹھوس گلٹیوں کی وجہ سے جو

آلۂ تناسل کے اندر ہوتی ہیں یا کانوں اور جبڑوں کے درمیان والی غدودوں میں اضطراب یا خزانۂ منی میں درد یا سوزش کا ہونا' یا پیشاب کی نالی میں سوجن ہونا' اسی طرح آنتوں میں ورم کی وجہ سے بھی یہ ہوسکتا ہے۔

یہ مذکورہ بالا غیر طبعی اور جلدی انزال ہونے کی صورتیں اور ان کے نفسیاتی اور عضویاتی اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔

جہاں تک اس کے علاج کا تعلق ہے تو اس کے لیے کسی ماہر حکیم یا سپیشلسٹ ڈاکٹر سے رابطہ کرنا ضروری ہے۔ وہ ٹوٹکے اور نسخے جو دوست احباب تجویز کرتے ہیں ان سے پرہیز ہی کرنا چاہیے' کیونکہ صحیح تشخیص نہ ہونے کی صورت میں بعض اوقات یہ گھریلو ٹوٹکے نقصان دہ ثابت ہوسکتے ہیں۔

اب ہم اس ضمن میں وہ بحث پیش کرتے ہیں جو مجلّہ ''طبیبک'' میں شائع کی گئی:

بے شک انزال کا جلدی ہو جانا مردوں کے جنسی عوارض میں سے ایک عارضہ ہے۔ اس سے مرد ازدواجی زندگی کے حوالے سے مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ زیادہ تر سرعتِ انزال جنسی نظام کے بہت زیادہ حساس ہونے کی وجہ سے ہو جاتا ہے اور کبھی جسمانی شدتِ احساس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس صورت میں جب آلۂ تناسل شرمگاہ سے جوں ہی ملتا ہے تو پورے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انزال بہت جلدی ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات جذباتی شدت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے' اسی طرح اگر ذہنی دباؤ اور پریشانی ہو تو یہ صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ کبھی جنسی جذبات کو قابو نہ کرنے کی وجہ سے یوں ہو جاتا ہے۔

بے شک وہ بچے جو جوانی میں قدم رکھتے ہیں ان کو جوانی کے جوش کی وجہ سے جلدی انزال ہو جاتا ہے' لیکن اس عمر میں زیادہ جوش کو نہ برداشت کرنے کی وجہ سے جلدی انزال ہو جانا کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔ جب نوجوان دوسری یا تیسری مرتبہ جماع کرے گا تو وہ پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ پُر اعتماد ہوگا اور زیادہ دیر تک جماع کر سکے گا۔

لیکن نوجوانوں کے علاوہ جو مرد حضرات ہیں ان کو اس سلسلے میں لگاتار کوشش جاری رکھنی چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک انزال پر قابو پائیں۔ اس سلسلے میں ایسے مردوں کے لیے بعض ایسی مرہمیں اور طلاء ہیں جو ان کے عضو تناسل کی حساسیت کو معمول پر لاسکتی ہیں کہ مباشرت کرنے سے پہلے وہ کریم یا طلاء عضو تناسل پر لگائی جاتی ہے جس سے اس میں

حساسیت کم ہو جاتی ہے اور زیادہ دیر تک مباشرت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ایک یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر جیمس نے سرعتِ انزال کو دور کرنے کا ایک طریقہ دریافت کیا ہے' وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ وہ ہاتھ کے ساتھ شوہر کے عضو تناسل کو منتشر کرے' حتیٰ کہ جب انزال ہونے لگے تو وہ بیوی کو رکنے کا اشارہ کرے' تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر وہ بیوی سے کہے کہ وہ اپنا ہاتھ عضو تناسل پر پھیرے پھر جب انزال ہونے لگے تو بیوی کو روک دے' اس طرح کچھ عرصہ کرنے سے مرد میں اعتماد پیدا ہو سکتا ہے۔ اور وہ سرعتِ انزال پر کافی حد تک قابو پانے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق جتنی دیر چاہے' مباشرت کی لذت حاصل کر سکتا ہے۔

ساتویں بحث: میاں بیوی کے جنسی تعلق میں اضطراب

میاں بیوی دونوں یا کسی ایک میں جنسی کمزوری کو محققین مختلف نفسیاتی و عضویاتی اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مختلف بیماریاں بھی اعصابی کمزوری اور جنسیاتی غدودوں میں سکڑاؤ کا باعث بنتی ہیں' جس کی وجہ سے ذہنی اور اعصابی دباؤ بڑھ جاتا ہے تو جنسی کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ زیادہ ذہنی کام کرنے کی وجہ سے انسان کا اعصابی نظام تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ میاں بیوی میں زیادہ تر جنسی کمزوری بہت زیادہ فکر کرنے' اپنی طاقت اور مزاج سے بڑھ کر کام کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے' ذہنی دباؤ اعصابی نظام کو تھکا دیتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب غم اور پریشانی ذہن پر غالب ہوتی ہیں' اس کے ساتھ جسمانی صحت کی طرف عدمِ توجہ سے صحت دن بدن خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ تمام ایسے عوامل ہیں جن سے انسان کا اعصابی نظام اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے اور جنسی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

بے شک وہ آدمی جو غم و پریشانی کے بغیر اپنا کام کرتا ہے اور کسی معاملے میں بھی غم اور پریشانی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا' بلکہ ان تمام عوارض سے بے نیاز رہتا ہے' اس میں اعصابی کھچاؤ اور تھکاوٹ بہت کم ہوتی ہے۔ وہ خاوند جو جنسی کمزوری کا شکار ہے اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں یا تو عضویاتی سبب ہوگا' مثلاً اس کے خصیتین (فوطوں) میں کوئی مرض ہو گا یا مثانے کی غدودوں میں سوجن ہو گی یا کیسہ منی میں کوئی عارضہ ہے' لہٰذا ایسے شخص کو کسی

جنسیات کے ماہر ڈاکٹر یا حکیم سے رابطہ کرنا چاہیے کیونکہ اس صورت میں علاج کی سخت ضرورت ہے۔

اور اگر جنسی کمزوری کا کوئی نفسیاتی سبب ہے تو اس کو اپنی روزمرہ کی زندگی اور افکار پر نظر دوڑانی چاہیے کہ کن وجوہات کی بناء پر اس سے جنسی قوت کا اعتماد مفقود ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ کوئی عضویاتی عارضہ نہیں بلکہ اس کا غم' پریشانی' مایوسی یا ذہنی دباؤ ہے جس کی وجہ سے اس میں جنسی کمزوری کا ڈر اور خوف پیدا ہو گیا ہے یا وہ کسی مایوسی اور وہم کا شکار ہو گیا ہے اور ایسا شعور انسان کی جنسی قدرت پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔

بعض اوقات جماع کرنے پر قدرت نہ ہونے کی وجہ بیوی کی طرف عدم توجہ اور عدم اشتیاق ہوتا ہے یا بیوی کا اپنے شوہر کی طرف کم توجہ دینا اور اس کی طرف کم رجوع کرنا بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ پس دونوں کی طرف سے ایک دوسرے کی طرف کم توجہ دینے اور کم رغبت کرنے کی وجہ سے بھی جنسی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

اس صورت کو زائل کرنے کیلیے میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی طرف رغبت کرنی چاہیے' آپس میں پیار و محبت کے جذبات کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ایک احساسی اور نفسیاتی وجہ اور بھی ہے جو جنسی عمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر شوہر کا عضو تناسل چھوٹا ہو تو وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے جماع کی قدرت پر اثر پڑتا ہے۔

حالانکہ یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ جس سے مایوس ہونا چاہیے' اگر عضو تناسل منتشر ہوتا ہے اور اس میں سختی پیدا ہوتی ہے تو اس سے جماع کرنے پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے' یہ کوئی فکر والی بات نہیں ہے۔

بعض اوقات عضو تناسل کے چھوٹا ہونے کو حمل نہ ٹھہرنے کی وجہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں۔ عضو تناسل کا چھوٹا ہونا' حمل ٹھہرنے کے مانع نہیں ہے۔ عضو تناسل چھوٹا ہو یا لمبا اگر اس میں انتشار اور سختی پیدا ہوتی ہے' جس سے عضو تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو سکتا ہے اور شرمگاہ میں رگڑا جا سکتا ہے تو اس میں مایوسی والی کوئی بات نہیں۔ نہ ہی اس کو جنسی کمزوری سمجھنا چاہیے اور نہ ہی حمل نہ ٹھہرنے کی وجہ سمجھنا چاہیے۔

یہاں پر ضروری ہے کہ ان اسباب کو بھی بیان کیا جائے جو حمل نہ ٹھہرنے کی وجہ اور بانجھ پن کا سبب بنتے ہیں۔

مرد میں بانجھ پن چار وجوہ کی بناء پر ہوتا ہے:

(۱) منی کے گزرنے والی نالیوں میں سوزش پیدا ہونا اوران کا بند ہو جانا' طبعی طور پر عورت کے رحم میں منی پہنچانے کو روکتا ہے' جس سے حمل نہیں ٹھہرتا۔

(۲) نطفے کا نہ ہونا یا جراثیم کا کمزور ہونا۔

(۳) خصیتین کی نشوونما میں نقص یا ان میں کسی مرض کا ہونا۔

(۴) مثانے کی غدودوں کی بیماری یا کیسہ منی میں کوئی عارضہ۔

بعض اوقات مرد کے بانجھ پن کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی جبڑے کی جڑ میں کان کی لَو کے قریب پائی جانے والی غدودوں کا سوجنا ہوتا ہے۔ جس طرح عام طور پر یہ لڑکوں کو یا مردوں کو ہو جاتا ہے۔ کان کے قریب غدودوں کے سوجنے کی وجہ سے خصیتین بھی سوج جاتے ہیں اور پھول جاتے ہیں' یہ بیماری بڑی عمر کے مردوں میں بانجھ پن پیدا کر سکتی ہے' کیونکہ یہ جو جبڑے اور کان کے قریب غدودیں ہوتی ہیں ان کا تعلق جنسی اعضائے تناسل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس بیماری کا بھی علاج ممکن ہے۔

میاں بیوی میں جنسی سستی اور بے حسی

جنسی گرم جوشی نہ ہونا اور جنسی برودت و بے حسی جو عورت میں ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ شوہر مباشرت سے پہلے صحیح طریقے سے عورت کو جوش نہیں دلاتا بلکہ عورت کی طرف سے شہوت کے آثار پیدا ہونے سے پہلے ہی عورت سے جماع کر لیتا ہے' جس سے عورت کو تکلیف ہوتی ہے اور عورت جماع کی طرف رغبت نہیں کرتی کیونکہ جب عورت میں صحیح طرح گرم جوشی اور شہوت پیدا نہ ہو اس وقت تک اس کو صحیح لذت اور ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اس صورت حال میں عورت سے جماع کرنے میں اس کو درد اور تکلیف ہوتی ہے' جس کی وجہ سے اس کی جنسی خواہش سستی اور برودت کا شکار ہو جاتی ہے' لہٰذا اس طرف پوری توجہ دینی چاہیے اور ماہرِ امراضِ نسواں سے چیک اپ بھی کروانا چاہیے۔

جنسی عمل میں سستی اور برودت کبھی مرد کی عدم توجہ کی وجہ سے ہوتی ہے' مثلاً اگر مرد یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بن سنور کر خوشبو لگا کر اس کے سامنے آئے جس سے رغبت پیدا ہو لیکن بیوی میک اپ نہیں کرتی اور گندے کپڑوں میں رہتی ہے تو اس طرح بھی مرد کی جماع کی رغبت کم ہو جاتی ہے اور جنسی عمل سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اکثر محققین کہتے ہیں کہ خاوند کا بیوی کی طرف توجہ نہ دینا یا خاوند کے عضو تناسل کا مباشرت کے وقت منتشر نہ ہونا' بعض اوقات کسی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی کوئی نفسیاتی وجہ ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر مرد اس بات کا عادی ہو کہ جب اس کی بیوی میک اپ کر کے اس کے سامنے آتی ہے تو اس میں جماع کی خواہش پیدا ہوتی ہے' کیونکہ حواسِ خمسہ کے ذریعے جنسی نظام متحرک ہوتا ہے اور اپنی بیوی کو جب وہ میک اپ کی صورت میں دیکھتا ہے تو اس کے عضو تناسل میں انتشار پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو چاہیے کہ وہ بن سنور کر میک اپ کر کے خوشبو لگا کر خاوند کے قریب آئے تا کہ جنسی خواہش تیز تر ہو۔

المختصر یہ کہ عورت کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے خاوند کی پسند و ناپسند کیا ہے؟ اور کس حالت میں وہ اپنی بیوی کی طرف رغبت کرتا ہے۔

جماع پر عدم قدرت کی بیماری

جماع پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے عضو تناسل میں قدرتی یا اکتسابی عیب ہو سکتا ہے یا عضو عناسل میں انتشار اور سختی کا نہ ہونا یا عورت کی شرمگاہ میں ڈالتے ہی انزال ہونے کی وجہ سے عضو تناسل کا ڈھلک جانا یا بالکل تھوڑی دیر کے بعد انتشار کا ختم ہو جانا' یا اندرونی اعضائے تناسل میں کوئی خرابی پیدا ہو جانا' یا عضو تناسل کا بہت پتلا اور سکڑا ہوا ہونا یا خصتین (فوطوں) کا سکڑنا اور بالکل معدوم ہونا۔ یہ ایسی صورتیں ہیں جو اندرونی طور پر جنسی خواہش کا جوش ٹھنڈا کر دیتی ہیں اور پھر عضو تناسل نہ ہی منتشر ہوتا ہے' نہ ہی اس میں سختی پیدا ہوتی' جو جماع نہ کر سکنے کی وجہ بنتا ہے۔

بعض اوقات جماع کی خواہش کا پیدا نہ ہونا اور عضو تناسل کا منتشر نہ ہونا دوسری بیماریوں کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً اعصابی امراض کی وجہ سے' گردوں کے امراض کے سبب' شوگر کی وجہ سے اور دوسرے موذی امراض کی وجہ سے' شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کے زیادہ استعمال سے' بہت زیادہ جماع کرنے کی وجہ سے' بہت زیادہ فکر کرنے کی وجہ سے' نفسیاتی صدموں کی وجہ سے اور اس کے علاوہ ذہنی دباؤ اور ڈپریشن کی وجہ سے جماع کی قدرت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ زیادہ تر اس کے اسباب نفسیاتی ہوتے ہیں' بچپن اور لڑکپن کی عمر میں اگر زیادہ نفسیاتی دباؤ پڑا ہو تو اس صورت میں بھی یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاج کے لیے ماہر امراض جنسیات و نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے۔

عورتوں میں جو جماع کی خواہش ختم ہو جاتی ہے اس کے بھی کئی اسباب ہیں: مثلاً عورت کے بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس سے نسوانی جاذبیت ختم ہو جانا' زیادہ عمر کی وجہ سے عورت کا حیض آنا بند ہو جانا' نسوانی ہارمونز ختم ہو جانا' سن ایاس کو پہنچ جانا' عورت کی شرمگاہ میں سکڑاؤ پیدا ہونا اور خشک ہو جانا' یہ ایسے اسباب ہیں جن سے عورت میں جماع کی قدرت ختم ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے وہ خاوند کی طرف رغبت نہیں کرتی۔

ایسے حالات میں میاں بیوی کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے پیچھے جماع کی قدرت نہ ہونے کی وجہ ہوتی ہے۔ بالخصوص یہ اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی دونوں کی عمریں برابر ہوں یا بیوی کی عمر شوہر سے زیادہ ہو۔ بعض امراض جن سے مرد میں جنسی کمزوری لاحق ہوتی ہے اور وہ جنسی ہارمونز کو تباہ کر دیتے ہیں' اسی طرح بعض امراض کے علاج کے لیے دی جانے والی ادویات بھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ مثلاً

(ا) شوگر کی بیماری

یہ بیماری خصیتین کے ہارمونز پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح اعضائے تناسل کی شریانوں میں سختی اور تنگی پیدا کر دیتی ہے' جس کی وجہ سے خون کی سختی جنسی عمل میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح شوگر اعصابی نظام پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جس سے اندرونی جنسی اعضاء پر برا اثر پڑتا ہے اور جماع کی قدرت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

(ب) رگوں میں دباؤ اور سختی کا ہونا

رگوں میں شدت اور سختی کی وجہ سے کھچاؤ پیدا ہوتا ہے جس سے جنسی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے لیے جو ادویات دی جاتی ہیں وہ بھی مردانہ ہارمونز کو تباہ کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے نامردی اور جنسی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

(ج) جوڑوں کے دردوں کی ادویات

جوڑوں کے دردوں سے آرام کے لیے دی جانے والی ادویات بھی جنسی سستی اور کاہلی پیدا کر دیتی ہیں' مثلاً پین کلر وغیرہ۔ اسی طرح اعصابی دردوں سے سکون حاصل کرنے والی ادویات جنسی قوت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔

(د) ٹی۔ بی کی بیماری دمہ کی بیماری اور دل کے عضلات کی بیماری وغیرہ۔

(ہ) خصیتین (فوطوں) کی بیماریاں

بعض بیماریاں جو خصیتین کو لاحق ہوتی ہیں' مثلاً خصیتین کا ورم' ان کا پھول جانا' خصیتین کا فالج' منی کی نالیوں میں بندش اور خصیتین میں گلٹیاں پیدا ہو جانا' ایسے عوارض ہیں جن سے خصیتین کا اندرونی نظام ناکارہ ہو جاتا ہے اور یہ مردانہ ہارمونز کو ختم کر دیتے ہیں۔

سگریٹ نوشی اور جنسی اعضاء پر اس کے خطرناک اثرات

سگریٹ نوشی کرنے والے مرد کے عضو تناسل کی رگیں سخت ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے جنسی کمزوری لاحق ہوتی ہے' کیونکہ سگریٹ نوشی سے آکسیجن کی کمی واقع ہوتی ہے اور ان غدودوں اور رگوں تک جب آکسیجن صحیح تناسب میں نہیں پہنچتی تو جنسی کمزوری واقع ہوتی ہے۔

موجودہ دور کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ سگریٹ نوشی سے رگیں سخت ہو جاتی ہیں۔ دل کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور شریانوں میں دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ یہ چیزیں سگریٹ نوشی کی زیادتی سے بڑھتی رہتی ہیں۔

اگر ماں سگریٹ نوشی کرنے والی ہو تو حمل پر بُرے اثرات پڑتے ہیں کہ سگریٹ نوشی سے جسم میں آکسیجن کا تناسب کم ہو جاتا ہے' جس کے نتیجے میں بچے کو آکسیجن کی مقدار کم ملتی ہے۔ بچے کی شریانیں سختی کا شکار ہو جاتی ہیں' جس کی وجہ سے بچے کی نشوونما پر بُرا اثر پڑتا ہے اور اس کے دماغ پر بھی خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں' ایسا بچہ جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور ہوتا ہے' اس لیے میاں بیوی دونوں کو سگریٹ نوشی سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے اور اگر نہ چھوڑ سکیں تو دن میں زیادہ سے زیادہ تین سگریٹ پی لیں۔

آٹھویں بحث: عورت کی جنسی خواہش کا ٹھنڈا پڑ جانا اور اس کا علاج

جنسی خواہش کا سُست اور ٹھنڈا پڑ جانا ایسی حالت ہے جس میں عورت جنسی حساسیت کھو بیٹھتی ہے اور جماع کے دوران طبعی خواہش سے عاجز ہوتی ہے۔ اس کی یہ حالت مرد کی اس حالت کی طرح ہو جاتی ہے کہ جس میں مرد کے عضو تناسل میں خون نہ پہنچنے کی وجہ سے

انتشار نہیں پیدا ہوتا' اسی طرح عورت کا بظر (عورت کی شرمگاہ کے درمیان ابھری ہوئی جگہ) بے حس ہو جاتا ہے۔

اس کی غدودوں میں جوش نہیں پیدا ہوتا' اس کی شرمگاہ خشک ہو جاتی ہے۔ایسی صورت حال میں وہ مرد کے ساتھ جنسی عمل میں شریک تو ہو جاتی ہے لیکن لذت کے حصول اور شہوت پوری کیے بغیر وہ زندہ لاش کی طرح ہی رہتی ہے۔

جنسی خواہش کے سُست اور ٹھنڈا پڑنے کے اسباب کے متعلق علماء نے مختلف آراء پیش کی ہیں' یا تو اس کا کوئی اندرونی سبب ہو سکتا ہے یا بعض عورتیں جماع کو غلطی سمجھ رہی ہوتی ہیں اور مرد کے ساتھ لذت کے حصول میں شریک نہیں ہوتیں یا بعض عورتوں میں حمل ٹھہرنے کا خوف ہوتا ہے۔کبھی جنسی عمل کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے بھی یوں ہوتا ہے۔

بہرحال اس کا سبب کوئی بھی ہو اس کے سدِ باب اور علاج کے متعلق بھی بتایا گیا ہے۔ یہ خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس بارے میں معلومات دے' اس کو اعضاء تناسل کے عمل کے بارے میں بتائے اور حساس اعضاء کے بارے میں بتائے کہ ان میں حساسیت پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔جذبات کو کیسے بھڑکایا جاتا ہے۔کیونکہ عام طور پر تو کوئی بھی ایسی عورت نہیں ہوتی جس میں بالکل حساسیت ختم ہو چکی ہو' بلکہ اس کو زیادہ کرنے کا طریقہ پتہ نہیں ہوتا یا عادت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے عورت کی جنسی خواہش ٹھنڈی پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔

سید مرتضٰی الحسینی الزبیدی نے عورت کی جنسی خواہش کے ٹھنڈا پڑنے کا علاج اپنی کتاب ''اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین'' میں بیان کیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

جب خاوند کو جلدی انزال ہو جاتا ہو اور بیوی اس معاملے میں سُست ہو تو خاوند کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ جماع سے پہلے کافی دیر تک چھیڑ چھاڑ اور خوش طبعی کرتا رہے اور کثرت کے ساتھ اسے اپنے سینے سے لگائے' اس کے ہونٹوں کو چوسے' اس کے پستانوں کو مَسلے' اس کی سُرین کو ٹٹولے' اس کی پشت کو اوپر اٹھائے' پس جب اس کی حالت متغیر ہونا شروع ہو جائے' یعنی شہوت آنی شروع ہو جائے تو اپنے عضو تناسل کے سرے کو اس کے بظر (شرمگاہ میں ابھرے ہوئے مقام) پر آہستہ آہستہ رگڑے' عضو تناسل کو اندر داخل کیے بغیر تھوڑی دیر ایسے ہی کرتا رہے۔پھر جب عورت کے جسم میں کپکپی پیدا ہو' اس کا رنگ بدلنے

لگے اس کا چہرہ سکڑنے لگے تو اب آہستہ آہستہ عضو تناسل اندر داخل کرے حتیٰ کہ آخر تک پہنچ جائے' پھر اس کو نکالے بغیر اندر دبا کر حرکت کرے اس حالت میں کتنی بھی کوئی سست اور ٹھنڈی عورت ہو اس کو بھی انزال ہو جاتا ہے۔ سید مرتضیٰ الحسینی نے جو تحریر کیا ہے۔ جدید سائنس بھی اسے مانتی ہے' اور یہ کامیاب طریقہ ہے۔

بظر عورت کی شرمگاہ میں دانے کی مانند تھوڑی سی اُبھری ہوئی جگہ ہوتی ہے۔ مرد کے عضو تناسل کی طرح یہ بھی بہت حساس ہوتا ہے' شہوت کے وقت اس میں بھی ہیجان اور سختی پیدا ہوتی ہے' کیونکہ اس کے نیچے چھوٹی چھوٹی باریک رگوں کا ایک جال ہوتا ہے شہوت کے وقت اس میں خون جمع ہو جاتا ہے جس وجہ سے یہ پھول جاتا ہے اور اس میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔

عورت میں شہوت پیدا کرنے اور گرم جوشی پیدا کرنے کا بنیادی نقطہ یہ بظر ہے۔ عورت کی جنسی زندگی میں بظر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے ہر خاوند کو چاہیے کہ وہ اس بارے معلومات حاصل کرے اور جماع سے پہلے اس سے چھیڑ چھاڑ کر کے اور اس سے کھیل کر عورت کی جنسی خواہش کو عروج پر لائے' عضو تناسل کو شرمگاہ میں داخل کرنے سے پہلے بظر کی اہمیت کو مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ عورت بھی صحیح طریقے سے لذت حاصل کر سکے اور اپنی شہوت پوری کر سکے۔

بظر میں ہیجان پیدا کرنے کے لیے نرمی سے ہاتھ لگانا چاہیے' کیونکہ یہ بہت حساس عضو ہے۔ اکثر عورتیں جماع سے قبل بظر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اس لیے جماع سے پہلے اس کا اہتمام کر لینا چاہیے تاکہ عورت کو پوری پوری لذت حاصل ہو سکے۔

کبھی یوں ہوتا ہے کہ مرد جلدی فارغ ہو جاتا ہے اور عورت اسی طرح ہیجان اور شہوت کی حالت میں ہی ہوتی ہے اور مرد اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے عورت کے اعصاب پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اگرچہ پہلے فارغ ہو جائے لیکن پھر بھی بیوی سے علیحدہ نہ ہو بلکہ اس کو اپنے ساتھ لگائے رکھے تاکہ اس کی تسکین بھی ہو جائے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے' پھر جب بیوی کی حاجت پوری ہونے سے پہلے وہ اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی نہ کرے' حتیٰ کہ عورت کی حاجت بھی پوری ہو جائے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث:۱۶۱۶' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۵)

بیوی کی جنسی خواہش کے ٹھنڈا پڑنے کی صورت میں ساری ذمہ داری خاوند پر ہی عائد نہیں ہوتی بلکہ بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ خود بھی اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے کوشش کرے۔

بہر حال میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایک دوسرے کو پوری پوری لذت اور تسکین مہیا کریں' تا کہ ان کی ازدواجی زندگی ہر طرح سے کامیاب رہے۔ اس بارے میں نہ عورت کو کچھ چھپانا چاہیے اور نہ مرد کو بلکہ ایک دوسرے کے جسم اور اعضاء میں پوری طرح شہوت پیدا کرنی چاہیے تا کہ جماع کے دوران دونوں کی حاجت صحیح طریقے سے پوری ہو۔

بعض اوقات پہلی ہی دفعہ مختلف تجربے کامیاب نہیں ہوتے۔ بلکہ ان طریقوں کو مسلسل کرتے رہنا چاہیے' بالآخر عورت کی جنسی خواہش کا ٹھنڈا پن اور سستی دور ہو جائے گی اور وہ خاوند کے ساتھ ہر سعادت اور خوشی میں شریک رہے گی۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ. حالانکہ مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں)

(النساء:۲۱) ایک دوسرے سے۔

نویں بحث: عورت کی زندگی پر حیض کے اثرات

حیض کے دوران عورت پر مختلف قسم کے جسمانی ونفسیاتی تغیرات لاحق ہوتے ہیں' جن کا اس کے روزہ مرہ کے کاموں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات حیض کے دنوں میں عام دنوں کی نسبت زیادہ کام خراب ہو جاتے ہیں۔ خاوند کو چاہیے کہ حیض کے دوران وہ بیوی کو اپنے حال پر چھوڑ دے اور عام دنوں کی نسبت اس دوران اس سے زیادہ نرمی کا سلوک کرے تا کہ اس کے حیض کے دن سکون وسلامتی سے گزر جائیں۔

حیض کے دوران عورت پر پائے جانے والے اثرات کے بارے میں علماء نے تصریح فرمائی ہے:

(۱) عورت کے جسم میں حرارت کو جذب کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے' کیونکہ اس سے حرات زیادہ مقدار میں خارج ہوتی ہے' جس کی وجہ سے جسم میں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

(۲) اس کی نبض آہستہ چلتی ہے اور خون کا دباؤ اور خلیے کم ہو جاتے ہیں۔

(۳) کانوں اور جبڑوں کے درمیان پائی جانے والی غدودیں، حلق کی غدودیں، مارتھولینی اور لمفاوی غدودیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

(۴) جسم کے اجزائے ترکیبی میں ردوبدل کمزور پڑ جاتا ہے۔

(۵) جسم سے فاسفیٹ اور کلورائڈ کا اخراج کم ہو جاتا ہے۔

اس وجہ سے عورتیں جسم میں نقاہت و کمزوری محسوس کرتی ہیں اور اکثر عورتیں نظامِ ہضم کی خرابی اور سانس کی دِقت محسوس کرتی ہیں۔

بعض عورتوں میں اس کے علاوہ دیگر تکالیف بھی پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً پیٹ میں درد، آنکھوں کے اوپر بوجھ، اسہال، قئی کا آنا، سر چکرانا، ذہنی دباؤ اور مدہوشی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کے رحم میں شدید درد ہوتا ہے، جو مختلف بیماریوں کی وجہ بن سکتا ہے۔

دینِ حکیم اسلام نے عورت کی ان تمام تکالیف کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے، اسی وجہ سے حیض کے دوران طلاق دینے سے خاوند کو منع کیا ہے، کیونکہ حیض کی وجہ سے عورت کے چڑچڑے پن کی وجہ سے یہ طلاق کا فیصلہ وقتی ہوتا ہے، اس لیے اس کو ناپسند کیا گیا ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حیض کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابن عمر! اللہ نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا، تو نے سنت کے خلاف کیا ہے، سنت یہ ہے کہ تو (حیض کے ختم ہونے کے بعد) پاکیزگی کی حالت کو پالیتا (اور پھر طلاق دیتا)۔

(۶) نظامِ ہضم میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ چربی اور اجزاء ھیولی کا تناسب جسم میں کم ہو جاتا ہے۔

(۷) سانس لینے کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے، جس کی وجہ سے بات کرنے میں بھی دقت محسوس ہوتی ہے۔

(۸) جِس کمزور ہو جاتی ہے اور اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

(۹) فہم و فراست اور ذہانت میں خلل پڑ جاتا ہے اور سوچنے سمجھنے کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔

ان تغیرات اور اثرات کی وجہ سے عورت کی حالت بیماروں جیسی ہو جاتی ہے اور اس

حالت میں صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ سو (۱۰۰) میں سے تقریباً تیئیس (۲۳) عورتیں حیض کے ان مصائب و آلام اور تکالیف سے کچھ محفوظ رہتی ہیں۔ سائنس دانوں نے ایک ہزار تیس (۱۰۳۰) حائضہ عورتوں پر اس حوالے سے تحقیق کی تو ان میں سے تقریباً ۴۷ فیصد خواتین نے حیض کے دوران درد و الم اور دوسری تکالیف کا ذکر کیا۔

عام طور پر حیض والی عورتوں کو درج ذیل عوارض لاحق ہوتے ہیں: سر درد، تھکاوٹ، اعصاب میں کمزوری اور خلجان، مزاج میں چڑچڑاپن، مثانہ میں تکلیف، ہضم کی خرابی، کبھی کبھی قبض کی شکایت، بعض حالات میں بے ہوشی، اس کے علاوہ کچھ عورتیں سینے میں ہلکے درد کی بھی شکایت کرتی ہیں۔ یہ تمام وہ اثرات و تغیرات ہیں جو حیض کے دوران عورتوں میں پائے جاتے ہیں۔

دسویں بحث: حیض کے دوران جماع کا حرام ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی حیض کے دوران عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ہی گھروں میں پاس رکھتے تھے۔ پس صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (البقرہ:۲۲۲)

اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے متعلق، فرمائیے: وہ تکلیف دہ ہے، پس الگ رہا کرو عورتوں سے حیض کی حالت میں اور نہ نزدیک جایا کرو ان کے، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو○

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ ہر کام کرو سوائے جماع کے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۳۰۲،۳)

قرآن وسنت کی ان تصریحات کی روشنی میں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت سے جماع کرنا حرام ہے اور اس کو حلال سمجھ کر کرنے والا کافر ہے اور اگر کوئی شخص حیض کے دوران جماع کو حلال نہیں سمجھتا لیکن اس نے بھولے سے یا جہالت کی بناء پر حیض کے دوران جماع کر لیا تو اس پر نہ کوئی کفارہ ہے اور نہ ہی وہ گنہگار ہے' لیکن اگر یہ جانتے ہوئے کہ حیض کے دوران جماع کرنا حرام ہے' جان بوجھ کر جماع کیا ہے تو وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ ایسے شخص پر توبہ کرنی واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ بھی ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیض والی عورت کے ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے والے جسم سے لذت حاصل کرنا' اپنے جسم کو مَس کرنا اور مباشرت کرنا جائز ہے۔ لیکن ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر شرمگاہوں کے علاوہ دوسرے جسم سے لذت حاصل کرنے اور مباشرت کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

اکثر اس کو بھی حرام کہتے ہیں' اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ حضرت حزام بن حکیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میری بیوی جب حائضہ ہو تو میرے لیے کیا حلال ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ازار بند سے اوپر تیرے لیے حلال ہے۔

یہ حدیث اس عام حکم کو خاص کر دیتی ہے جو مندرجہ ذیل حدیث میں آیا ہے کہ اپنی بیویوں سے ہر کام کرو سوائے جماع کے۔ لہٰذا جس شخص نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا اس پر توبہ استغفار کرنی لازم ہے اور بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

یہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ایک آدمی جس نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے چاہیے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حیض کے دوران اپنی بیوی سے جماع کر لیا وہ ایک دینار صدقہ کرے اور جس نے خون ختم ہونے کے بعد عورت کے غسل کرنے سے پہلے جماع کر لیا وہ نصف دینار صدقہ کرے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۳۲۵)

طبی حکمتیں

نفسیاتی وجسمانی وجوہات کی بناء پر عورت اور مرد کو حیض کے دوران جماع سے روکا گیا ہے۔ بالخصوص عورت اس دوران زیادہ اضطراب کا شکار ہوتی ہے۔

حیض کے اثرات عورت پر

(۱) حیض کے دوران عورت کے خارجی اور داخلی جنسی اعضاء میں بہت زیادہ حساسیت پیدا ہو جاتی ہے اور سوزش و زخم پیدا ہو جاتا ہے۔ بالخصوص اگر اس دوران مرد عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرے تو عورت کو بہت زیادہ تکلیف اور ذہنی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۲) حیض کے دوران جب عورت کی شرمگاہ سے گندا خون نکلتا ہے تو اس میں بہت زیادہ جراثیم پائے جاتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ میں موجود رہتے ہیں۔ جماع کی صورت میں اگر باہر سے بھی جراثیم جائیں تو حالت زیادہ خراب ہو سکتی ہے۔

جب کہ دورانِ حیض بیماریوں کے خلاف عورت کی قوت مدافعت آدھی رہ جاتی ہے تو جماع کرنے سے کوئی نئی بیماری پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے' مثلاً دورانِ حیض عورتوں کی شرمگاہ کے اندر زخم اور سوزش ہوتی ہے۔ اگر جماع کیا جائے گا تو اس زخم اور سوزش میں مزید اضافہ ہوگا' جو جلدی ٹھیک نہیں ہوگا۔

(۳) شہوت کے وقت جب جذبات تیز ہوتے ہیں تو خون کا دباؤ اعضاء جنسی کی طرف بڑھ جاتا ہے تو حیض کے دوران عورت سے مباشرت کی صورت میں جب خون کا دباؤ اعضاءِ تناسل کی طرف بڑھے گا تو جسم میں خون کا بہاؤ بھی زیادہ ہو جائے گا اور درد و تکلیف میں بھی اضافہ ہو جائے گا اور بعض اوقات حیض کے دوران چھیڑ چھاڑ اور مداعبت کی صورت میں بھی عورت کی تکلیف میں اضافہ ہو سکتا ہے' لہٰذا مرد کو چاہیے کہ ایسی صورت میں وہ عورت سے چھیڑ چھاڑ اور خوش طبعی بھی نہ کرے تاکہ عورت کی تکلیف میں اضافہ نہ ہو۔

(۴) مباشرت کے دوران عورت کے رحم میں پہلے سکڑاؤ پیدا ہوتا ہے' پھر آہستہ آہستہ وہ ڈھیلا ہوتا ہے اور مرد کی منی کے جراثیم کو اپنی طرف کھینچتا ہے' دورانِ حیض اگر مباشرت کی جائے تو اس سے عورت کے رحم کے اندر سوزش پیدا ہونے کا خدشہ ہے کیونکہ حیض

کے دوران عورت کے اعضاء تناسل سوزش کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

(۵) حیض کے دوران' درد' تکلیف اور سوزش کی وجہ سے عورت آدھی بیمار ہوتی ہے۔ یہ تکالیف عورت کو نفسیاتی طور پر جماع کے لیے غیر مستعد کر دیتی ہیں' اس لیے اگر اس دوران جماع کیا جائے گا تو عورت کی صحت مزید خراب ہوگی' اس وجہ سے وہ پہلے سے زیادہ ذہنی تنگی اور جسمانی تکلیف محسوس کرے گی۔

(۶) اگر حیض کے دوران عورت کو جنسی خواہش ہو بھی تو اسے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دورانِ حیض جماع کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہے' جب کہ زیادہ تر مرد اس دوران عورت کے جسم میں بدبو کی وجہ سے نفرت کرتے ہیں اور عورت سے دور رہتے ہیں' بہت کم ایسے لوگ ہیں جو حیض کے دوران بھی عورت سے جماع کی رغبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حیض سے پیدا ہونے والی بدبو صرف اور صرف جنسی اعضاء تک محدود نہیں رہتی' بلکہ عورت کے پورے جسم میں سرایت کر جاتی ہے' لہٰذا عورت کو چاہیے کہ اس حالت میں مرد کے قریب نہ جائے' تاکہ اس کو عورت سے نفرت پیدا نہ ہو جائے' جو حیض کے بعد نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

عورت کے حیض کا اثر شوہر پر

(۱) بے شک حیض کے دوران عورت کے جسم سے جو بدبو آتی ہے' اس سے شوہر کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے' جس سے اس کی جنسی خواہش ماند پڑ جاتی ہے۔

(۲) حیض کے دوران جماع کرنے کی وجہ سے عورت کے گندے خون کے جراثیم مرد کی پیشاب کی نالی میں چلے جاتے ہیں جس سے پیشاب کی نالی میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ سوزش آگے تک بڑھ جاتی ہے' جو سخت نقصان دہ ہوتی ہے۔

(۳) حیض کے دوران جماع کرنا مرد کی طرف سے اپنے نطفے کا اسراف اور ضیاع ہے۔ کیونکہ پتہ ہے کہ اس دوران حمل نہیں ٹھہرتا' حالانکہ جماع کی سب سے بلند اور عظیم وجہ اولاد کا حصول ہے۔ اسی طرح اگر حیض کے دوران جماع کر لیا تو بعد میں وہ لذت اور رغبت حاصل نہیں ہوگی۔ حیض کے دوران جماع کرنے سے مرد اور عورت کو جو نقصان پہنچتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح کیا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ — اور پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے

متعلق' تو فرمایئے: وہ تکلیف دہ ہے پس الگ رہا کرو عورتوں سے حیض کی حالت میں اور نہ نزدیک جایا کرو ان کے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔

هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (البقرہ:۲۲۲)

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو بہت لطیف پیرائے میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس افراط وتفریط کے درمیان میانہ روی کا راستہ بتلاتی ہے جو مدینہ میں ہو رہا تھا کہ یہودی تو حیض کے دوران عورتوں سے بالکل اجتناب کرتے' نہ ہی انہیں پاس بٹھاتے اور نہ ہی انہیں ساتھ کھلاتے پلاتے' بلکہ عورتوں کو بالکل اپنے سے علیحدہ اور جدا کر دیتے' جب کہ عیسائی حیض کے دوران عورتوں سے جماع کیا کرتے تھے' حالانکہ فطری طور پر اس دوران عورت میں جماع کی رغبت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل فرمائی اس میں مردوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ (البقرہ:۲۲۲) پس الگ رہا کرو عورتوں سے حیض کے دوران۔

حیض کے دوران جن طبی وجوہات کی بناء پر عورت سے دور رہنے کا کہا گیا ہے' نفاس میں بھی وہی حکم ہے کہ عورت سے جماع نہیں کرنا چاہیے۔

حیض و نفاس کے بعد عورت کب حلال ہوتی ہے؟

جب عورت کا حیض ختم ہو جائے تو اس وقت تک جماع کرنا حلال نہیں جب تک کہ عورت پاک نہ ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ حیض کے ختم ہونے کے بعد عورت غسل کر لے اور اگر غسل کرنا ممکن نہیں تو تیمم کر لے تو پھر جماع کرنا جائز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (البقرہ:۲۲۲) پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے۔

یہ قول امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور امام زفر کا ہے' جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر فقہائے حنفیہ اس کی وضاحت کچھ یوں کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کا حیض اکثر مدت یعنی دس دن کے بعد ختم ہوا ہے تو اس صورت میں عورت کے غسل کیے بغیر

بھی اس سے جماع کرنا جائز ہے لیکن جب دس دن سے کم مدت میں حیض ختم ہوا ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ عورت غسل کرے یا جس نماز کے وقت میں خون ختم ہوا ہے اس نماز کا وقت گزر جائے جوں ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہوگا عورت حلال ہو جائے گی۔ یہ اس صورت میں ہے جب حیض کا خون نماز کے اوّل وقت میں یا درمیان میں ختم ہوا ہو اور اگر حیض کا خون نماز کے اخیر وقت میں منقطع ہوا اور اس کے بعد اتنا وقت باقی تھا کہ جتنی دیر میں عورت غسل کر کے نماز شروع کر سکتی تھی تو بھی اس نماز کے وقت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی عورت سے جماع جائز ہو جائے گا۔

اگر حیض کے خون کے منقطع ہونے کے بعد اتنا وقت نہیں تھا کہ عورت غسل کر کے نماز شروع کر سکے تو پھر دوسری نماز کے وقت کے ختم ہونے کا انتظار کرے یا غسل کر لے تو پھر عورت حلال ہوگی۔ فقہائے احناف اس ساری وضاحت کی دلیل قرآن پاک کے ان الفاظ سے پکڑتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حتی یطھرن. یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔

احناف اس لفظ کو دو قراٴتوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ صرف طا پر شد کے ساتھ اور طا پر جزم کے ساتھ۔ اگر لفظ ''یطھرن'' کی طا کو ساکن پڑھیں تو معنیٰ ہوگا: حتیٰ کہ اس کا حیض ختم ہو جائے تو یہ زیادہ سے زیادہ مدت یعنی دس دن کی مقدار پر محمول ہوگا اور اگر لفظ ''یطھرن'' کی طا کو شد کے ساتھ پڑھیں تو معنیٰ ہوگا: حتیٰ کہ وہ غسل کر لیں۔ اس طرح اس کو دس سے کم دن کی مدت حیض پر محمول کیا جاتا ہے تو پیچھے جو وضاحت گزر چکی ہے وہ ان دونوں قراٴتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

اس لیے اگر حیض اپنی اکثر مدت یعنی دس دن مکمل کر کے ختم ہوا تو بغیر غسل کے جماع کرنا جائز ہے اور اگر حیض دس دنوں سے کم مدت میں ختم ہوا تو اس صورت میں عورت کا غسل کرنا لازمی ہے یا ایک نماز کا وقت گزر جائے یعنی ایک نماز اس کے ذمے پڑھنی واجب ہو جائے تو اس صورت میں وہ عورت حلال ہو جائے گی اور جماع کرنا جائز ہوگا۔

گیارہویں بحث: جنسی بے راہ روی اور فحاشی کے نقصانات

شہوت پوری کرنے کے لیے بہت زیادہ جنسی خواہشات کی رغبت کرنا، فرد اور معاشرہ

دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ سب سے بڑھ کر ناجائز جنسی تعلقات اور فحاشی معاشر کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ کوئی بھی فرد جب اپنی شہوت کی تسکین میں مستغرق رہتا ہے اور اپنے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا تو یہ چیز اس کی ذات کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ ہر وقت اپنی جنسی خواہش کی تکمیل اور شہوانی جذبات کی تسکین کے لیے ہی کوشاں رہتا ہے۔ ہر وقت اس کے ذہن پر یہی بُرے خیالات چھائے رہتے ہیں' ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ سب خواہشات سے بدتر اور بُری خواہش شہوانی و جنسی خواہش ہے۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۲ص ۱۲۳۔۱۲۵)

ہر وقت جنسی خواہشات کی تسکین اور شہوانی خیالات میں رہنے سے نفسیاتی بیماریوں کے ساتھ ساتھ متعدد جسمانی متعدی بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں' مثلاً آتشک وسوزاک کی بیماریاں جو ناجائز جنسی تعلقات سے پھیلتی ہیں۔ اسی طرح ''سیلان المنی'' یعنی آلۂ تناسل سے ہر وقت منی یا دقیق مادے کا نکلتے رہنا' جسے جریان کہتے ہیں۔ اسی طرح اعضاء تناسل میں سوزش اور خارش پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات آلۂ تناسل کے اندر ورم ہو جاتا ہے' جس سے پیشاب کرنے میں دقت ہوتی ہے اور آلۂ تناسل میں ٹیڑھا پن بھی ہو جاتا ہے۔ ان تمام بیماریوں سے بڑھ کر مہلک اور موذی مرض ''ایڈز'' پھیلتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ ان بیماریوں کے لاحق ہونے سے انسان کام سے چھٹی کرتا ہے اور علاج کے لیے مال خرچ کرتا ہے تو اس صورت میں فرد اور معاشرہ دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص لواطت کرتا ہے یعنی لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بُرا فعل کرتا ہے' اس صورت میں مذکورہ بالا بیماریوں کے علاوہ مندرجہ ذیل خطرناک بیماریاں لاحق ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے:

(۱) جو شخص لواطت کا عادی ہوتا ہے اس میں اپنی بیوی کے پاس جانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے' اس سے یا تو بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے یا پھر وہ شخص اپنی بیوی کو بھی دُبر یعنی پیچھے سے استعمال کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے:

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا ہے تم کو اللہ نے۔

(البقرہ:۲۲۲)

اس صورت حال میں زیادہ تر طلاقیں ہو جاتی ہیں اور اگر لواطت کا عادی کنوارہ ہو

تو وہ صرف اس وجہ سے شادی کرتا ہے کہ لوگ باتیں نہ کریں ورنہ اس کو بیوی کی خواہش نہیں رہتی۔

(۲) پس جو شخص لواطت کروانے والا ہے اس کی مقعد (پیٹھ) کا حلقہ کھلا ہو جاتا ہے جس سے آنتیں نیچے کی طرف ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور بعض اوقات غیر ارادی طور پر بھی پاخانہ خارج ہوتا رہتا ہے اور بعض لوگوں میں نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں' اور وہ عورتوں کی طرح کی حرکات کرتے ہیں۔

پس جنسی خواہشات اور ان کی تسکین کے لیے جو فحاشی کی جاتی ہے یہ جسمانی ونفسیاتی دونوں طرح سے نقصان دہ ہے۔ جنسی بے راہ روی کے عادی لوگ اپنی بیماریاں معاشرے کے دوسرے افراد تک بھی پہنچاتے ہیں' جس سے معاشرے میں فحاشی و بربادی پھیلتی ہے۔ ناجائز جنسی تعلقات سے معاشرے کو دوسرا نقصان یہ پہنچتا ہے کہ وہ نوجوان فاسق لڑکے اور لڑکیاں جو جنسی بے راہ روی کا شکار ہوتے ہیں وہ شادی نہیں کرتے اور خاندان کا بوجھ اٹھانے سے گریزاں رہتے ہیں' جس سے برائیوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے خاندانی بنیاد کو دھچکا لگتا ہے اور بالخصوص اللہ تعالیٰ نے شادی کی صورت میں جو نسل انسانی میں اضافہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ معدوم ہو کر رہ جاتا ہے۔

بے شک جنسی بے راہ روی کی صورت میں دنیا میں جو اخلاقی اقدار تباہ ہو رہی ہیں اس کی ذمہ دار صیہونیت ہے۔ صیہونی مفکرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے: پس ہم پر ضروری ہے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کو تباہ کریں تاکہ غلبہ حاصل کرنا آسان ہو جائے اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگوں کو چاہیے کہ وہ کھلے عام سورج کی روشنی میں جنسی تعلقات قائم کریں۔ اس سے نوجوانوں کی نظر میں کوئی بھی چیز مقدس نہیں رہے گی' پھر ان کی سب سے بڑی خواہش جنسی تسکین ہی ہوگی تو اس طرح ہم اخلاق کو تباہ کر سکتے ہیں۔

کیا اس وضاحت کے بعد کسی عقل مند کو زیب دیتا ہے کہ وہ فحاشی اور جنسی بے راہ روی سے پیدا ہونے والے انفرادی و اجتماعی نقصانات کو نظر انداز کر دے؟ لہٰذا ہر نوجوان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے مطابق ڈھالے اور ان بُری خواہشات سے محفوظ رہے تاکہ فرد اور معاشرہ ہر قسم کے نقصانات سے پاک رہے۔ بے شک یہ بات ہمارے سامنے ظاہر ہے کہ مغربی معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور فحاشی کی وجہ سے جو مہلک اور متعدی مرض ایڈز

پھیل رہا ہے' ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

گیارہویں فصل

ازدواجی زندگی میں صحت و پاکیزگی

یہ فصل مندرجہ ذیل تیرہ بحثوں پر مشتمل ہے:

پہلی بحث : اسلام میں صحت اور اس کی اہمیت
دوسری بحث : صحت کی حفاظت اور ازدواجی زندگی میں اس کی اہمیت
تیسری بحث : شرعی طہارت اور جسم پر اس کا اثر
چوتھی بحث : پیشاب کی نجاست اور اس سے بچنے کا وجوب
پانچویں بحث : جنابت سے پاکیزگی اور میاں بیوی کی صحت پر اس کا اثر
چھٹی بحث : نماز کے لیے وضو اور جسم پر اس کے مثبت اثرات
ساتویں بحث : عورت کی شرمگاہ کی رطوبات طب اور فقہ کی روشنی میں
آٹھویں بحث : عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبات
نویں بحث : عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصے سے نکلنے والی رطوبت کا حکم
دسویں بحث : میاں بیوی کی منی کا حکم
گیارہویں بحث : عورت کی شرمگاہ کی ظاہری و باطنی طہارت
بارہویں بحث : بیوی کا حیض اور طہر (پاکیزگی)
تیرہویں بحث : حاملہ کی شرمگاہ سے بہنے والی رطوبت

پہلی بحث: اسلام میں صحت اور اس کی اہمیت

دین اسلام انسان کی صحت' بیماریوں سے بچاؤ اور بیماریوں سے علاج کی اہمیت پر زور دیتا ہے کیونکہ دینی و دنیاوی زندگی میں انسان کی صحت کی اہمیت مسلمہ ہے۔ ایک صحت مند انسان دینی زندگی میں سب سے زیادہ اسلام کے احکامات پر عمل کر سکتا ہے اور عبادات کو احسن انداز میں ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے' جب کہ بیمار آدمی نہ تو صحیح طریقے سے عبادات کی ادائیگی کر سکتا ہے اور نہ ہی اسلام کے دوسرے احکامات پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔

(الطب النبوی والعلم الحدیث ج ا ص ۱۲۲۔۱۲۵)

اسی طرح دنیوی زندگی میں بھی انسانی صحت بہت اہمیت کی حامل ہے کہ انسان اچھی صحت کی وجہ سے حقوق العباد کی ادائیگی' اپنے معاشی' خاندانی' سماجی اور اجتماعی امور بہتر طریقے سے سرانجام دے سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے صحت کو اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت قرار دیا ہے۔

نماز' روزہ' حج اور جہاد فی سبیل اللہ میں صحت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اچھی صحت والا مسلمان کامل طریقے سے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے اور اس دوران کوئی بھی جسمانی و نفسیاتی بیماری اس کے آڑے نہیں آتی۔ اسی طرح صحت مند شخص اچھے طریقے سے روزہ کی ادائیگی پر قادر ہوتا ہے اور احسن طریقے سے مناسکِ حج کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ جب کہ بیمار آدمی نہ تو صحیح طریقہ سے روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی حج کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

پس جہاد میں بھی صحت کی اہمیت بہت زیادہ ہے' بلکہ جہاد صحت مند آدمی ہی کر سکتا ہے۔ بیمار آدمی بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ اسی طرح روزے کی ادائیگی کو صحت مندی اور شفاء تک مؤخر کیا جا سکتا ہے یا اس کا فدیہ دیا جا سکتا ہے' لیکن اگر اچانک جہاد کی ضرورت پڑ جائے تو اس وقت صحت مند لوگ ہی دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں گے' بیمار اور کمزور افراد اپنے لیے بھی ہلاکت کا سبب ہیں' دیگر معاشرے کے افراد کے لیے بھی خطرہ کا باعث بن جاتے ہیں۔ پس جہاد کے اصولوں میں سے پہلا اصول صحت کی بحالی اور جسمانی قوت ہے۔

فرمانِ عالیشان ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ. (الانفال:۶۰)

اور تیار رکھو ان (دشمنوں) کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت۔

اسی طرح جہاد میں شمولیت کے لیے ارادے کا صدق بھی جہاد کی تیاری کا مطالبہ کرتا ہے' جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً. (التوبہ:۴۶)

اور اگر انہوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انہوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ سامان۔

پس اسلام میں صحت کے اصولوں پر عمل کرنا اس وجہ سے اہمیت کا حامل ہے کہ ایک

صحت مند انسان ہی ارکانِ اسلام کی صحیح ادائیگی‘ خاندان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر صحت مند اور قوی مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور اور بیمار مؤمن سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے‘ کیونکہ صحت مند و قوی مومن ایمان میں بھی قوی ہوگا‘ فکر میں بھی قوی ہوگا اور جسمانی طور پر بھی قوی ہوگا‘ پس اس وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں بلندیٔ درجات سے ہمکنار ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قوی مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر خیر کے کام میں ضعیف مومن سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔ (لہٰذا) جو چیز تجھے نفع دیتی ہے وہ حاصل کر اور اللہ سے مدد طلب کر اور (کسی کام سے) عاجز نہ آ۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۶۵۰)

اس میں مومن کی عمومی صحت و قوت کا ذکر کیا گیا ہے‘ صرف ایمانی قوت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: قوی مومن بہتر ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ قوی انسان بہتر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے ایمانی و جسمانی دونوں قوتیں مراد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ	بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ	اسے تمہارے مقابلہ میں اور زیادہ دی ہے
(البقرہ: ۲۴۷)	اسے کشادگی علم میں اور جسم میں۔

اس آیت کریمہ میں قوتِ علم اور قوت جسم دونوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی بات قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمائی گئی:

إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ	بے شک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر
الْأَمِيْنُ ○ (القصص: ۲۶)	رکھیں وہ ہے جو طاقتور بھی ہو‘ دیانتدار بھی ہو ○

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے یہ بات اس وقت کہی جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اخلاقی متانت اور جسمانی قوت دیکھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور پھر ان کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئے‘ لہٰذا اس حدیث شریف میں قوت سے مراد عمومی قوت و طاقت ہے‘ حدیث کا آخری حصہ بھی اس پر

دلالت کرتا ہے۔فرمایا: جو چیز تجھے نفع دیتی ہے اسے حاصل کر کہ نفع مند چیز کے حصول پر ابھارنا ان اسباب کو اختیار کرنے کی ترغیب دلانا ہے جو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اور عاجز نہ آ۔

یعنی کسی ناکامی کا وہم اور کامیابی کے حصول میں سستی اور کاہلی اور اسباب اختیار کرنے سے عاجز نہ آنا بلکہ قوتِ ارادی اور قوتِ جسمانی کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہنا۔ کیونکہ سستی اور کاہلی کا سبب یا تو جسمانی کمزوری ہوتا ہے یا ہمت کی کمزوری یا دونوں ہی اس کا سبب بنتی ہیں۔

اسلام نے جتنے بھی احکامات صادر فرمائے ہیں' ان پر عمل کرنے کے لیے قوتِ ارادی اور قوتِ جسمانی کا ہونا بہت ضروری ہے اور تمام عباداتِ اسلام صحت کے عالم میں ہی صحیح ادا کی جاسکتی ہیں' لہٰذا اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ بندہ مومن کو صحت کے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے تاکہ وہ صحت مند اور قوی رہے اور تمام کام کرنے پر قدرت رکھے۔

دوسری بحث: صحت کی حفاظت اور ازدواجی زندگی میں اس کی اہمیت

بیماریوں سے حفاظت اور بیماری لگنے کے بعد اس کے علاج میں بہت بڑا فرق ہے کہ جب جسم سے کوئی بیماری ختم ہوتی ہے تو وہ جسم پر کچھ نہ کچھ برے اثرات ضرور چھوڑ جاتی ہے۔ یہ اثرات جلدی یا دیر سے جسم پر ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں جو قلبی امراض' گردوں کی بیماریاں اور اس قسم کی جو دوسری امراض لاحق ہوتی ہیں ان کے پیچھے سابقہ بیماریوں کا ضرور اثر ہوتا ہے۔ بیماری کی صورت میں انسان پریشانی اور تکلیف سے بڑھ کر مایوسی' کمزوری اور اقتصادی نقصان سے دوچار ہوتا ہے۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۱۲۵۔۱۲۶)

جو بات ایک فرد کے بارے میں کہی جاتی ہے' وہی پورے معاشرے اور پوری قوم کے لیے بھی کہی جاسکتی ہے' کیونکہ معاشرہ اور قوم افراد سے ہی بنتی ہے' جب افراد صحت مند اور بیماریوں سے محفوظ ہوں گے تو پورا معاشرہ بیماریوں سے محفوظ ہوگا' لیکن وہ قوم جس کے افراد بیماریوں کا شکار ہوں یا جس میں کوئی وبائی مرض پھیل گیا ہو تو پوری قوم مادی و اقتصادی نقصان کا شکار ہوتی ہے۔ ایک تو لوگ بیماری کی وجہ سے کام نہیں کرسکیں گے' دوسرا جو جمع شدہ پونجی ہو

گی وہ علاج پر خرچ ہو جائے گی۔اس کے علاوہ نفسیاتی و ذہنی اضطراب بیماریوں اور مشکلات میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

پس صحت کا تحفظ ہر صورت میں ضروری ہے تاکہ جسم بیماری کی تکالیف سے محفوظ رہے۔بعض اوقات مختلف تدابیر اختیار کرنے اور عام سا عرق استعمال کرنے سے بھی بڑی سے بڑی بیماری لگنے سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

اور بیماریوں سے صحت کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے وبائی امراض کا خطرہ رہتا ہے' مثلاً چیچک' ہیضہ اور ٹائیفائیڈ وغیرہ۔ جب تھوڑا سا پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے یہ بیماریاں لاحق ہو جائیں تو پھر ان کے علاج کے لیے کافی تگ و دو بھی کرنی پڑتی ہے اور مال بھی خرچ ہوتا ہے'لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے سے ہی ایسی بیماریوں سے بچنے کی تدابیر بھی اختیار کرے اور ایسی اشیاء سے پرہیز بھی کرے جو ان بیماریوں کا سبب بن سکتی ہیں۔مثلاً کھانے پینے کی اشیاء' پہننے کے کپڑے اور دوسری اشیاء جن سے روزہ مرہ کام لیا جاتا ہے' انہیں صاف رکھنا چاہیے تاکہ کوئی بیماری نہ پھیلے۔

بالآخر سلامتی اور صحت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ہر کام اسی کے حکم اور اجازت سے ہی ہوتا ہے' بہر کیف انسان کو حتی المقدور ایسی اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے بیماری لگنے کا اندیشہ ہو' کیونکہ کہا جاتا ہے: ایک درہم پرہیز ڈھیر علاج سے بہتر ہے۔

صحت کی نعمت' ایمان کی نعمت سے منسلک ہے

دینی و دنیوی زندگی میں صحت کے تحفظ کی اہمیت ہمارے لیے یہ بات واضح کرتی ہے کہ بے شک صحت بہت بڑی نعمت ہے اور اس سے بڑھ کر ایمان کی نعمت ہے' ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے' کیونکہ جسم وعقل کی سلامتی سے ہی انسان علم حاصل کر سکتا ہے' اس پر عمل کر سکتا ہے اور رزقِ حلال کمانے کے لیے کوشش کر سکتا ہے۔اسی طرح وہ اپنے دین' اپنی عزت' اپنے مال اور اپنے وطن کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش اور جدوجہد تندرستی کی حالت میں ہی ہو سکتی ہے۔

ایک تندرست انسان ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو احسن طریقے سے ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے' جب کہ بیمار آدمی دینی و دنیاوی جملہ حقوق و واجبات مکمل طور پر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' پس پتہ چلا کہ دینی امور سرانجام دینے کے لیے بھی صحتِ کاملہ بہت اہمیت کی

حائل ہے۔
حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے جسم کی سلامتی اور اپنے بال بچوں اور مال و دولت کی طرف سے اطمینان کی حالت میں صبح کی' اس کے پاس اس دن کی قوت ہے گویا کہ اس نے دنیا کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔
جس طرح یقین کا معنیٰ ہے: پختہ ایمان ۔ یہ یقین انسان کے نفس اور دل کی سلامتی کی بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر بندہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتا ہے۔ دنیا میں خیرات کرتا ہے اور یہی یقین انسان کے لیے آخرت میں نجات کا باعث ہے' اسی طرح صحت بھی انسان کے جسم و عقل کی سلامتی کی بنیاد ہے۔ جسمانی تندرستی کی بنیاد پر ہی انسان عمل کرنے پر آمادہ ہوگا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے یقین اور سلامتی کو جمع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! انسان کو دنیا میں یقین اور سلامتی سے بہتر کوئی چیز نہیں عطا کی گئی' پس اللہ تعالیٰ سے اس (یقین و سلامتی) کی دعا کیا کرو۔ (مسند احمد)

تیسری بحث: شرعی طہارت اور جسم پر اس کا اثر

بے شک نمازی کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنے جسم' اپنے کپڑے اور اپنی جگہ سے نجاست اور پلیدی کو دور کرے' اگر کسی عذر کی بناء پر ممکن نہ ہو یا کوئی حرج ہو تو اس صورت میں مختلف مذاہب کی مختلف آراء ہیں۔ پس نماز پر جو اپنے کپڑوں سے نجاست زائل کرنا واجب ہے (الطب النبوی والعلم الحدیث ج۲ص ۳۳۹۔۳۴۲) وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر:۴) اور اپنے لباس کو پاک رکھئے ۝

پس جسم سے جو نجاست دور کرنے کا حکم ہے وہ اس طرح ثابت ہے کہ کپڑوں کی بہ نسبت جسم سے نجاست و پلیدی دور کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ اسی طرح نماز کی جگہ سے نجاست دور کرنا بھی اس کے کپڑوں کے حکم میں ہے' تاکہ جس جگہ پر نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے وہ پاک صاف ہو جس طرح کپڑوں کی پاکیزگی کا حکم دیا گیا ہے۔
امام مالک کے نجاست دور کرنے کے سلسلے میں دو اقوال ہیں: پہلا یہ کہ نجاست دور کرنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ سنت ہے' لیکن جب نجاست کا پتہ ہو اور دور کرنے پر قدرت ہو تو اس وقت اس کا دور کرنا واجب ہے۔ پس اگر کسی نے اس حالت

میں نماز پڑھی کہ اس کے جسم' کپڑوں یا نماز کی جگہ پر نجاست لگی ہوئی تھی لیکن بھولے سے اس نے نماز پڑھ لی یا وہ نجاست دور کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا تو اس طرح اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ عذر پایا گیا ہے۔

پس نجاست کو زائل کرنے کا وجوب احادیث طیبات سے بھی ثابت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ اپنے کپڑوں سے حیض کا خون دھو ڈالو۔ اسی طرح مسجد نبوی میں ایک دیہاتی نے پیشاب کر دیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر پانی بہانے کا حکم دیا' ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرمگاہوں سے نکلنے والی نجاست کو پانی سے دھونے اور زائل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: زیادہ تر قبر کا عذاب پیشاب سے ہوگا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب سے ہے لہٰذا پیشاب (کی چھینٹوں) سے بچو۔

''بدایۃ المجتہد'' میں ہے کہ ان احادیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا واجب ہے کیونکہ واجب چھوڑنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ بے شک جو پاکیزگی اور صفائی لوگوں پر فرض کی گئی ہے' وہ تمام انسانوں کے لیے یکساں ہے اور یہ بنیادی صفائی ہے تاکہ ہر علاقے میں رہنے والا ہر دیہاتی اور ہر شہری یکساں طور پر اس کو اپنا سکے اور اس پر عمل کر سکے۔ یہ ہر زمانے اور ہر تہذیب کے انسان کے لیے برابر ہے۔

اس شرعی پاکیزگی کو طبی پاکیزگی سے ملایا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کے بعد پہلے شرعی طریقے سے پانی کے ساتھ ہاتھ دھوئے پھر ان کو صابن کے ساتھ مل کر دھوئے تاکہ ہاتھوں پر کوئی جراثیم وغیرہ نہ رہ جائیں' اس سے انسان مختلف بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اسی طرح جب کسی پلید چیز کو ہاتھ لگایا ہے یا کسی ایسی چیز کو ہاتھ لگایا ہے جس سے بیماری پھیلنے کا خدشہ ہو تو ہاتھوں کو صابن سے مَل کر اچھی طرح دھو لینا چاہیے' تاکہ کوئی بیماری لگنے کا خدشہ نہ رہے۔

چوتھی بحث: پیشاب کی نجاست اور اس سے بچنے کا وجوب

پیشاب میں مختلف قسم کے معدنی نمکیات اور عضوی مرکبات ملے ہوتے ہیں۔ اس میں بعض خون کے فضلات اور بعض زہریلے مادے بھی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے پیشاب کا اصلی رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بدبو بھی پائی جاتی ہے۔ پیشاب میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں وہ مختلف طریقوں سے پھیلتے ہیں۔ مثلاً چھینٹے پڑنے سے' پیشاب والے کپڑے یا جگہ کو ہاتھ لگانے سے یا ہوا میں جراثیم پھیلنے کی وجہ سے' لہٰذا ان وجوہات کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور ان سے بچنا چاہیے' پیشاب کی گندگی سے انسان کو محفوظ رہنا چاہیے' بعض لوگوں کی پیشاب کی نالیوں میں جراثیمی بیماریاں ہوتی ہیں تو ان کے پیشاب سے یہ جراثیم دوسرے لوگوں تک پہنچنے کے امکانات ہوتے ہیں' جس سے مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں' مثلاً جس کو ٹائیفائیڈ بخار ہو اس کے پیشاب میں اس کے جراثیم ہوتے ہیں۔ بالخصوص بخار کے تیسرے ہفتے میں یہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور یہ جراثیم کئی سال تک اس فضلے میں باقی رہتے ہیں' اس لیے ایسے جراثیم سے بچنے کی تدابیر پر عمل کرنا چاہیے' تاکہ بیماری مزید نہ پھیلے۔ بعض اوقات کسی کو مثانے میں زخم ہوتے ہیں جس وجہ سے پیشاب میں خون نکلتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کو مثانے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ خون کے ساتھ ملا ہوا پیشاب اپنے اندر کئی قسم کی بیماریاں لیے ہوئے ہوتا ہے۔ اس پیشاب میں جراثیم کے انڈے تلقیح شدہ حالت میں موجود ہوتے ہیں۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج۲ ص۳۱۴۔۳۱۶)

جب یہ انڈے پانی میں ملتے ہیں تو ان سے زندہ اجسام بنتے ہیں' پانی میں آزاد گھومتے ہیں اور اپنی اصلی جگہ انسان کے جسم میں داخل ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں' جس گندے پانی میں یہ موجود ہوں' وہ گندا پانی اگر انسانی جلد پر لگ جائے تو جراثیم تیزی کے ساتھ اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں جس سے متعدد بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

اس طرح ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام نے کتنی سختی سے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تلقین کی ہے' اسی طرح جہاں نجاست یا پیشاب لگا ہو اس جگہ کو دھونے اور صاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضور ﷺ نے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کے بارے میں فرمایا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں پر سے

گزرے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ان دونوں (قبروں والوں) کو عذاب ہو رہا ہے' لیکن کسی بڑے کام کی وجہ سے نہیں۔ یہ (قبر والا) پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور یہ (قبر والا) چغلی کھاتا تھا۔ (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۴۴۰)

اس حدیث شریف میں جو فرمایا گیا ہے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے اپنے جسم کو نہیں بچاتا تھا۔ اسی طرح حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ عمل کے لحاظ سے ان دو برائیوں سے بچنا کوئی بڑا کام نہیں تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا اور چغلی سے پرہیز کرنا کوئی بڑے کام نہیں ہیں' انسان تھوڑی سی توجہ کرنے سے ان سے بچ سکتا ہے۔ اس تھوڑی سی توجہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ قبر میں عذاب سے دوچار ہو رہے تھے۔

دودھ پیتے بچے کا پیشاب' بڑے بچوں اور بوڑھوں کے پیشاب کی بہ نسبت جراثیم سے خالی ہوتا ہے' بلکہ اس میں جراثیم نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ لیکن اس پیشاب پر بھی نجاست کا حکم لاگو ہوتا ہے اور اس کو بھی دھونا اور صاف کرنا ضروری ہے' دودھ پیتے نر بچے کا پیشاب چونکہ زیادہ پھیلتا ہے کہ جب وہ اچانک پیشاب کرنا شروع کر دے تو اردگرد بیٹھے لوگوں پر بھی اس کی چھینٹیں گرتی ہیں' اس لیے شریعت نے اجازت دی ہے کہ مذکر بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن دودھ پیتی بچی کے پیشاب کو دھونے کا حکم ہے' کیونکہ وہ ایک جگہ ہی پیشاب کرے گی اور اس سے ایک ہی جگہ پر زیادہ پیشاب ہوتا ہے' اس لیے اس جگہ کو دھونا ضروری ہے۔ صرف پانی چھڑکنے سے کام نہیں بنے گا۔

پانچویں بحث: جنابت سے پاکیزگی اور میاں بیوی کی صحت پر اس کا اثر

انسان کی تندرستی اور جسم کی حفاظت میں جلد کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ انسانی جلد ہی مختلف جراثیم اور بیماریوں سے جسم کو محفوظ رکھتی ہے۔ جب انسانی جسم کا درجہ حرارت بڑھتا ہے تو پسینہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے' جس سے درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ لیکن اس پسینے میں جسم کا زہریلا مادہ نکلتا ہے' بالکل ایسے ہی جس طرح پیشاب میں جسم کے زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ا ص ۱۶۳۔۱۶۶)

اسی طرح جلد میں حساسیت بہت زیادہ ہوتی ہے' جو اردگرد کے ماحول سے جسم کو آگاہ کرتی ہے' مثلاً حرارت' برودت اور تکلیف ودرد وغیرہ جلد ہی محسوس کر کے جسم کو اس سے بچاتی ہے۔ اس تھوڑی سی وضاحت سے معلوم ہوا کہ جلد کی بہت اہمیت ہے' اس لیے اس کی حفاظت و صفائی کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے' ورنہ پسینے کے ذریعے نکلا ہوا زہریلا مواد' گردوغبار کے ذریعے جسم پر جمی ہوئی کثافت اور روزمرہ کے کاموں میں جلد پر لگنے والا میل کچیل ان مَساموں کو بند کر دیتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے اور جسم پر جمی ہوئی گندگی اور میل کچیل کی وجہ سے مختلف جلدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں' مثلاً خارش کا ہونا' جسم پر پھنسیاں نکل آنا اور جلد پر سوزش پیدا ہو جانا' یہ سب ان جراثیم اور میل کچیل کا نتیجہ ہوتے ہیں جو جلد پر باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جسم میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے' جو اردگرد کے ماحول کو بھی متعفن کرتی ہے۔ صفائی اور طہارت ہی وہ چیز ہے جو جلد کو ان جراثیم اور گندگی سے پاک کرتی ہے اور اس کی صحت اور رونق کو برقرار رکھتی ہے۔ اسلام نے وضو اور غسل کے ذریعے جلد کو صاف شفاف اور میل کچیل سے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے۔

غسل کے فرض ہونے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) جنابت کا غسل

(۲) حیض کے بعد کا غسل

(۳) نفاس کے بعد غسل کرنا

(۴) اور مسلمان میت کو غسل دینا

اس کے علاوہ غسل کرنا سنت و مستحب ہے جو چاروں مذاہب میں مختلف ہے۔

جب کوئی مسلمان غسل کرنے کا ارادہ کرے تو اسے مندرجہ ذیل امور پر عمل کرنا چاہیے:

(۱) سب سے پہلے ہاتھوں کو دھوئے تاکہ ہاتھوں پر جو میل کچیل ہے وہ دور ہو جائے اور اس سے جسم بھی محفوظ رہے اور پانی بھی گندہ نہ ہو۔

(۲) پھر جسم پر جو کوئی نجاست وغیرہ لگی ہوئی ہے اس کو دور کرے اور دونوں شرمگاہوں کو دھوئے۔

(۳) پھر پانی کے ساتھ کلی کرے اور ناک صاف کرے' یہ غسل کے فرائض میں شامل ہے اور مقصد یہ ہے کہ منہ اور ناک ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو جائیں اور سنت طریقہ یہ ہے

کہ غسل کرنے سے پہلے پورا وضو کیا جائے تا کہ پہلے ان اعضاء کی طہارت اور نظافت ہو جائے اور دوسرے اعضائے آلودہ نہ ہوں۔

(۴) پھر اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہائے اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے اور ساتھ ساتھ جسم کو ملنا بھی چاہیے تا کہ جلد صاف ہو جائے اور تمام بدن پر پانی بہہ جائے۔اس سے خون کا دورانیہ بھی تیز ہوتا ہے۔

(۵) آخر میں دونوں پاؤں علیحدہ سے دھوئے تا کہ جسم کا میل کچیل جو پاؤں پر لگ گیا ہے یا غسل کرتے ہوئے پانی کے قطرے زمین سے لگے ہیں وہ سب دُھل جائیں اور جسم کے کسی حصے پر بھی کوئی گندگی یا جراثیم نہ رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب جنابت کے غسل کی ابتداء کرتے تو اپنے ہاتھوں کو دھوتے' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلتے اور اپنی شرمگاہ کو دھوتے' پھر نماز کی طرح کا وضو کرتے' پھر پانی لیتے اور انگلیوں کو بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے' حتیٰ کہ جب وہ دیکھتے کہ سر صاف ہو گیا ہے تو تین چلو بھر کر اپنے سر میں پانی ڈالتے' پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے اور پھر (آخر میں) اپنے دونوں پاؤں دھو لیتے۔

بے شک غسل کا شرعی طریقہ جسم کو پاک صاف کرنے اور جسم سے بدبو ختم کرنے میں بہت مفید ہے۔جب ایک مسلمان اسلام کے احکام کے مطابق اپنی صفائی ستھرائی رکھتا ہے تو وہ بے شمار جلدی و وبائی امراض سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا جسم پر رونق اور تندرست دکھائی دیتا ہے۔

شرعی غسل کے ساتھ ساتھ جسم کی مزید صفائی کے لیے مختلف قسم کے صابن وغیرہ بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن صابن کا زیادہ استعمال جلد کو خشک کر دیتا ہے اور جلد کی طراوت اور شگفتگی ماند پڑ جاتی ہے۔یہ طراوت اسی صورت میں بحال ہو سکتی ہے کہ جسم پر کسی چکنی چیز کی مالش کی جائے' مثلاً ویسلین یا گلیسرین وغیرہ یا پانی میں کوئی کھٹی چیز ملا لی جائے' مثلاً خوشبودار سرکہ یا لیموں کا رس وغیرہ اگر پانی میں ملا لیا جائے تو اس سے جسم صاف و شفاف بھی ہو جاتا ہے اور جسم پر رونق و طراوت بھی رہتی ہے۔

چھٹی بحث: نماز کے لیے وضو اور جسم پر اس کے مثبت اثرات

اسلام نے وضو کو ضروری قرار دے کر جسم کے اکثر اعضاء کو گرد و غبار اور میل کچیل سے پاک صاف رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ وضو نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے اور نماز کی کنجی ہے۔ کوئی بھی مسلمان وضو کے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اور ساری عبادتوں میں سے نماز ہی وہ عبادت ہے جو دن میں پانچ مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔

(الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ص ۱۶۶۔۱۶۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (المائدہ:۶)

اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز ادا کرنے کے لیے تو (پہلے) دھولو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اگر ہو تم جنبی تو (سارا بدن) پاک کرلو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کی کنجی طہارت ہے۔ اس کی تحریمہ (ہر چیز حرام کرنے والی) تکبیر ہے اور اس کی تحلیل (ہر چیز حلال کرنے والی) تسلیم (سلام پھیرنا) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز کو قبول نہیں کرتا' جب وہ ناپاک ہو حتیٰ کہ وہ وضو کرلے (پھر قبول فرمالیتا ہے)۔

آیت کریمہ میں نماز کے لیے وضو کی فرضیت اور اس کے ارکان کو بیان کیا گیا ہے اور سنتِ مطہرہ میں وضو کی سنتیں اور وضو کو توڑنے والی چیزیں بیان کی گئی ہیں' اسی طرح یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کون سی عبادات وضو اور غسل کے بغیر جائز نہیں ہیں اور کون سی عبادات غسل کے بغیر جائز ہیں۔

اسلام نے ان عبادتوں کا ذکر بھی کیا ہے جو بغیر وضو کے ادا نہیں ہوتیں' اسی طرح ان متعدد اسباب کا ذکر بھی کیا ہے جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان ان پر عمل کر کے اپنی جسمانی نظافت اور روحانی طاقت میں اضافہ کرسکتا ہے۔ بہرکیف یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہمارا ان پر عمل کرنا فرضِ بندگی نبھانا ہے۔

وضو کرنے سے نظافت و پاکیزگی حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ جب اعضاء کو مَلا جاتا ہے تو اس سے خون کا دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔ جس سے اعضاء میں تازگی اور نشاط پیدا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں سارا جسم تروتازہ ہو جاتا ہے' اسی طرح وضو کرنے سے عصبی دباؤ کم ہوتا ہے اور ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ یہ مذکورہ فوائد نماز کی ادائیگی' حرکات وسکنات اور حضورِ قلب سے کہیں زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

ساتویں بحث: عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبات طب اور فقہ کی روشنی میں

عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبات کے حکم سے پہلے ضروری ہے کہ عورت کے اعضاء تناسل مخصوصہ کا ذکر کیا جائے تاکہ بات سمجھنے میں آسانی رہے۔

عورت کے اعضاء تناسل

عورت کے اعضاء تناسل کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ظاہری اعضاء اور باطنی اعضاء۔ (الطب النبوی والعلم الحدیث ج۱ص۱۹۱۔۱۹۴)

(۱) ظاہری اعضاء تناسل: عورت کے بیرونی ظاہری اعضاء میں شرمگاہ اور اس کے مشمولات شامل ہیں۔

(۲) باطنی اعضاء تناسل: عورت کے اندرونی باطنی اعضاء میں مھبل' رحم' قاذفین اور مبیضتین رَحِمیۃ الرحم شامل ہیں۔

ان کی تھوڑی سی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

شرمگاہ

عورت کی شرمگاہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) سطحی حصہ

یہ عورت کے سامنے والے حصے جبل الزھرۃ اور دونوں طرف دو بڑے کناروں پر مشتمل ہے۔ جبل الزھرہ شرمگاہ کے اوپر والا وہ حصہ ہے' جہاں بال اُگے ہوتے ہیں۔ اس میں تین قسم کی غدودیں پائی جاتی ہیں' ان غدودوں سے خاص قسم کی چکنی اور پسینے کی طرح کی رطوبت نکلتی

ہے جو اندرونی جلد کو نرم اور چکنا رکھتی ہے۔ اسی طرح شرمگاہ کے دونوں اطراف جو دو بڑے بڑے لب/کنارے ہوتے ہیں یہ بھی روغنی غدودوں سے بنے ہوتے ہیں ان میں چربی شریانیں اور عضلاتی پٹھے پائے جاتے ہیں۔

(۲) شرمگاہ کا وسطی حصہ

یہ شرمگاہ کے اندر دو چھوٹے لب یا کناروں اور بظر پر مشتمل ہوتا ہے۔ بظر شرمگاہ میں پایا جانے والا چھوٹا سا جسم ہے جو شرمگاہ کے دو بڑے کناروں کے بالائی ملاپ سے تقریباً ڈیڑھ انچ نیچے پایا جاتا ہے۔ عورت کے اعضاء تناسل میں یہ بہت حساس عضو ہے۔ جنسی خواہش کے وقت اس میں ابھار پیدا ہوتا ہے۔

(۳) شرمگاہ کا داخلی حصہ

یہ حصہ دھلیز، پیشاب کے سوراخ، مھبل کے منہ اور پردۂ بکارت پر مشتمل ہوتا ہے۔

دھلیز ایک تکونی سطح ہے جو بظر سے نیچے اور شرمگاہ کے سوراخ سے اوپر پائی جاتی ہے۔ اس کے دائیں بائیں دو چھوٹے لب/کنارے پائے جاتے ہیں۔ اس میں لعابی رطوبت پیدا کرنے والی غدودیں ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ ''دہلیز مھبل'' پائی جاتی ہیں جو دو گول بیضوی شکل کے مٹر کے دانے کے برابر غدودیں ہیں جنہیں ''بارتھولینی غدودیں'' کہا جاتا ہے۔ یہ بظر کی جڑ سے شروع ہو کر دھلیز کے دونوں طرف سے گزرتے ہوئے اندام نہانی کے سوراخ تک جاتی ہیں۔ ان کی ساخت شریانوں، پٹھوں اور وریدی جال پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ دکھائی نہیں دیتیں، ہاتھ لگانے سے محسوس ہوتی ہیں۔ ان سے ایک رطوبت نکلتی ہے جو اس نالی کے ذریعے خالی ہو کر شرمگاہ میں گرتی ہے اور اس کو چکنا رکھتی ہے۔

مھبل

یہ عضلاتی نالی ہے جو شرمگاہ سے شروع ہو کر رحم کے منہ کے گرد ختم ہوتی ہے۔ یہ نالی پیچھے اور اوپر خمیدہ ہو کر چڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جماع کے وقت یہی نالی استعمال ہوتی ہے اور اسی سے حیض، نفاس اور بچے کا اخراج ہوتا ہے۔

رحم

یہ مخروطی عضلاتی عضو ہے۔ اس کا پیندا اوپر کی جانب اور گردن یا منہ نیچے کی طرف ہوتا

ہے۔ یہ پیٹ میں مثانہ اور معاء مستقیم کے مابین قائم رہتا ہے۔

قاذفین

یہ دو پتلی پتلی نالیاں ہیں جو رحم کے دونوں طرف بالائی سروں پر لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ مبیضتین اور رحم کے درمیان ہوتی ہیں اور مبیضتین سے نکلنے والے انڈے اپنی گرفت میں لے کر رحم تک پہنچاتی ہیں۔

مبیضتین

یہ بادام کی شکل کی سفیدی مائل دو گلٹیاں ہیں جو رحم کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ عورتوں میں ان کا مقام وہی ہے جو مردوں میں فوطوں کا ہوتا ہے۔ اس میں عورت کا انڈا موجود ہوتا ہے' مرد کی منی کے کیڑے رحم میں پہنچ کر اس سے مل کر حمل کا باعث بنتے ہیں۔

فقہی تقسیم

کتب فقہ میں سبیلین کے الفاظ ملتے ہیں۔ سبیلین سے مراد قُبل اور دُبر ہیں یعنی مرد اور عورت کی آگے اور پیچھے والی شرمگاہیں۔ اس کے علاوہ جو تقسیم کتب فقہ کی کی گئی ہے وہ یہ ہے: قُبل (آگے والی شرمگاہ)' فرجِ خارج (اندام نہانی کا بیرونی حصہ)' فرجِ داخل (اندام نہانی کا اندرونی حصہ)۔

یہاں تک تو اعضاء تناسل کی پہچان اور ان کے نام مکمل ہوئے ہیں' اب ہم اگلی بحثوں میں ان سے نکلنے والی رطوبات اور ان کے احکام کا جائزہ لیتے ہیں۔

آٹھویں بحث: عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبات

عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی مختلف رطوبات کے حوالے سے ہم فقہی احکامات کا جائزہ لیتے ہیں' فقہی احکامات نافذ کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ رطوبت کہاں سے خارج ہو رہی ہے۔ کیا نکلنے والی رطوبت خارجی فرج (شرمگاہ) سے ہے یا داخل فرج سے یا اس کے علاوہ کوئی اور رطوبت ہے؟ اور یہ بھی اندازہ کرنا ہے کہ کیا یہ طبعی رطوبت ہے یا کسی بیماری کی وجہ سے ہے؟ جب یہ بات واضح ہو جائے گی تو پھر آسانی کے ساتھ اس کی طہارت و پاکیزگی کے حوالے سے اس پر فقہی حکم بھی لاگو ہو سکے گا۔

(الطب النبوی والعلم الحدیث ج ا ص ۲۰۱-۲۰۵)

اب رطوبات میں تمیز وتفریق کرنا اور ان پر فقہی احکام لاگو کرنا بہت دقیق مسئلہ ہے۔
اس بارے میں مختصراً تمہید باندھنے کے بعد اب ہم اس بحث میں وضاحت کے ساتھ ان رطوبات کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے فقہی احکامات بیان کرتے ہیں' بنیادی طور پر ان رطوبات کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

فرجِ خارجی کی رطوبت' عورت کی مذی' فرجِ داخل کی رطوبت' جنسی خواہش کے وقت نکلنے والی رطوبت' نسوانی بیماری کی وجہ سے نکلنے والی رطوبت یا شرمگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والی رطوبت۔

(۱) شرمگاہ کے خارجی حصے کی رطوبت

بے شک وہ پسینہ نما تری اور چکنی رطوبت جو شرمگاہ کے اوپر نمودار ہوتی ہے اس میں اور شرمگاہ کی اندرونی رطوبت میں فرق کرنا کوئی مشکل امر نہیں' سب سے مشکل اس رطوبت کے فرق کرنے میں پیش آتی ہے جو شرمگاہ کے اندرونی حصے مھبل سے نکلتی ہے۔ بہرکیف جو رطوبت شرمگاہ کے خارجی حصے سے نکلتی ہے وہ رقیق' لیس دار' شفاف اور بالکل تھوڑی مقدار میں ہوتی ہے۔ اس رطوبت کے نکلتے وقت عورت میں جنسی شہوت کا ہیجان نہیں ہوتا۔

(۲) عورت کی مذی

یہ وہ رطوبت ہے جو شہوت کے وقت اور جنسی رغبت کی وجہ سے نکلتی ہے' لیکن اس وقت جنسی کپکپی نہیں ہوتی بلکہ صرف شہوت ہوتی ہے' اس لیے یہ مذی نکلنے کے بعد شہوت کم نہیں ہوتی اور اگر یہ تھوڑی ہو تو نکلنے کا شعور بھی نہیں ہوتا۔

یہ رطوبت بھی خارجی شرمگاہ کی رطوبات میں سے ہے۔ یہ مختلف غدودوں سے نکلتی ہے' مثلاً سکن گلینڈز اور بارتھولینی غدودیں۔ یہ بھی فرجِ خارج کی رطوبات کی طرح لیس دار' شفاف اور رقیق ہوتی ہے' لیکن یہ دوسری رطوبات سے ممتاز اس طرح ہوتی ہے کہ یہ رطوبت شہوت کے وقت اور جنسی ہیجان کے وقت نکلتی ہے' لیکن اس وقت جنسی کپکپی نہیں ہوتی اور نہ ہی احتلام میں یہ نکلتی ہے۔

فقہاء نے مذی کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

امام نووی اپنی کتاب ''المجموع'' میں کہتے ہیں: مذی وہ شفاف' لیس دار' رقیق پانی ہے جو شہوت کے وقت نکلتا ہے۔ نہ ہی اچھل کر نکلتا ہے اور نہ ہی اس کے نکلنے کے بعد شہوت ختم

ہوتی ہے اور اکثر اس کے نکلنے کا احساس نہیں ہوتا' اس مذی کے نکلنے میں عورت اور مرد دونوں مشترک ہیں۔

امام الحرمین اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: اور جب عورت میں شہوت کا ہیجان پیدا ہوتا ہے تو اس سے مذی نکلتی ہے اور مرد کی بہ نسبت عورتوں میں یہ زیادہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن عابدین نے فتاویٰ شامی میں لکھا ہے: وہ سفید پانی جو شہوت کے وقت نکلتا ہے اسے مذی کہتے ہیں اور یہ عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

بے شک فقہاء نے مذی کی تعریف میں جو کہا ہے کہ وہ ''ابیض'' یعنی سفید ہے تو اس سے مراد شفاف لیا گیا ہے' جس کا کوئی رنگ نہ ہو۔ کیونکہ لفظ ابیض مشترک الفاظ میں سے ہے کہ کبھی اس کا اطلاق ایسی اشیاء پر ہوتا ہے جن کا کوئی رنگ ہی نہ ہو اور اسی طرح اس کا اطلاق ایسی اشیاء پر بھی ہوتا ہے جو دودھ کی مانند سفید ہوں۔

نوٹ: شرمگاہ سے مذی نکلنے کی صورت میں صرف وضو ٹوٹتا ہے۔

(۳) شرمگاہ کے داخلی حصے کی رطوبت

یہ رطوبت رحم تک جانے والی نالی اور رحم کے اوپر والے حصے سے خارج ہوتی ہے۔ یہ دودھ کی طرح سفید رنگ کی ہوتی ہے اور پھٹے ہوئے دودھ کی طرح جمی ہوئی اور گاڑھی ہوتی ہے۔ یہ طبی وصف فقہاء کرام کے بیان کردہ اوصاف ہی کی طرح ہے۔

علامہ ابن حجر اپنی کتاب ''تحفۃ المحتاج'' میں لکھتے ہیں: شرمگاہ کی وہ رطوبت جو سفید رنگ کی ہوتی ہے اور مذی و پسینے سے ملی ہوتی ہے' یہ شرمگاہ کے اندرونی حصے سے نکلتی ہے جس حصے کا دھونا واجب نہیں۔ اس بیان میں انہوں نے سفیدی کا ذکر کیا' ہم نے اس کے طبی اوصاف میں بھی اس کا رنگ سفید ہی لکھا ہے اور جو انہوں نے کہا کہ مذی اور پسینے سے ملی ہوتی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں رقت پائی جاتی ہے۔

یہ رطوبت کبھی حرکت کرنے سے اور کبھی تکلیف دہ حالت میں بیٹھنے یا کھڑا ہونے کی وجہ سے نکل آتی ہے اور اس کے نکلنے کا احساس بھی ہوتا ہے۔ جب ان مذکورہ اوصاف سے متصف رطوبت نکلے تو اس کے بارے میں یہی کہا گیا ہے کہ یہ شرمگاہ کے اندرونی حصے کی رطوبت ہے' اس پر وہی حکم لاگو ہوگا۔

(۴) جنسی کپکپی کے وقت نکلنے والا پانی

عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والا پانی عورت کی تمام رطوبات کے لیے مشترک ہے۔ اس کا اطلاق اس رطوبت پر بھی ہوتا ہے جو شہوت کے غلبے کے وقت جسم پر جنسی کپکپی کی حالت میں نکلتی ہے' جس میں عورت کی طرف سے انڈے نکلتے ہیں جو انسانی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے بہت زیادہ اوراق چاہئیں۔ ہم یہاں پر صرف اس رطوبت کا دوسری رطوبات سے فرق بیان کرتے ہیں۔

عورت میں جب جنسی ہیجان بڑھتا ہے تو اس کی مذی نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور شرمگاہ کے اندر جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر شہوت کے زیادہ ہونے سے مھبل (شرمگاہ سے رحم تک نالی) میں سے رطوبت ٹپکتی ہے' حتیٰ کہ جب لذت اور شہوت اپنے عروج پر پہنچتی ہے تو اس وقت جسم پر جنسی کپکپی سی پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت یہ رطوبت خارج ہوتی ہے' جس میں انڈے ہوتے ہیں اور جو مرد کی منی کے ساتھ مل کر جنین کی تخلیق کا سبب بنتے ہیں۔

جب یہ جنسی رعشہ یا جنسی کپکپی ہوتی ہے تو رطوبت نکلنے کے بعد شہوت اور لذت ختم ہو جاتی ہے جیسے کہ احتلام میں ہوتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں میں یہ کیفیت ہوتی ہے۔ یہ رطوبت رقیق' لیس دار ہوتی ہے لیکن پھٹے ہوئے دودھ کی طرح نہیں ہوتی' اس کی تمیز اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب جسم پر کپکپی طاری ہوگی تو نکلنے والی رطوبت یہی ہوگی اور بالخصوص اس رطوبت کے نکلنے کے بعد جنسی ہیجان اور شہوت ماند پڑ جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس رطوبت کے نکلنے کے باعث غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

نویں بحث: عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصے سے نکلنے والی رطوبت کا حکم

بے شک شرمگاہ کے اندرونی حصے سے نکلنے والی رطوبت جو کسی مرض کی وجہ سے نہ ہو یہ وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اس کے احکام کے متعلق ہم فقہاء کے نظریات پیش کرتے ہیں:

(الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۲۱۰-۲۱۴)

(۱) مذہب حنفیہ کے مطابق

مذہب حنفیہ کی مشہور کتاب ''الدر المختار'' میں غسل کی بحث میں لکھا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت امام ابوحنیفہ کے نزدیک طاہر ہے لیکن صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ فرجِ داخل کی رطوبت امام صاحب کے نزدیک طاہر ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس پر غسل واجب ہوگا' لیکن جو فرجِ خارج کی رطوبت ہے وہ بالاتفاق طاہر ہے۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے منہ یا ناک کی رطوبت یا پسینہ۔

اسی طرح حاشیہ ابن عابدین میں ہے: شرمگاہ کے اندرونی حصے کی رطوبت صرف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک طاہر ہے' جب کہ فرجِ خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے۔

(۲) مذہب شافعیہ کے مطابق

امام نووی کی کتاب ''المنھاج'' کے باب النجاسۃ میں لکھا ہے: علقۃ' مضغۃ اور شرمگاہ کی رطوبت اصح قول کے مطابق نجس نہیں ہیں۔

ابن حجر الہیثمی اپنی شرح ''تحفۃ المحتاج بشرح المنھاج'' میں لکھتے ہیں کہ یہ رطوبت پسینے کی مانند ہے۔ اس کے محلِ نجاست میں پیدا ہونے کا یقین نہیں ہے۔ پس جو شرمگاہ کے باطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے نکلے وہ قطعی طور پر نجس ہے' جیسے کہ وہ پانی وغیرہ جو بچے کی ولادت سے پہلے یا بعد میں نکلتا ہے۔

علامہ عبدالحمید الشروانی ''تحفظ المحتاج'' کے حاشیے میں لکھتے ہیں: بے شک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت تین اقسام پر مشتمل ہے:

(۱) قطعی طور پر طاہر: وہ رطوبت جو بیٹھے بیٹھے نکل جائے اور غسل و استنجاء میں اس کا دھونا واجب ہے' لیکن اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) قطعی طور پر نجس (پلید): وہ رطوبت جو مجامعت کے بعد مردانہ آلۂ تناسل باہر نکالتے وقت خارج ہوتی ہے۔

(۳) صحیح قول کے مطابق طاہر: وہ رطوبت جس سے مجامعت کے وقت مردانہ آلۂ تناسل اندر داخل کرتے وقت ملتا ہے۔ پس فرجِ داخل یا مھبل کی رطوبت مذہب شافعیہ میں اصح قول کے مطابق طاہر ہے۔

دسویں بحث: میاں بیوی کی منی کا حکم

بے شک عورت کی منی یا وہ پانی جو جنسی کپکپی کے وقت نکلتا ہے اس کے احکام مرد کی منی کے احکام کی طرح ہیں' کیونکہ عورتیں بھی مردوں کی مانند ہیں' (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۲۱۶_۲۱۹) ان کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

جو رطوبت جنسی کپکپی اور شہوت کی حالت میں عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے وہ غسل کو واجب کر دیتی ہے' جس طرح مرد سے شہوت کے وقت منی نکلنے سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ پانی دیکھے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ام سلیم جو حضرت ابوطلحہ کی بیوی تھیں' انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں فرماتا' کیا عورت پر غسل واجب ہے' جب اسے احتلام ہو؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! جب عورت پانی دیکھے۔ پھر ام سلمہ پوچھتی ہیں: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو پھر بچہ کیسے اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

دوسری روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا عورت کو (بھی) احتلام ہوتا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! تیرا ہاتھ خاک آلود ہو (اگر احتلام نہیں ہوتا تو) پھر بچہ کیسے اس کے مشابہ ہوتا ہے؟ تیسری روایت میں ہے: ام سلمہ ہنس پڑیں۔

یہ قول عام فقہاء کا ہے کہ جب سونے کے بعد عورت اپنی شرمگاہ سے نکلا ہوا پانی دیکھے جیسا کہ مرد کو احتلام ہوتا ہے تو عورت پر غسل کرنا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ جنسی کپکپی کے وقت عورت کی شرمگاہ سے جو پانی نکلتا ہے طہارت ونجاست کے لحاظ سے اس کا حکم مرد کی منی کی طرح ہے۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک منی طاہر ہے۔

وہ رطوبت جو جنسی کپکپی کے وقت عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے' اس میں دیگر رطوبتیں بھی ملی ہوتی ہیں' مثلاً کچھ حصہ بارتھولان گلینڈز اور سکن گلینڈز کا ملا ہوا ہوتا ہے۔ کچھ مذی اور فرج خارج کی رطوبت ملی ہوئی ہوتی ہے' اسی طرح اس میں مھبل اور رحم کے بالائی حصے سے

نکلنے والی کچھ رطوبت بھی شامل ہوتی ہے۔ان میں فرق اس طرح کیا جائے گا کہ جو رطوبت شہوت کے وقت نکلتی ہے وہ مذی ہے اور جو رطوبت جنسی خواہش کے غلبے اور جنسی کپکپی کے وقت نکلتی ہے وہ عورت کی منی ہے۔اس وجہ سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے منی کے پلید ہونے کا حکم مذی کی نجاست کے ساتھ بیان کیا ہے۔

یہ منی اور مذی دونوں شہوت کے عروج اور جنسی کپکپی کی حالت میں آپس میں مل جاتی ہیں۔عام طور پر یہ منی اور مذی زہریلے جراثیم سے پاک ہوتی ہیں' لیکن نظافت و طہارت کے پیش نظر ان کو دھونے کا حکم ہے اور مذی کے نکلنے سے وضو ٹوٹنے اور منی کے نکلنے سے غسل کے واجب ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

شرمگاہیں

یہ قُبل اور دُبر انسان کی آگے اور پیچھے کی دو شرمگاہیں ہیں۔ جہاں نظام ہضم کی نالیاں ختم ہوتی ہیں' وہاں سے پاخانے کے راستے اور پیشاب و تناسل کے راستے کی ابتداء ہوتی ہے۔ پاخانے کا تعلق پیچھے والی شرمگاہ سے ہے اور پیشاب و جنسی نظام کا تعلق آگے والی شرمگاہ سے ہے۔عورت کی آگے والی شرمگاہ میں اس کا جنسی اور تناسلی نظام' پیشاب کے نظام سے زیادہ غالب ہوتا ہے۔ پیشاب کے لیے صرف ایک سوراخ ہوتا ہے' باقی سارے اعضاء کا تعلق جنس اور نظامِ تناسل سے ہوتا ہے۔

مرد کا آلۂ تناسل ایک پائپ کی مانند ہوتا ہے جو بے شماری تشریحی و غریزی صفات کا حامل ہوتا ہے۔اس کے آلۂ تناسل کی نالی پیشاب اور جنسی رطوبات کے نکلنے مین مشترک ہوتی ہے۔عورت کی جو آگے والی شرمگاہ ہے اس میں اس کی نسوانی صفات غالب ہوتی ہیں اور پیشاب کے لیے صرف ایک سوراخ ہی ہوتا ہے۔اس لیے مرد اور عورت کی آگے والی شرمگاہ نظام پیشاب اور نظام تناسل پر مشتمل ہوتی ہے۔

طب کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ انسان کا جسم نظامِ ہضم' نظام بول (پیشاب) اور نظام تناسل پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نظامِ ہضم اور نظامِ بول و تناسل پر مشتمل ہوتا ہے۔

عورت کی آگے والی شرمگاہ سے جو کچھ نکلتا ہے اس بارے میں فقہاء کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں عورت کے پیشاب کے سوراخ سے اور فرج (اندامِ

نہانی) سے جو کچھ بھی نکلتا ہے وہ پلید ہے اور وضو کو توڑنے والا ہے۔ اب اس میں فرق اس طرح کر سکتے ہیں کہ جو چیز پیشاب کے سوراخ سے نکلتی ہے وہ پلید ہے اور وضو کو توڑنے والی ہے کیونکہ یہ قطعی طور پر پیشاب ہی کا راستہ ہے۔

اور جو چیز فرج (اندام نہانی) (وہ سوراخ جہاں مباشرت کی جاتی ہے) سے نکلتی ہے وہ طبعی طور پر طاہر تو ہے لیکن وہ بھی وضو کو توڑ دیتی ہے۔ بعض فقہاء کا یہی قول ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ وہ وضو بھی نہیں توڑتی۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ قُبل (آگے والی شرمگاہ) صرف پیشاب کا راستہ ہے اور مباشرت کرنے کا سوراخ کوئی تیسرا عضو ہے' ایسا ہرگز نہیں ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ بالغ لڑکے اور بالغ لڑکی کی آگے والی شرمگاہ پیشاب اور جنسی تعلق کا راستہ ہے' لیکن اس میں جنسی اعضاء کا غلبہ ہے' جب کہ پیشاب کے لیے صرف ایک سوراخ ہی ہے۔

گیارہویں بحث: عورت کی شرمگاہ کی ظاہری و باطنی طہارت

عورت کی شرمگاہ کی تقسیم پیشاب اور جنسی تعلق کے حوالے سے کی جاتی ہے اور اس کے احکامِ شرعی بیان کیے جاتے ہیں: (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۱۹۴-۱۹۵)

(۱) فرجِ خارج

یہ شرمگاہ کا وہ حصہ ہے کہ جب عورت قضائے حاجت کے لیے بیٹھتی ہے تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر فقہاء نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ جب عورت قضائے حاجت کے لیے بیٹھتی ہے تو اس کے پیشاب کرنے کا سوراخ اور رحم تک جانے والے راستے کا صرف حلقہ ہی نظر آتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ پیشاب کرنے والا سوراخ اور رحم تک جانے والے راستے کا منہ دونوں ایک ہی جگہ پر اکٹھے واقع ہیں۔ اس کو فرجِ خارج کہتے ہی۔ اس کی طہارت کا حکم یہ ہے کہ غسل میں اور پیشاب کرنے کے بعد اس حصے کو دھویا جاتا ہے اور اس حصے کی نمی اور رطوبت جو پسینے' چکناہٹ وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے' وہ پاک ہے اور بالاجماع وضو کو توڑنے والی نہیں ہے' یہ رطوبات عورت کی شرمگاہ کی جبل الزہرۃ کی غدودوں سے نکلتی ہیں۔

عورت کی شرمگاہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ عورت کی حالت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

اس طرح کہ عورت کنواری ہے یا شادی شدہ، بچوں والی ہے یا بغیر بچوں کے، اسی طرح اس کی صحت اور مرض کے حوالے سے بھی وہ نکلنے والی چیز مختلف ہو گی۔

بہرکیف شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت کیسی ہی ہو پانی بہا کر اس جگہ کو دھونا اور صاف کرنا لازمی ہے۔ صحیح صفائی اس صورت میں ہو گی کہ عورت سُرین کے بل بیٹھے اور دونوں رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملالے اور پھر اپنی فرج کو دھوئے اور صاف کرے۔

(۲) فرجِ داخل

شرمگاہ کا وہ حصہ جو ظاہری فرج سے گہرا ہے، یہ حصہ بیٹھنے کی صورت میں بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اس مقام پر جنسی عمل مکمل ہوتا ہے، یہ حصہ فرج سے لے کر رحم تک ہوتا ہے۔ اس کا منہ فرجِ خارج سے ملا ہوتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس داخلی اور اندرونی حصے کو دھونا واجب نہیں، یعنی اس پر حکم تطہیر لاگو نہیں ہوتا۔ عورت پر یہ لازم نہیں کہ وہ شرمگاہ کے اس اندرونی اور داخلی حصے میں پانی ڈال کر صاف کرے۔

بارہویں بحث: عورت کا حیض اور طُہر

عورت کی شرمگاہ سے مٹیالے رنگ کی اور پھیکے رنگ کی رطوبات دو حالتوں میں نکلتی ہیں: (۱) حیض کے دوران اور اختتام پر (۲) طہر (پاکیزگی) کے دنوں میں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس کی وضاحت کر دیں کہ ان رطوبات کا حکم کیا ہو گا: (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۲۲۴۔۲۲۵)

(۱) ایامِ حیض اور اس کے اختتام پر جو زردی مائل اور پھیکے رنگ کی رطوبت دیکھی جاتی ہے۔ جب حیض کا خون بالکل خشک ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ حیض کے منقطع ہونے کے بعد بھی بعض اوقات نکلتی ہے۔ جب یہ زردی مائل اور مٹیالے پھیکے رنگ کی رطوبت مسلسل آنے لگے تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہے، لہٰذا کسی سپیشلسٹ سے معائنہ کرانا ضروری ہے۔

(۲) لیکن جو زردی اور مٹیالے پھیکے رنگ کی رطوبت ایامِ حیض کے بعد طہر کے دنوں میں آتی ہے، یہ قطعی طور پر بیماری کی نشانی ہے۔ یہ کسی صورت بھی حیض نہیں ہے، اس کا علاج ضروری ہے۔

احادیثِ نبویہ

(۱) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم حیض سے پاکیزگی کے بعد جو زرد اور مٹیالے رنگ کی رطوبت دیکھتیں اس کو کچھ بھی شمار نہ کرتی تھیں۔
(ابوداؤد' نسائی)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی سے روایت ہے کہ عورتیں اپنی صندوقچیاں حضرت عائشہ کے پاس بھیجتیں جن میں ان عورتوں کی حیض والی روئیاں ہوتیں' ان پر زرد اور مٹیالے رنگ کے داغ ہوتے تو وہ اس بارے میں نماز کا حکم دریافت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ ان کو فرماتیں: تم جلدی نہ کرنا' حتیٰ کہ اپنے اس روئی کے ٹکڑے کو بالکل سفید نہ دیکھ لو' آپ رضی اللہ عنہا اس سے طہر مراد لیتی تھیں' یعنی اس وقت نماز پڑھنا جب تم اپنی شرمگاہ میں رکھی ہوئی روئی یا کپڑے کے ٹکڑے کو بالکل صاف حالت میں دیکھو۔

(۳) دوسری روایت میں ہے: عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی (شرمگاہ میں رکھی ہوئی) روئی بھیجتیں جس پر زردی ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں: تم جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ تم اپنے اس روئی کے ٹکڑے کو بالکل صاف دیکھ لو۔ (مسلم)

علامہ ابن اثیر اس کا معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو تنبیہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب تم اپنی شرمگاہ میں رکھے ہوئے کپڑے یا روئی کو بالکل صاف حالت میں پاؤ تو اس وقت تم پاک ہو اور نماز پڑھ سکتی ہو۔

احادیث سے ثابت ہونے والے مسائل

یہ جو تین احادیث بیان کی گئیں ہیں ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے اور جمع کرنے کی صورت میں فقہاء کے فتاویٰ میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن رشد القرطبی بیان کرتے ہیں کہ احادیث میں جو لفظ آئے ہیں: زردی اور مٹیالے رنگ کی رطوبت کے تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کیا یہ حیض ہے یا حیض نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کی ایک جماعت امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر یہ زردی اور مٹیالا رنگ حیض کے دنوں میں نظر آئے تو یہ حیض ہی ہے۔

امام مالک کا ایک قول جو "مدونہ" میں ہے وہ یہ ہے کہ زردی اور مٹیالہ رنگ جو حیض کے

دنوں میں یا طہر کے دنوں میں نظر آئے وہ حیض ہی ہے' اس کے ساتھ خون ہو یا نہ ہو۔ امام ابو یوسف اور داؤد کا قول ہے کہ بے شک زردی اور مٹیالہ رنگ خون کے اثر کے بغیر حیض نہیں ہے۔ ان فقہاء میں اختلاف ام عطیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے ظاہر میں مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس ان میں سے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ترجیح دی ہے۔ ان کے مطابق زردی اور مٹیالہ رنگ حیض ہی ہے' حیض کے دنوں میں نظر آئے یا حیض کے بعد نظر آئے' ساتھ خون آئے یا نہ آئے' کیونکہ ایک چیز کا حکم فی نفسہ مختلف نہیں ہوتا۔

اور جن فقہاء نے ام عطیہ اور حضرت عائشہ کی احادیث کو ملایا ہے ان کا قول یہ ہے کہ ام عطیہ کی حدیث کا تعلق حیض کے خون کے ختم ہونے کے بعد سے ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق حیض کے دنوں کے دورانیہ سے ہے' جب کہ ام عطیہ والی حدیث ایامِ حیض کے بعد والے دنوں سے متعلق ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں اور طبی معلومات کے پیشِ نظر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی کا موقف اس مسئلے میں بالکل درست ہے۔

تیرہویں بحث: حاملہ کی شرمگاہ سے بہنے والی رطوبت

طبی معلومات

(۱) حمل کے دوران مھبل (شرمگاہ سے رحم تک کی نالی) (الطب النبوی والعلم الحدیث ج ۱ ص ۲۲۶۔۲۲۷) میں رطوبات پیدا ہوتی ہیں' جب یہ رطوبت نکلتی ہے تو لامحالہ یہ فرجِ داخل کی رطوبت ہے' لہٰذا اس کا حکم پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ بذات خود طاہر ہے لیکن وضو کو توڑ دیتی ہے۔

(۲) حمل کے دوران رحم کی گردن پر گلینڈز پیدا ہوتی ہیں جو رحم کے منہ کو بند کر دیتی ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ یہ جراثیم کو رحم تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ جب رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے تو ان غدودوں سے گاڑھا سفید زردی مائل مادہ خارج ہوتا ہے۔ پھر تھوڑا بہت اس میں خون بھی ملا ہوا نکلتا ہے۔ یہ مادہ مھبل کے اندرونی حصے کو نرم ملائم رکھتا ہے' تاکہ جنین آسانی سے حرکت کر سکے۔

(۳) جب رحم کی گردن کھلی ہوتی ہے تو وہاں پر کئی جھلیاں ہوتی ہیں جو جنین کو گھیرے ہوئے

ہوتی ہیں' ان کے ساتھ پانی کی تھیلیاں ہوتی ہیں یہ بھی تھوڑا تھوڑا مادہ خارج کرتی رہتی ہیں' تاکہ جنین آسانی سے حرکت کر سکے۔

(۴) جب پانی کی تھیلیاں پھٹتی ہیں تو ان میں سے ''امینوسی'' نامی سیال مادہ نکلتا ہے جو جنین کے اردگرد ہوتا ہے۔ اس کے خارج ہونے سے تناسلی راستہ صاف ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام

(۱) بے شک امینوسی نامی سیال مادہ اور اس کے علاوہ جو رطوبت عورت کی فرج سے نکلتی ہے یہ وضو کو توڑ دیتی ہے۔

اس کا بیان پہلے بھی گزر چکا ہے کہ فرجِ داخل سے نکلنے والی رطوبت وضو کو توڑ دیتی ہے' اسی طرح دونوں شرمگاہوں سے جو کچھ بھی نکلتا ہے وہ وضو کو توڑ دیتا ہے' وہ طاہر ہو یا نجس ہو۔

(۲) جب شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت کے ساتھ خون ملا ہوا ہو تو اس صورت میں خون کے ملنے کی وجہ سے وہ دونوں پلید اور نجس ہیں۔

(۳) پس جب اس میں خون کی ملاوٹ نہ ہو تو اس رطوبت کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے جو بچے کی ولادت کے ساتھ نکلے یا پہلے نکلے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ جو رطوبت بچے کی ولادت سے تھوڑی دیر پہلے نکلے وہ طاہر ہے۔ لیکن احناف کی کتابوں میں اس کے متعلق نصِ صریح نہیں پائی گئی۔ بے شک فقہی نصوص جن میں اس رطوبت کو طاہر کہا گیا ہے جو ولادت سے پہلے نکلتی ہے' اس میں اشارہ ہے اس سیال مادے کی طرف جس کو امینوسی کہتے ہیں' کیونکہ بچے کی ولادت میں اس رطوبت کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ ابن عابدین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو خون بچے کی ولادت کے بعد نکلتا ہے وہ نفاس کا خون ہے اور پلید ہے۔ لیکن جو رطوبت بچے کی ولادت سے پہلے نکلتی ہے وہ طاہر ہے۔

ولی اللّٰہی سلسلۂ تصوف کی معرکہ آراء کتاب

مصنف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۱۴ھ ــــــــ ۱۱۷۶ھ

مترجم

پیر سید محمد فاروق القادری ایم۔اے

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

به نام

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری نورانی زید علمہ

جو اس کام کا آغاز کر چکے ہیں

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہل سنت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیات قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899